نور الحبیب ۲۰۰۸

جلد 5

اخلاق و کردار

اخلاق و کردار

دوسری قسط

چند بُری باتیں

شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ اعظمی

10 عیب جوئی

اِدھر اُدھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چھپ چھپ کر سننا یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا، یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے۔ دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔ ایسا کرنے والوں کے کانوں اور آنکھوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ قرآنِ مجید میں اور حدیثوں میں خداوندِ قدوس اور ہمارے رسولِ اکرم (ﷻ و ﷺ) نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَجَسَّسُوْا﴾---

''کسی کے عیبوں کی تلاش کرنا حرام اور گناہ ہے''---

مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے، لہٰذا پیاری بہنو! تم اس گناہ سے خود بھی بچو اور دوسری عورتوں کو بھی بچاؤ۔

11 گالی گلوچ

اس گندی عادت کی برائی ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے۔ یقیناً پھوہڑ اور فحش الفاظ اور گندے کلاموں کا بولنا یہ کمینوں اور رذیل وذلیل لوگوں کا طریقہ ہے اور شریعت میں حرام وگناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ---

"کسی مسلمان کو گالی گلوچ کرنا، یہ فاسق کا کام ہے"---

آج کل عورت مرد سبھی اس بلا میں مبتلا ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑوں کی فحش کلامیوں اور گالیوں کو سن سن کر بچے بھی گندی اور پھوہڑ گالیاں بکنے لگتے ہیں اور پھر بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اس گندی عادت میں گرفتار رہتے ہیں، لہٰذا ہر مرد وعورت پر لازم ہے کہ کبھی بھی ہرگز ہرگز گالیاں اور گندے الفاظ منہ سے نہ نکالیں۔ کون نہیں جانتا کہ کبھی کبھی گالی گلوچ کی وجہ سے خوں ریز لڑائیاں ہوجایا کرتی ہیں اور مسلمانوں کی جان ومال کا عظیم نقصان ہوجایا کرتا ہے۔ اس لیے مسلم معاشرہ کو تباہ کرنے میں بدزبانیوں اور گالیوں کا بہت بڑا دخل ہے، لہٰذا اس عادت کو ترک کردینا بے حد ضروری ہے۔ خاص کر عورتوں کو اپنی سسرال میں اس کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے، کیوں کہ سیکڑوں عورتوں کو طلاق ان کی بدزبانیوں اور گالیوں کی وجہ سے ہوجایا کرتی ہے اور پھر میکہ اور سسرال میں مستقل جھگڑوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور دونوں خاندان تباہی و بربادی کے غار میں گر کر ہلاک و برباد ہوجاتے ہیں۔

12 فضول بکواس

مردوں اور عورتوں کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بری عادت بہت زیادہ بولنا اور فضول بکواس ہے۔ کم بولنا اور ضرورت کے مطابق بات چیت یہ بہت ہی پسندیدہ عادت ہے۔ ضرورت سے زیادہ بات چیت، فضول بکواس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں، جس سے بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہوجاتے ہیں اور شر وفساد کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

وَ كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةُ السُّوَالِ وَ اِضَاعَةُ الْمَالِ---

"اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے کہ بلاضرورت قیل، قال اور فضول اقوال آدمی کی

زبان سے نکلیں، اسی طرح کثرت سے لوگوں کے سامنے کسی چیز کا سوال کرتے رہنا اور فضول کاموں میں اپنے مالوں کو برباد کرنا (یہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے)"---

یہ بھی سرکار دوعالم ﷺ کا فرمان ہے:

"اپنی زبانوں کو فضول باتوں سے ہمیشہ بچائے رکھو، کیوں کہ بہت ہی فضول باتیں ایسی بھی زبانوں سے نکل جاتی ہیں، جو بولنے والوں کو جہنم میں پہنچادیتی ہیں"---

اسی لیے تمام بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ تین عادتوں کو لازم پکڑو:

(۱)......کم بولنا (۲)......کم سونا اور (۳)......کم کھانا---

کیوں کہ زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا، یہ عادتیں بہت ہی خراب ہیں اور ان عادتوں کی وجہ سے انسان دین ودنیا میں ضرور نقصان اٹھاتا ہے۔

13 ناشکری

خداوندِ کریم کے انعاموں اور انسانوں کے احسانوں کی ناشکری، اس منحوس اور بری عادت میں نوے فی صد مرد وعورت گرفتار ہیں، بلکہ عورتیں تو ننانوے فی صد اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ذرا کسی گھرانے کو یا کسی عورت کے کپڑوں یا زیورات کو اپنے سے خوش حال اور اچھا دیکھ لیا تو خدا کی ناشکری کرنے لگتی ہیں اور کہنے لگتی ہیں کہ خدا نے ہمیں نہ معلوم کس جرم کی سزا میں مفلس اور غریب بنادیا، خدا کا ہم پر کوئی فضل ہی نہیں ہوتا، میں نگوڑی ایسے پھوٹے کرم لے کر آئی ہوں کہ نہ میکے میں سکھ نصیب ہوا، نہ سسرال میں ہی کچھ دیکھا، فلانی فلانی گھی دودھ میں نہا رہی ہیں اور میں فاقوں سے مر رہی ہوں۔ اسی طرح عورتوں کی عادت ہے کہ اس کا شوہر اپنی طاقت بھر کپڑے، زیورات، ساز وسامان دیتا رہتا ہے، لیکن اگر کبھی کسی مجبوری سے عورت کی کوئی فرمائش پوری نہیں کر سکا تو عورتیں کہنے لگتی ہیں کہ تمہارے گھر میں ہائے ہائے کبھی سکھ نصیب نہیں ہوا، اس اجڑے گھر میں ہمیشہ تنگی بھوکی ہی رہ گئی، کبھی بھی تمہاری طرف سے میں نے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں، میری قسمت پھوٹ گئی جو تمہارے جیسے فقیر سے بیاہی گئی، میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا۔ اس قسم کی ناشکری کرتی اور جلی کٹی باتیں سناتی رہتی ہیں۔ چناں چہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"میں نے جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی"---

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں زیادہ تعداد میں جہنمی ہوگئیں؟''---

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''اس کا سبب یہ ہے کہ عورتیں ایک دوسرے پر بہت زیادہ لعنت ملامت کرتی رہتی ہیں اور ناشکری کرتی رہتی ہیں''---

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا عورتیں خدا کی ناشکری کیا کرتی ہیں؟''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''عورتیں احسان کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، ان عورتوں کی عادت یہ ہے کہ تم پوری زندگی بھر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو، لیکن اگر کبھی کچھ بھی کمی دیکھیں گی، تو یہی کہہ دیں گی کہ میں نے کبھی بھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں''---[بخاری، جلد۱، صفحہ ۶، وغیرہ]

عزیز بہنو! سن لو خدا کے انعاموں اور شوہر یا دوسروں کے احسانات کی ناشکری بہت ہی خراب عادت اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنوں سے کمزور اور گری ہوئی حالت والوں کو دیکھا کرے کہ اگر میرے پاس گھٹیا کپڑے اور زیور ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ فلاں اور فلانی سے تو ہم بہت ہی اچھی حالت میں ہیں کہ ان لوگوں کو بدن ڈھانپنے کے لیے پھٹے پرانے کپڑے بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اسی طرح اگر میرے شوہر نے میرے لیے معمولی غذا کا انتظام کیا ہے تو اس پر بھی شکر ہے، کیوں کہ فلانی فلانی عورتیں تو فاقہ کیا کرتی ہیں۔ بہر حال اگر تم اپنے سے کمزوروں اور غریبوں پر نظر رکھو گے تو شکر ادا کرو گے اور اگر تم اپنے سے مال داروں پر نظر کرو گی تو تم ناشکری کی بلا میں پھنس کر اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر ڈالو گی۔ اس لیے لازم ہے کہ ناشکری کی عادت چھوڑ کر ہمیشہ خدا کے انعاموں اور شوہر وغیرہ کے احسانوں کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾---[ابراہیم:۷]

''اگر تم شکر ادا کرتے رہو گے، تو میں تم کو زیادہ نعمتیں دیتا رہوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت ہی سخت ہے''---

اس آیت نے اعلان کر دیا کہ شکر ادا کرنے سے خدا کی نعمتیں بڑھتی ہیں اور ناشکری کرنے سے خدا کا عذاب اتر پڑتا ہے۔

14 جھگڑا، تکرار

بات بات پر ساس، سسر اور بہو یا شوہر یا عام مسلمان مردوں اور عورتوں سے جھگڑا تکرار کر لینا، یہ بھی بہت بری عادت اور گناہ کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھگڑالو آدمی خدا کو بے حد ناپسند ہے، اس لیے اگر کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے یا مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سہولت اور معقول گفتگو سے معاملات کو طے کر لینا نہایت ہی عمدہ اور بہترین عادت ہے۔ جھگڑے تکرار کی عادت کمینوں اور بدتہذیب لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ عادت انسان کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت ہے، کیوں کہ جھگڑالو آدمی کا کوئی بھی دوست نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر شخص کی نگاہوں میں قابلِ نفرت ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے جھگڑے کے ڈر سے اس کو منہ نہیں لگاتے، اس سے بات نہیں کرتے۔

15 کاہلی

یہ ایسی منحوس عادت ہے کہ اس کی وجہ سے سیکڑوں دوسری خراب عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکان، سامان، کپڑوں اور بدن کی گندگی، برتنوں اور سامان کی بے ترتیبی، وقت پر کھانے پینے سے محرومی، شوہر اور سسرال والوں کی ناراضگی، بچوں کا پھوہڑ پن، طرح طرح کی بیماریاں وغیرہ وغیرہ، یہ ساری بلائیں اور مصیبتیں اسی کاہلی کے سب انڈے بچے ہیں، اسی لیے اس عادت کو ہرگز ہرگز اپنے قریب نہیں آنے دینا چاہیے، بلکہ دینی و دنیاوی کاموں میں ہر وقت چاق و چوبند ہو کر لگے رہنا چاہیے۔ خوب یاد رکھو! کہ محنتی آدمی ہر شخص کا پیارا ہے اور کاہل آدمی ہر ایک در سے پھٹکارا جاتا ہے اور ہر کام میں مار پڑتی ہے۔ کاہل آدمی نہ دنیا کا کام کر سکتا ہے نہ دین کا۔ اسی لیے رسولِ خدا ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ---

"اے اللہ! میں کاہلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"---

16 ضد

اپنی کسی بات پہ اس طرح اڑ جانا کہ کوئی لاکھ سمجھائے مگر کسی کی بات اور سفارش قبول نہ کرے، اس بری خصلت کا نام "ضد" ہے۔ یہ اس قدر خراب اور منحوس عادت ہے کہ آدمی کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ ایسے آدمی کو دنیا میں سب لوگ ضدی اور ہٹ دھرم کہنے لگتے ہیں اور کوئی بھی

اس کو منہ لگانے اور اس سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ یہی وہ خبیث عادت تھی، جس نے ابو جہل کو جہنم میں دھکیل دیا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ اور مومنوں نے اس کو لاکھوں مرتبہ سمجھایا اور اس نے شق القمر اور کنکریوں کے کلمہ پڑھنے کا معجزہ بھی دیکھ لیا مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہا اور ایمان نہیں لایا۔ قرآن و حدیث میں یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اپنے بزرگوں اور مخلص دوستوں کا مشورہ ضرور مان لے اور مسلمانوں کی جائز سفارش کو قبول کر کے اپنی رائے اور اپنی بات کو چھوڑ دے اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد ہرگز ہرگز اپنی رائے اور اپنی بات پر ضد کر کے اڑا نہ رہے۔ بہت سے آدمی خاص طور سے عورتیں اس بری عادت میں مبتلا ہیں، خدا کے لیے ان سب کو چاہیے کہ اس بری عادت کو چھوڑ کر دونوں جہان کی سعادتوں سے سرفراز ہوں۔

17 بدگمانی

بہت سے مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں انھوں نے دو آدمیوں کو الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھا، فوراً ان کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ یہ میرے ہی متعلق کچھ باتیں ہو رہی ہیں اور میرے ہی خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔ اسی طرح عورتیں اگر اپنے شوہروں کو اچھا لباس پہن کر کہیں جاتے ہوئے دیکھتی ہیں یا شوہروں کو کسی عورت کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سن لیتی ہیں تو ان کو فوراً اپنے شوہروں کے بارے میں یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ضرور میرے شوہر کی فلانی عورت سے کچھ ساز باز ہے۔ اسی طرح شوہروں کا حال ہے کہ اگر ان کی بیویاں میکے میں زیادہ ٹھہر گئیں یا میکہ کے رشتہ داروں سے بات یا ان کی خاطر و مدارت کرنے لگیں تو شوہروں کو یہ بدگمانی ہو جاتی ہے کہ میری بیوی فلاں فلاں مردوں سے محبت کرتی ہے، کہیں کوئی بات تو نہیں۔ بس اس بدگمانی میں طرح طرح کی جستجو اور ٹوہ لگانے کی فکر میں مبتلا ہو کر دن رات دماغ میں اَلَم غَلَم قسم کے خیالات کی کھچڑی پکانے لگتے ہیں اور کبھی کبھی رائی کا پہاڑ اور پھانس کا بانس بنا ڈالتے ہیں۔

پیاری بہنو اور بھائیو! یاد رکھو کہ بدگمانیوں کی یہ عادت بہت بری بلا اور بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾---[الحجرات:۱۲]

''بے شک بعض گمان گناہ ہیں''---

لہٰذا جب تک کھلی ہوئی دلیل سے تم کو کسی بات کا یقین نہ ہو جائے، ہرگز ہرگز محض بے بنیاد گمانوں سے کوئی رائے قائم نہ کر لیا کرو۔

18 کان کا کچا

بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ خراب عادت ہوا کرتی ہے کہ اچھا برا یا سچا جھوٹا، جو آدمی بھی کوئی بات کہہ دے، اس پر یقین کر لیتے ہیں اور بلا چھان بین اور تحقیقات کے اس بات کو مان کر اس پر طرح طرح کے خیالات و نظریات کا محل تعمیر کرنے لگتے ہیں۔ یہ وہ عادت بد ہے کہ آدمی کو شکوک و شبہات کے دَل دَل میں پھنسا دیتی ہے اور خواہ مخواہ آدمی اپنے مخلص دوستوں کو دشمن بنا لیتا ہے اور خود غرض و فتنہ پرداز لوگ اپنی چالوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے خداوند قدوس نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا﴾---[الحجرات:٦]

"جب کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو"---

مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی خبر پر بھروسہ کر کے تم یقین مت کر لیا کرو، بلکہ خوب اچھی طرح تحقیقات اور چھان بین کر کے خبروں پر اعتماد کرو، ورنہ تم سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ لہٰذا خبردار، خبردار، خبردار! کان کے کچے مت بنو اور ہر آدمی کی بات سن کر بلا تحقیقات کیے نہ مان لیا کرو۔

19 ریا کاری

کچھ مردوں اور عورتوں کو یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ وہ دین یا دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں شہرت، نام وری اور دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔ اس خراب عادت کا نام "ریا کاری" ہے اور یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"ریا کاری کرنے والوں کو قیامت کے دن خدا کا منادی اس طرح میدانِ محشر میں پکارے گا کہ اے بدکار! اے بدعہد! اے ریا کار! تیرا عمل غارت ہو گیا اور تیرا اجر و ثواب برباد ہو گیا، تو خدا کے دربار سے نکل جا اور اس شخص سے اپنا ثواب طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا"---[احیاء العلوم، جلد ٣، صفحہ ٢٩٤]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

"جس عمل میں ذرّہ بھر بھی ریا کاری کا شائبہ ہو، اس عمل کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا"---

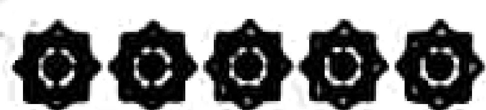
اور یہ بھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جہنم میں ایک ایسی وادی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کرنے والے قاریوں کے لیے تیار فرمایا ہے"---[ایضاً،۳۹۴]

20 تعریف پسندی

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشان دہی کر دے، اس پر مارے غصہ کے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے، اس لیے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو کہ اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز ہرگز اپنی اس خوبی پر اکڑ کر اور اترا کر خوش نہ ہو جاؤ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کر لو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن و حدیث کی مقدس تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷻ و ﷺ) کو بے حد ناپسند ہے اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے اردگرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خود غرض لوگ تعریفوں کے پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بے وقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کی خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر مرد و عورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہیے۔

[جاری ہے]



تعزیت محترم محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی (کراچی) کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں۔ ﴿انا للّٰہ و انا الیه راجعون﴾ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین [ادارہ]

مقالات حکمت

طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابوانیس محمد برکت علی قدس سرہ

اے جان من! اگر ہم بھی تحقیق کے میدان میں محنت کرتے، یقیناً اللہ رب العالمین بھی ہم پہ اپنی عنایات فرماتے اور ہمارا یہ حال بالکل نہ ہوتا--- تیرے عرفان سے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا؟---عرفان اگر نافع الخلائق نہیں تو کیا ہے؟--- غیر مسلم مفکرین نے انسان کو محیر العقول کارآمد ایجادات سے روشناس کرایا اور ہم کشف قبور ہی کے پھندے میں اٹکے رہے اور ایسے اٹکے کہ اوڑک قبروں میں جا بسے---''لو یہاں جی بھر کے دیکھتے رہو''--- دوحرفی بات تھی، الجھ گیا اور ایسا الجھا کہ سلجھنے کی امید تک نہ رہی---

فاعلم! خوب یاد رکھ، طب حکمت کے تابع ہے اور حکمت وہبی ہے، اکتسابی نہیں--- مریض کی مرض طبیب کے فکر کو اپنی طرف مبذول نہیں کرتی، طبیب وہ ہے جب تک اپنے مریض کی تشخیص نہیں کرتا، نسخہ تجویز نہیں کرتا--- طبیب دوا کے اجزاء کا عارف نہیں--- بنی بنائی کے لکھے ہوئے فوائد تو جانتا ہے، یہ نہیں جانتا کہ کون کون سے اجزاء اس میں کام کرتے ہیں--- مرض کی تشخیص اور نسخہ کی خاصیت وافادیت سے بہرہ ور نہیں---

شہر کی کوئی دیوار طبی اشتہار سے خالی نہیں، کوئی اشتہار کبھی صحیح ثابت نہیں ہوا--- دوا بنفسہٖ اشتہار ہے، مزید اشتہار کی مطلق ضرورت نہیں--- شفا مطب کا بہترین اشتہار ہے، جس دوا میں

شفا ہو، اشتہار کی محتاج نہیں ہوتی --- ادویات مطب کی زینت ہوتی ہیں، مطب کا معمول چند ایک ادویات پہ موقوف ہوتا ہے --- فاضل طبیب وہ ہے جو کسی ایک جامع الفوائد دوا سے اپنے مطب کو چلائے --- لاعلاج مرض کی دوا زبدۃ الحکماء ہی کیا کرتے ہیں، ہر حکیم نہیں --- طبیب ہر مرض کی دوا دیتا ہے مگر بعض امراض مخصوص ہوتی ہیں، مخصوص اطباء کو ہی عنایت ہوتی ہیں اور بعض دلوں میں محفوظ ---

طب کے مجدد نے کہا، جب میں کسی مجلس میں خود حاضر نہ ہوسکوں، میری جگہ ہرڑ (ہلیلہ) کو زینت افروز کرلیا کرو ---

یہ ماضی کا ایک واقعہ ہے، ایک درویش نے ایک بوٹی سے پوچھا، اری بتا تو سہی تو کس کام آتی ہے؟ --- بولی، یا حضرت! میں کیا بتاؤں، مجھ میں میرے اللہ نے کیا کیا صفات بھری ہوئی ہیں؟ --- سب سے بڑی یہ کہ جو مجھ کو چالیس دن پی لے، اللہ کا ذکر کرنے لگ جائے --- ماشاء اللہ

جنگل کی ایک بوٹی "اسپند" جسے پنجاب میں حرمل کہتے ہیں، سے جب روح نے خطاب کیا، فوائد کے اعتبار سے دنیائے طب میں بازی لے گئی --- اسی طرح "حنظل" ہے، جسے پنجاب میں کوڑتمہ کہتے ہیں ---

جنگل کی بوٹی سے خطاب روح ہی کا خطاب ہوتا ہے اور دنیائے دوں کے جملہ خطابات "رب الملٰئکۃ و الروح" کے خطابات ہیں --- جنگل میں کوئی بوٹی ایسی نہیں جو کسی نہ کسی مرض کی دوا نہ ہو --- کوہستان و بیابان کی بے شمار اقسام کی بوٹیوں کے خواص کی کسی کو خبر نہیں ---

ایک اللہ کے بندے نے فرمایا، جنگل کی ہر بوٹی اپنا خواص آپ بیان کرتی ہے، جسے یہ سماعت حاصل ہو، بوٹی سے بوٹی کے خواص خود دریافت کرلے --- پھر اس نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ بالکل سچ ہے، جنگل کی ہر بوٹی جنگل کی زینت و خزانہ ہے، ہر کسی کو کیوں کر عنایت ہو؟ --- پھر اس نے ایک بوٹی کو پانی سے بھرے ہوئے مٹکے میں ڈالا، پانی جم کر اولہ (برف) بن گیا --- اگر یہ علم عام کردیا جاتا، جنگل کی عظمت فوت ہوجاتی ---

نباتاتی دنیا میں جو پودا جہاں ضروری ہوتا ہے، لگتا ہے --- تیری میری مرضی پہ نہیں --- ہر علاقہ میں اُگنے والی ہر قسم کی جڑی بوٹی علاج الامراض ہے، شافی علاج --- ماشاء اللہ

نباتات میں حیوانات کے لیے آب حیات اور معدنیات میں حیات کا جوہر ہے ---

نباتات و معدنیات کی زبانیں نہیں ہوتیں، بول نہیں سکتیں، اپنے خواص کیوں کر ظاہر کریں ---

بنجر، قدیم، غیر مزروعہ رقبہ میں بے شمار جڑی بوٹیاں اُگتیں، نشو ونما پاتیں، پھل پھول لاتیں اور بے خبری کا شکار ہو جاتی ہیں، پاؤں تلے روندی جاتی ہیں، خاک سے نکلی تھیں اور خاک ہی میں سما جاتی ہیں، کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتیں اور نہ ہی ان سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتا ہے---

اللہ رب العالمین نے اپنی مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے بندوں پر احسان فرمایا، عزت کا شرف بخشا، نباتات و معدنیات کے خواص و فوائد کے تجسس کا ذوق و شوق عطا کیا اور پھر ایک طویل مدت کے بعد ان کی جدوجہد کو مقبول فرما کر اپنی ربوبیت و مجدیت و صمدیت کے صدقے انہیں فیض یاب فرمایا اور یہ موجدان طب یہ اللہ رب العالمین کی عنایت ربانی ہے، جو کتب کی شکل میں ہمارے مطب و مکتب کی رہنمائی کر رہی ہے---

طب کی ہزار سالہ تاریخ میں آج تک کسی بھی جنگلی طبیب نے کسی سے بھی اپنے کسی جوہر کی، جو بھی اسے اس کے اللہ نے عنایت فرمایا، کبھی کوئی قیمت نہیں لی، ما شاء اللہ ---اور نہ ہی قیامت تک لے گا---عنایت کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے؟---عنایت و نظر کی قیمت کون دے سکتا ہے؟---عنایت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی---جس کریمانہ انداز سے عنایت کی جاتی ہے، اسی انداز سے آگے دے دی جاتی ہے اور یہی عنایت کی شان ہے---

مفردات کے خواص کا علم مفصل ہے، ما شاء اللہ ---ہنوز اضافات کا طلب گار ہے---کامل ہے، مکمل نہیں---تحقیق کا میدان وسیع ہے، وسیع تر، اس میں گھوڑا دوڑا، ان شاء اللہ خیر ہو گی---طب کے دفتر میں کوئی نیا، بالکل ہی نیا نسخہ پیش کر، ایسا نسخہ جسے سن کر بیرونی طب اپنی کم تری کو تسلیم کر لے---

اے مسلمان، اے میری جان! یہ حکمت تجھے عطا ہوئی تھی، تیری لاپرواہی کی بدولت انہیں دی گئی، تم بیاض مسیحائی میں کھوئے رہے، وہ اسرار مسیحائی کے جویا رہے---کاش تجھے اس کا احساس ہوتا---اللہ ﷻ کی بیمار مخلوق کی بے لوث خدمت کر، تا کہ تجھے اللہ تعالیٰ تیری کھوئی ہوئی میراث دوبارہ لوٹا دے---آمین ثم آمین یا حی یا قیوم

نباتاتی سفوف کے مرکبات، کشف الورید ہی کے اجزاء ہوتے ہیں---طب کا کمال، تاسیر (تانبے کا کشتہ)

مثل شمار ہو اور قائم النار ہو---رنگ کوئی معنی نہیں رکھتا، کتابی شکوک میں سے ایک شک ہے---کشتہ فولاد کا مشہور قدیم مروجہ طریق ہے کہ.......... برادہ فولاد کو سرکہ میں تر کر دو، جب

خشک ہو جائے، پھر اسے لیموں کے پانی سے تر کر دو، جب پھر خشک ہو جائے تو تیسری اور آخری بار انار کے پانی سے تر کر دو، کشتہ تیار ہے--- زہر، زہر کے لیے تریاق ہے، سمیات ہی سمیات کا علاج ہے---ما شاء اللہ---سمیات کے جوہر ہی سمیات کی شفا ہوتے ہیں--- ہر مادہ کثیف ہوتا ہے، گھل گھل کر لطیف ہو جاتا ہے اور لطافت ہر مادے کا جوہر ہے--- حکماء اس پہ متحد اور صلحاء اس پر متفق--- قدیم حکماء سرکے میں سوئی ڈبو کر دیکھتے، اگر نرم ہو جائے تو اصلی ہے---

لحم طیور (حلال) کا عرق جملہ مقویات کا حامل---

تین اجزاء حرمل، حنظل، ہیرا کسیس، حضرت سیدنا لقمان علیہ السلام کی مجلس میں پیش ہوئیں، قبول فرما کر تصدیق فرمائیں--- ذیابیطس کے لیے نافع اور مجرب ہیں---نسخہ جات گوناں گوں، ایک سے ایک بہتر لیکن طبی لحاظ سے یہ نسخہ فوق الوریٰ---

مطب کا معمول چند چیزیں ہوتی ہیں، عطاریات نہیں--- ہمارے مطب کا معمول ۱۴۲ اور ۱۷۷ ہیں---ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

نسخہ نمبر ۱۴۲ کے اجزاء: سہاگہ بریاں، حلتیت، زنجبیل--- تمام ادویات کو ہم وزن لے کر کوٹ چھان کر سوہانجنے کے پانی میں کھرل کریں، خشک ہونے پر چنے کے دانے کے برابر گولیاں بنائیں---صبح نہار منہ ایک گولی چائے کے ساتھ، ایک گولی رات کو سوتے وقت بعد از غذا---

فوائد: تمام بلغمی، ریاحی امراض کو ختم کرتا ہے---

نسخہ نمبر ۱۷۷ کے اجزاء: تمہ کی جڑ کا باریک سفوف، قلمی شورہ، پھٹکڑی، نوشادر ڈنڈا--- ہم وزن لے کر کوٹ چھان کر سفوف بنائیں---ایک ماشہ بعد از غذا دونوں وقت ہمراہ پانی---

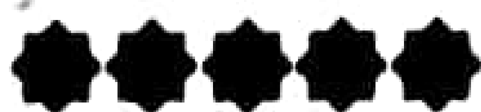
فوائد: برائے امراض رحم، حیض کشا، مصفی خون اور استسقاء کے لیے مفید---

سونف ایک حصہ، بڑی الائچی ایک حصہ، دھنیا ایک حصہ، مصری دو حصے مع چھلکے پیس کر سفوف بنائیں اور کھانے کے بعد بقدر ایک چھوٹا چمچ استعمال کریں---

جملہ امراض معدہ اور تبخیر کے لیے اکسیر ہے---

حکمت کی یہ چٹکی مخلوق کے افادۂ عام کے لیے فی سبیل اللہ تقسیم ہے---یہ رمضان المبارک کی برکات کی ایک عنایت ہے---کوئی صاحب اسے ذریعۂ معاش نہ بنائے---

یا حی یا قیوم فاللہ خیر الرازقین و اللہ ذو الفضل العظیم



حضرتِ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ

کی فرمودہ

دعائیں اور وظائف

حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

"جب آدمی کسی وِرد و ظیفے کو اپنے اوپر لازم کر لے تو پھر ضروری ہے کہ اس کو پابندی سے ادا کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا، تو اس کو نقصان پہنچنے یا چوٹ پھینٹ لگنے کا اندیشہ ہے یا پھر وہ غصے اور شہوت کی طرف مائل ہو جائے گا"---

یہ بھی فرمایا:

"اگر کوئی شخص کسی وِرد کا عادی ہے اور بیماری یا کسی اور سخت مجبوری کی وجہ سے اس کا وِرد ناغہ ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ وِرد کو پڑھا ہوا ہی شمار فرماتا ہے"---

مزید فرمایا:

''جو وِرد و وظیفہ مقرر کرلو، اگر وہ وقت سے بے وقت ہو جائے، تو ٹالو نہیں، بلکہ جب بھی موقعہ ملے، پڑھ لیا کرو۔ مثلاً اگر صبح پڑھنا تھا اور اس وقت نہیں پڑھ سکے، تو رات تک جب بھی موقع ہو، پڑھ لیا جائے''---

- **وقت کی قدر**

فرمایا، جو شخص چار چیزوں کی پابندی کرتا ہے، وہ اور اس کے بال بچے محتاجی سے بچ جاتے ہیں:

۱......صبح سے پہلے اٹھنا ۲......وقت سے پہلے وضو کرنا

۳......اذان سے پہلے مسجد میں داخل ہونا ۴......وتر کے بعد خاموش رہنا

- **ہر مشکل کا حل**

ارشاد ہوا کہ اِس وظیفے سے ہر مہم اور ہر مشکل آسان ہو جائے گی:

''فجر کی نماز میں سنتوں اور فرضوں کے درمیان چالیس مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھی جائے، اس طرح کہ ہر دفعہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کے آخری میم کو ''اَلْحَمْدُ'' کے الف لام سے ملا کر پڑھا جائے اور سورۂ فاتحہ کے درمیان میں جو ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' آیا ہے، اس کو تین مرتبہ پڑھا جائے اور ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' پر اپنی مراد کا تصور کیا جائے اور آخر میں تین مرتبہ آمین کہی جائے (اوّل آخر درود شریف ہر عمل و وظیفے کے ساتھ ضروری ہے)''---

یہ عمل اتنے سویرے پڑھنا چاہیے کہ اس کے بعد فجر کی نماز باجماعت پڑھی جا سکے۔ کم از کم سات روز پڑھنا چاہیے۔

- **ایک اور وِرد**

حلِ مشکلات کے لیے ذیل کا وِرد بھی تیر بہدف ہے:

''عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک آدمی کسی سے نہ بات کرے، نہ کسی اور کام میں مصروف ہو، بس خشوع و خضوع کے ساتھ یہ تین اسم پڑھتا رہے:

یا اللّٰہ یا رحمٰن یا رحیم ''---

- **دُرود شریف**

حضرت سلطانُ المشائخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میری والدہ ماجدہ کو جب کوئی مشکل پیش آیا کرتی، تو وہ پانچ سو مرتبہ درود شریف

پڑھ کر اور دامن پھیلا کر دعا مانگا کرتیں، فوراً وہ دعا قبول ہو جاتی۔ ایک دفعہ ان کی لونڈی فرار ہوگئی، والدہ ماجدہ نے اپنے معمول کے مطابق درود شریف پڑھ کر دعا مانگی، اِدھر دعا ختم کی، اُدھر دروازے پر کسی نے پکار کر کہا کہ لو تمہاری لونڈی جو فرار ہوگئی تھی آگئی ہے"---

حضرت سلطانُ المشائخ خود بھی روزانہ ہزار بار درود شریف اور ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ حرزِ یمانی اور حرزِ کافی بھی حضور کے وِرد میں رہا کرتی تھیں۔

• نمازوں کے بعد تلاوت

حضرت سیدنا محبوبِ الٰہی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"صبح کی نماز کے بعد سورۂ یٰسٓ، ظہر کی نماز کے بعد سورۂ نوح، عصر کے بعد سورۂ فتح، مغرب کے بعد سورۂ واقعہ اور عشاء کے بعد سورۂ ملک پڑھنی چاہیے"---

• عصر کی سنتیں

ارشاد ہوا:

"جو شخص نمازِ عصر کی سنتوں میں "سورۂ بروج" اور سورۂ زلزال پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ پھوڑے، پھنسی اور نارو کی بیماری سے اس کی حفاظت فرماتا ہے"---

• اللہ تعالیٰ کی محبت

آپ نے فرمایا:

"جو شخص عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ نباء پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے"---

• آنکھوں کی روشنی

حضرت محبوبِ الٰہی نے فرمایا:

"عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نماز آنکھوں کی روشنی کے لیے اس طریقے سے ادا کی جاتی ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ کوثر پڑھتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا مانگتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ اجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ"---

نیز ایک روایت حضرت سے اس طرح کی گئی ہے:

''یہ نوافل نمازِ مغرب کے بعد ادا کرنی چاہیے اور دُعائے مذکورہ بالا انگوٹھوں پر دَم کر کے انگوٹھے آنکھوں پر رکھنے چاہیں''---

حضرت فرماتے ہیں:

''اس دُعا کی برکت سے میں باریک خط کی کتابیں عشاء کے وقت بھی پڑھ لیتا ہوں''---

آنکھوں کے لیے ایک اور وظیفہ

ارشاد ہے:

''آنکھوں کی روشنی کے لیے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' پڑھ کر انگوٹھوں پر دَم کر لے اور انگوٹھے آنکھوں پر ملے اور ''بِسْمِ اللّٰہِ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' پڑھے اور اس کے بعد ''وَ عَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ'' پڑھے اور آنکھوں پر انگوٹھے رکھے''---

نیز فرمایا:

''تین مرتبہ ''کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ'' پڑھے، اس طرح کہ ہر حرف پر انگلی بند کرتا جائے، پھر آنکھوں پر ملے، ان شاء اللہ پوری صحت حاصل ہوگی''---

خوش حال زندگی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی فرماتے ہیں:

''ذیل کی دعا سو بار روزانہ پڑھی جائے، تو زندگی خوش حالی سے بسر ہوگی اور ہر نماز کے بعد دس دفعہ پڑھنے کا ثواب اتنا ہے، گویا ہزار غلام آزاد کر دیے:

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ''---

رزق کی کشادگی

رزق کی کشادگی کے لیے روزانہ رات کو سورۂ جمعہ پڑھنی چاہیے۔

دُعائے خاص

حضرت سیدنا محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرو مرشد حضور بابا صاحب علیہ الرحمہ نے یہ خاص دعا تلقین کر کے فرمایا تھا:

''اسے یاد کر لو اور پابندی سے پڑھا کرو تا کہ میں تمھیں اپنا خلیفہ بناؤں:

یَـا دَائِـمَ الْفَضْلِ عَلَی الْبَـرِیَّـةِ، یَـا بَـاسِطَ الْیَـدَیْـنِ بِالْـعَـطِیَّـةِ وَ یَـا صَـاحِـبَ الْـمَـوَاھِبِ السَّـنِیَّـةِ، یَـا دَافِـعَ الْبَـلَاءِ وَ الْبَلِیَّـةِ، صَـلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهِ الْبَرَرَةِ التَّقِیَّةِ وَ اغْفِرْلَنَا بِالْعَشَاءِ وَ الْعَشِیَّةِ، رَبَّنَا تَوَفَّـنَا مُسْلِمِیْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ وَ صَلِّ عَـلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِـیَاءِ وَ الْـمُـرْسَلِـیْـنَ وَ عَـلٰی مَـلَائِـکَـتِهِ الْـمُقَـرَّبِـیْـنَ وَ سَلِّـمْ تَـسْلِـیْـمًا کَـثِیْـرًا کَـثِیْـرًا، بِـرَحْـمَـتِـکَ یَـا اَرْحَـمَ الـرَّاحِـمِـیْـنَ"---

• حفاظتِ ایمان کی نماز

حضرتِ سیدنا محبوبِ الٰہی فرماتے تھے:

"دو رکعت نماز ایمان کی حفاظت کے لیے نمازِ مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص آٹھ بار اور سورۃ الفلق ایک بار اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص سات بار اور سورۃ الناس ایک بار نماز کے بعد سجدے میں سر رکھ کر تین بار کہنا چاہیے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ! ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ"---

اس نماز کی برکت کے بارے میں حکایت بیان فرمائی:

"میں نے خواجہ احمد بدیہ (حضرت) شیخ معین الدین سجزی ﷫ سے سنا ہے اور یہ خواجہ احمد انتہائی صالح تھے کہ ان کے کوئی فوجی دوست باقاعدگی سے یہ نماز پڑھا کرتے تھے، ایک دفعہ بہت ہی ناوقت اجمیر کے اطراف میں تھے کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، وہاں ڈاکوؤں کا خوف تھا اور ڈاکو نظر بھی آئے، ہم نے جلدی جلدی سنتیں پڑھیں اور شہر کی طرف آ گئے، لیکن ان دوستوں نے ڈاکوؤں کے اس قدر خوف اور تشویش کے باوجود دو رکعت نماز حفاظتِ ایمان بھی پڑھی۔ الغرض جب ان جوان کی رحلت کا وقت آیا، تو مجھے خبر ہوئی اور میں ان کا حال پوچھنے گیا اور رحلت انھوں نے اس طرح کی، جس طرح کرنی چاہیے"---

حضرت محبوبِ الٰہی پاک علیہ الرحمہ فرماتے تھے:

"خواجہ احمد نے ان جوان کی حکایت بیان کرتے ہوئے یہ لفظ کہے کہ اگر مجھے قضاء کی کرسی کے سامنے لے جائیں، تو گواہی دوں گا، وہ باایمان گیا"---

حفاظتِ نفس

حضرت سیدنا محبوبِ الٰہی فرماتے ہیں:

"ایک نماز حفاظتِ نفس کے لیے پڑھی جاتی ہے، جب بھی آدمی گھر سے باہر جائے، دو رکعت (نفل) پڑھ کر جائے، تا کہ اللہ تعالیٰ راستے کی آفات سے محفوظ رکھے اور جب گھر واپس آئے تو اس وقت بھی دو رکعت (نفل) پڑھے، تا کہ اللہ تعالیٰ گھر کی بلاؤں سے حفاظت فرمائے۔ ان دو رکعتوں میں بڑی خیر و برکت ہے، اگر کسی کو یہ دوگانہ پڑھنے کا موقعہ نہ ملے، تو باہر جاتے وقت آیت الکرسی پڑھ لے، اس سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جائے گا اور اگر آیت الکرسی نہ پڑھے تو یہ کلمہ پڑھ لے:

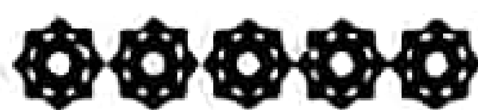
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ---

یہ بھی کافی ہوگا اور اگر کوئی مکروہ اوقات (سورج کے طلوع و غروب اور نصف النہار کے وقت) مسجد میں آئے اور اس وقت تحیۃ المسجد (کی دو رکعتیں) نہ پڑھ سکے، تو یہی چار کلمے پڑھ لے، غرض حاصل ہو جائے گی"---

صبح کی نماز کے بعد کی دعا

اَللّٰهُمَّ زِدْ نُوْرَنَا وَ زِدْ سُرُوْرَنَا وَ زِدْ حُضُوْرَنَا وَ زِدْ مَعْرِفَتَنَا وَ زِدْ طَاعَتَنَا وَ زِدْ نِعْمَتَنَا وَ زِدْ مَحَبَّتَنَا وَ زِدْ عِشْقَنَا وَ زِدْ شَوْقَنَا وَ زِدْ ذَوْقَنَا وَ زِدْ حَوْلَنَا وَ زِدْ قُوَّتَنَا وَ زِدْ قُبُوْلَنَا وَ زِدْ اُنْسَنَا وَ زِدْ عِلْمَنَا وَزِدْ حِلْمَنَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ---

"یا اللہ! بڑھا ہمارے نور کو اور ہمارے سرور کو اور ہمارے حضور کو اور ہماری معرفت کو اور ہماری اطاعت کو اور ہماری نعمت کو اور ہماری محبت کو اور ہمارے عشق کو اور ہمارے شوق کو اور ہمارے ذوق کو اور گناہ سے پھرنے کو اور اطاعت کی قوت کو اور قبولیت کو اور اُنس کو اور علم کو اور حلم کو اپنی رحمت سے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مہربانوں میں"---



پہلی قسط

اخلاق و کردار

شیخ الحدیث عبدالمصطفیٰ اعظمی

محمد ﷺ یعنی وہ حرفِ نخستیں کلکِ فطرت کا
کیا جس نے مکمل نسخۂ "اخلاقِ انسانی"

چند بری باتیں

ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ بری خصلتوں اور خراب عادتوں سے اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو بچائے رکھے اور نیک خصلتوں اور اچھی عادتوں کو خود بھی اختیار کرے اور اپنے سب متعلقین کو بھی اس پر کاربند ہونے کی انتہائی تاکید کرے۔ یوں تو اچھی عادتوں اور بری عادتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مگر ہم یہاں ان چند بری خصلتوں اور خراب عادتوں کا ذکر کرتے ہیں، جن میں اکثر مسلمان، خصوصاً عورتیں گرفتار ہیں اور ان بری عادتوں کی وجہ سے لوگ اپنے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر کے دونوں جہاں کی سعادتوں سے محروم ہو رہے ہیں:

1 غصّہ

بے محل اور بے موقع، بات بات پر بکثرت غصہ کرنا، یہ بہت خراب عادت ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان غصہ میں آ کر دنیا کے بہت سے بنائے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے اور کبھی کبھی غصہ کی جھلاہٹ میں خداوند کریم ﷻ کی ناشکری اور کفر کا کلمہ بکنے لگتا ہے اور اپنے ایمان کی دولت کو غارت اور برباد کر ڈالتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بے محل اور بات بات پر غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے مگر بہت ہی تھوڑا ہو''---

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غصہ مت کر''---

اس نے کہا: ''کچھ اور ارشاد فرمائیے''---

تو آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا: ''غصہ مت کر''---

غرض کئی بار اس شخص نے دریافت کیا مگر ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا:

''غصہ مت کرو''---

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ [مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ۴۳۳/ احیاء العلوم، جلد۳، صفحہ۱۶۵، مصری]

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے''---[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ۴۳۳ مجتبائی]

غصہ کب برا، کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے، نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے، اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے اور اگر برمحل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوکے، پیاسے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چوں کہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے، اس لیے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کے تم کو غصہ آ گیا اور تم نے بندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا،

توچوں کہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی برمحل ہے، لہٰذا یہ غصہ برا نہیں، بلکہ اچھا ہے۔

حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے، یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے۔ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے، اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے لازم ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس کو چاہیے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے، اس لیے کہ بے محل اور معز غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے، اس لیے وضو، غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے'' ---[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ۴۳۴، مجتبائی]

ایک اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ:

''اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو آدمی کو چاہیے کہ فوراً بیٹھ جائے، تو غصہ اتر جاتا ہے اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے، تاکہ غصہ ختم ہو جائے'' ---[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ۴۳۴]

2 حسد

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا، آسودہ حال دیکھ کر دل جلانا اور اس کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا، اس خراب جذبہ کا نام ''حسد'' ہے۔ یہ بہت ہی خبیث عادت اور نہایت ہی بری بلا اور گناہِ عظیم ہے۔ حسد کرنے والے کی ساری زندگی جلن اور گھٹن کی آگ میں جلتی رہتی ہے اور اسے چین اور سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیارے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے:

''حسد کرنے والے کے حسد سے آپ خدا کی پناہ مانگتے رہیے'' ---

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے'' ---[احیاء العلوم، جلد۳، صفحہ۱۸۷، مصری]

اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

''تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو''---[ایضاً]

حسد اس لیے بہت بڑا گناہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں آدمی اس نعمت کے قابل نہیں تھا، اس کو یہ نعمت کیوں دی ہے؟ اب تم خود ہی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟

حسد کا علاج

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

''حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں، میرے حسد سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا، بلکہ میرے حسد کا نقصان دین و دنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ مخواہ دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں، میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور میں اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کہ پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے، جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں، اللہ کے نزدیک چوں کہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چوں کہ ان کا اہل نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی''---[ایضاً، صفحہ ۱۹۶]

سچ ہے:

اُس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

3 لالچ

یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو جو رزق ونعمت اور مال ودولت یا جاہ ومرتبہ ملا ہے، اس پر راضی ہو کر قناعت کر لینا چاہیے۔ دوسروں کی دولتوں اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر خود کو بھی اس کو حاصل کرنے کے پھیر میں پریشان حال رہنا اور غلط وصحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنا، یہی جذبہ حرص ولالچ کہلاتا ہے اور حرص وطمع درحقیقت انسان کی ایک پیدائشی خصلت ہے۔

چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

''اگر آدمی کے پاس دو میدان بھر کر سونا ہو جائے تو وہ پھر ایک تیسرے میدان کو طلب کرے گا کہ وہ بھی سونے سے بھر جائے اور ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص اس سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا''---[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ ۴۵۰ مجتبائی]

اور ایک حدیث شریف میں ہے:

''ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں، ایک امید اور دوسری مال کی محبت''---[احیاء العلوم، جلد۳، صفحہ ۲۳۸]

لالچ اور حرص کا جذبہ خوراک، لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت، غرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ اگر لالچ کا جذبہ کسی انسان میں بڑھ جاتا ہے تو وہ انسان طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بے مروتی کے کاموں میں پڑ جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی نہیں چوکتا؟ بلکہ سچ پوچھیے تو حرص وطمع اور لالچ درحقیقت ہزاروں گناہوں کا سرچشمہ ہے، اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔

لالچ کا علاج

اس قلبی مرض کا علاج صبر وقناعت ہے، یعنی جو خدا کی طرف سے بندے کو مل جائے، اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجالائے اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، اس وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر، انسان کی روزی،

انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بدنصیبی، یہی انسان کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا، وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا، وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اسی طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نور چمک اٹھے گا اور حرص و لالچ کا اندھیرا بادل چھٹ جائے گا۔ یاد رکھو:

حرص ذلت بھری فقیری ہے
جو قناعت کرے، تونگر ہے

4 کنجوسی

بخیلی بہت ہی منحوس خصلت ہے۔ بخیل مال رکھتے ہوئے کھانے، پینے، پہننے اور اوڑھنے، وطن اور سفر، ہر جگہ، ہر حال میں، ہر چیز میں، ہر قسم کی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے اور کوئی بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، انسانوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے، جہنم سے قریب ہے اور یقیناً سخی جاہل، عبادت گزار بخیل سے زیادہ اللہ کو پیارا ہے" --- [مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۵، مجتبائی]

اور حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا" --- [مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۵، مجتبائی]

اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے:

"دو خصلتیں ایسی ہیں، جو دونوں ایک ساتھ مومن میں اکٹھی جمع نہیں ہوں گی، ایک کنجوسی اور دوسری بداخلاقی" --- [ایضاً]

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں بری ہیں اور یہ دونوں بری خصلتیں مومن میں ایک ساتھ نہیں پائی جائیں گی۔ مومن اگر بخیل ہوگا تو بداخلاق نہیں ہوگا اور اگر بداخلاق ہوگا تو بخیل نہیں ہوگا اور اگر تم کسی بخیل، منحوس آدمی کو دیکھو کہ وہ بخیل بھی ہے اور بداخلاق بھی ہے، تو سمجھ لو

کہ اس کے ایمان میں کچھ فتور ضرور ہے اور یہ کامل درجے کا مسلمان نہیں ہے۔

بخل کا علاج

حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''کنجوسی ایک ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج بے حد دشوار ہے۔ خصوصاً بڈھا آدمی اگر بخیل ہو تو وہ تقریباً لا علاج ہے اور کنجوسی کا سبب مال کی محبت ہے، جب تک مال کی محبت دل سے زائل نہیں ہو گی، کنجوسی کی بیماری رفع نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی اس کے دو علاج بہت ہی کامیاب اور کار آمد ہیں اور وہ یہ ہیں:

- اوّل یہ کہ آدمی یہ سوچے کہ مال کے مقاصد کیا ہیں اور میں کس لیے پیدا کیا گیا ہوں؟ اور مجھے دنیا میں مال جمع کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عالم آخرت کے لیے بھی ذخیرہ جمع کرنا چاہیے۔ جب یہ خیال دل میں جم جائے گا، تو پھر دل میں دنیا کی بے ثباتی اور عالم آخرت کا دھیان پیدا ہو گا اور ناگہاں دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو جائے گا کہ دنیا اور دنیا کے مال و اسباب سے بے رغبتی اور نفرت پیدا ہونے لگے گی۔ پھر بخیلی اور کنجوسی کی بیماری خود بخود دفع ہو جائے گی اور جذبۂ سخاوت اس طرح پیدا ہو جائے گا، کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے اس کو لذت محسوس ہونے لگے گی۔
- دوسرا علاج یہ ہے کہ بخیلوں اور سخی لوگوں کی حکایات پڑھے اور عالموں سے بکثرت اس قسم کے واقعات سنتا رہے کہ بخیلوں کا انجام کتنا برا ہوا ہے اور سخی لوگوں کا انجام کتنا اچھا ہوا ہے۔ اس قسم کے واقعات و حکایات پڑھتے پڑھتے، سنتے سنتے بخیلی سے نفرت اور سخاوت کی رغبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ کنجوسی کا مرض زائل ہو جاتا ہے''۔---[احیاء العلوم، جلد ۳، صفحہ ۲۶۲، وغیرہ]

5 تکبّر

یہ شیطانی خصلت اتنی بری اور اس قدر تباہ کن عادت ہے کہ یہ بھوت بن کر جس انسان کے سر پر سوار ہو جائے، سمجھ لو کہ اس کی دنیا و آخرت کی تباہی یقینی ہے۔ شیطان اپنی اس منحوس خصلت کی وجہ سے مردودِ بارگاہِ الٰہی ہوا اور خداوندِ قہار و جبار نے لعنت کا طوق اس کے گلے میں پہنا کر اس کو جنت سے نکال دیا۔

تکبر کے معنی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔ یہی جذبہ شیطان ملعون کے دل میں پیدا ہو گیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا، تو فرشتے چوں کہ تکبر کی نحوست سے پاک تھے، اس لیے سب فرشتوں نے سجدہ کر لیا لیکن شیطان کے سر میں تکبر کا سودا سمایا ہوا تھا، اس نے اکڑ کر کہہ دیا کہ:

﴿اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۝﴾---[الاعراف:۱۲]

''میں اس سے (حضرت آدم علیہ السلام سے) اچھا ہوں، اے اللہ! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا''---

اس ملعون نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے سے حقیر سے سمجھا اور سجدہ نہیں کیا۔

یاد رکھو! جس آدمی میں تکبر کی شیطانی خصلت پیدا ہو جائے گی، اس کا وہی انجام ہوگا، جو شیطان کا ہوا کہ وہ دونوں جہاں میں خداوند قہار و جبار کی پھٹکار سے مردود اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

یاد رکھو کہ تکبر خدا کو بے حد ناپسند اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''جس شخص کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا، وہ جہنم میں نہیں داخل ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا''---

[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ ۴۳۳، مجتبائی]

ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے:

''میدانِ محشر میں تکبر کرنے والوں کو اس طرح لایا جائے گا کہ ان کی صورتیں تو انسانوں کی ہوں گی مگر ان کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور یہ ذلت و رسوائی میں گھرے ہوئے گے اور یہ لوگ گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لائے جائیں گے اور جہنم کے اس جیل خانہ میں قید کر دیے جائیں گے، جس کا نام ''بولس'' (ناامیدی) ہے اور وہ ایسی آگ میں جلائے جائیں گے، جو تمام آگوں کو جلا دے گی، جس کا نام ''نار الانیار'' ہے اور ان لوگوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا''---[ایضاً]

پیاری بہنو اور عزیز بھائیو! کان کھول کر سن لو کہ تم لوگ جو کھانے اور کپڑے، چال چلن، مکان و سامان، تہذیب و تمدن، مال و دولت ہر چیز میں اپنے کو دوسروں سے اچھا اور دوسرے کو اپنے سے حقیر سمجھتے رہتے ہو، اسی طرح بعض علماء اور بعض عبادت گزار علم و عبادت میں اپنے کو

دوسروں سے بہتر اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھ کر اکڑتے ہیں، یہی تکبر ہے، خدا کے لیے اس شیطانی عادت کو چھوڑ دو اور تواضع وانکساری کی عادت ڈالو۔ یعنی دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اپنے کو ہر چیز میں دوسروں سے کم تر سمجھو۔

حدیث شریف میں ہے:

''جو شخص اللہ کے لیے تواضع وانکساری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمادے گا، وہ خود کو چھوٹا سمجھے گا مگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کی نگاہوں میں اس کو عظمت والا بنادے گا اور جو شخص گھمنڈ اور تکبر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو پست کردے گا۔ وہ خود کو بڑا سمجھے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کو تمام انسانوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل بنادے گا''۔۔۔

گھمنڈ کا علاج

گھمنڈ اور تکبر کا علاج یہ ہے کہ غریبوں اور مسکینوں کی صحبت میں رہنے لگے اور ان لوگوں کی خدمت کرے۔ تواضع وانکسار کا طریقہ اختیار کرے اور اپنے دل میں یہ ٹھان لے کہ میں ہر مسلمان کی تعظیم اور اس کا اعزاز واکرام کروں گا، خواہ اس کے کپڑے کتنے ہی میلے کیوں نہ ہوں، میں اس کو برابر بٹھاؤں گا اور ہر وقت اس کا دھیان رکھے کہ خداوند کریم کا شکر ہے کہ مجھ کو اس نے دوسروں سے اچھا بنادیا ہے لیکن وہ جب چاہے مجھ کو سارے جہان سے بدتر بنا سکتا ہے۔ اپنی کم تری اور کوتاہی کا خیال اگر دل میں جم گیا تو تکبر کا بھوت لاکھوں کوس دور بھاگ جائے گا۔

6 چغلی

یعنی کسی کی بات سن کر کسی دوسرے سے اس طور پر کہہ دینا کہ دونوں میں اختلاف اور جھگڑا ہو جائے، یہ بہت بڑا گناہ اور بہت خراب عادت ہے۔ تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ حدیث شریف میں چغل خوری کو رسول اللہ ﷺ نے گناہِ کبیرہ بتایا ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث شریف میں یہ آیا ہے:

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔۔۔

اور ایک حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے:

''تم لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ وہ ہے، جو ادھر ادھر کی باتوں میں لگائی بجھائی کرکے مسلمان بھائیوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈالتا ہے''۔۔۔

اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی فرمانِ رسول ﷺ ہے:

"چغل خور کو آخرت سے پہلے اس کی قبر میں عذاب دیا جائے گا"——

اس کے علاوہ چغلی کی برائی کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

[احیاء العلوم، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵]

مسلمان بھائیو اور بہنو! کسی کی کوئی بات سنو تو خوب سمجھ لو کہ تم اس بات کے امین ہو گئے۔ اگر دوسروں تک اس بات کے پہنچانے میں کوئی دین و دنیا کا فائدہ ہو، جب تو تم ضرور اس بات کا چرچا کرو، لیکن اگر اس بات کو دوسروں تک پہنچانے میں دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا اندیشہ ہو تو خبردار خبردار، ہرگز کبھی بھی اس کا نہ چرچا کرو اور اس گناہ کا دنیا میں بھی تم پر یہ وبال پڑے گا کہ تم سب کی نگاہوں میں بے وقار اور ذلیل و خوار ہو جاؤ گے اور آخرت میں بھی عذابِ جہنم کے حق دار ٹھہرو گے۔

7 غیبت

کسی کو غائبانہ برا کہنا یا پیٹھ پیچھے اس کا کوئی عیب بیان کرنا، یہی غیبت ہے۔ چناں چہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟"——

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:

"اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں"——

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تمہارا اپنے بھائی کی ان باتوں کو بیان کرنا، جن کو وہ ناپسند سمجھتا ہے، یہی غیبت ہے"——

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میرے اس دینی بھائی میں واقعی وہ باتیں موجود ہوں تو کیا ان کا ذکر کرنا بھی غیبت کہلائے گا؟"——

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"اگر اس کے اندر وہ باتیں واقعی ہوں گی، جبھی تو تم اس کی غیبت کرنے والے

کہلاؤ گے اور اگر اس میں وہ باتیں نہ ہوں اور تم اپنی طرف سے گھڑ کر کہو گے تو تم اس پر بہتان لگانے والے ہو جاؤ گے، جو ایک دوسرا گناہ کبیرہ ہے، جس کا کرنے والا جہنم کا ایندھن بنے گے"۔ [مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان، صفحہ ۴۱۲]

یاد رکھو! کہ غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہاں تک فرمایا:

اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا ۔۔۔[ایضاً، صفحہ ۴۱۵]

"غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے"۔۔۔

حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"میں نے معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو کھرچ کھرچ کر نوچ رہے ہیں، میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو دنیا میں لوگوں کی غیبت اور آبرو ریزی کیا کرتے تھے"۔۔۔[احیاء العلوم، جلد ۳، صفحہ ۱۴۱]

یاد رکھو! کہ پیٹھ پیچھے کسی آدمی کی ان باتوں کو بیان کرنا، جن کو وہ پسند نہیں کرتا، یہ غیبت ہے، خواہ اس کا کوئی ظاہری عیب ہو یا باطنی۔ اس کا پیدائشی عیب ہو یا اس کا اپنا پیدا کیا ہوا، اس کے بدن، اس کے کپڑوں، اس کے خاندان و نسب، اس کے اقوال و افعال، چال ڈھال، اس کی بول چال، غرض کسی عیب کو بھی بیان کرنا یا طعنہ مارنا، یہ سب غیبت ہی میں داخل ہے، لہٰذا اس غیبت کے گناہ سے ہر مسلمان مرد و عورت کو بچنا لازم اور ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾۔۔۔[الحجرات:۱۲]

"اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمھیں گوارہ نہ ہوگا"۔۔۔

مطلب یہ ہے کہ غیبت اس قدر گناہ اور گھناؤنا گناہ ہے، جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ تو جس طرح تم ہرگز ہرگز کبھی یہ گوارہ نہیں کر سکتے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کی لاش کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاؤ، اسی طرح ہرگز ہرگز کبھی کسی کی غیبت مت کیا کرو۔

کن کن لوگوں کی غیبت جائز ہے؟

حضرت علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ شرعی اغراض و مقاصد کے لیے کسی کی غیبت کرنی جائز اور مباح ہے اور اس کی چھ صورتیں ہیں:

اوّل: مظلوم کا حاکم کے سامنے کسی ظالم کے ظالمانہ عیوب کو بیان کرنا، تا کہ اس کی دادرسی ہو سکے۔

دوم: کسی شخص کی برائیوں کو روکنے کے لیے کسی صاحبِ اقتدار کے سامنے اس کی برائیوں کو بیان کرنا، تا کہ وہ اپنے رعب داب سے اس شخص کو برائیوں سے روک دے۔

سوم: مفتی کے سامنے فتویٰ طلب کرنے کے لیے کسی کے عیوب کو پیش کرنا۔

چہارم: مسلمانوں کو شر و فساد اور نقصان سے بچانے کے لیے کسی کے عیوب کو بیان کر دینا۔ مثلاً جھوٹے راویوں، جھوٹے گواہوں، بد مذہبوں کی گمراہیوں، جھوٹے مصنفوں اور واعظوں کے جھوٹ اور ان لوگوں کے مکر و فریب کو لوگوں سے بیان کر دینا، تا کہ لوگ گمراہی کے نقصان سے بچ جائیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے بارے میں مشورہ کرنے والے سے فریقِ ثانی کے واقعی عیبوں کو بتا دینا یا خریداروں کو نقصان سے بچانے کے لیے سامان یا سودا بیچنے والے کے عیوب سے لوگوں کو آگاہ کر دینا۔

پنجم: جو شخص علی الاعلان فسق و فجور اور قسم قسم کے گناہوں کا مرتکب ہو۔ مثلاً چور، ڈاکو، زناکار، خیانت کرنے والا، ایسے اشخاص کے عیوب کو لوگوں سے بیان کر دینا، تا کہ لوگ نقصان سے محفوظ رہیں اور ان لوگوں کے پھندوں میں نہ پھنسیں۔

ششم: کسی شخص کی پہچان کرانے کے لیے اس کے کسی مشہور عیب کو اس کے نام کے ساتھ ذکر کر دینا۔ جیسے حضرات محدثین کا طریقہ ہے کہ ایک ہی نام کے چند راویوں میں امتیاز اور ان کی پہچان کے لیے اعمش (چندھا)، اعرج (لنگڑا)، اعمیٰ (اندھا)، احول (بھینگا) وغیرہ عیبوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں، جس کا مقصد ہرگز ہرگز نہ توہین و تنقیص ہے، نہ ایذا رسائی، بلکہ اس کا مقصد صرف راویوں کی شناخت اور ان کی پہچان کا نشان بتانا ہے۔

[نووی علی المسلم، صفحہ ۳۲۲]

اوپر ذکر کی ہوئی صورتوں میں چوں کہ کسی کے عیبوں کو بیان کر دیا ہے، اس لیے بلا شبہ یہ غیبت تو ہے، لیکن ان صورتوں میں شریعت نے جائز رکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی غیبت کر دے، تو کوئی

حرج ہے نہ کوئی گناہ۔ بلکہ بعض صورتوں میں اس قسم کی غیبت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایسے موقعوں پر کہ اگر تم نے کسی کے عیب کو نہ بیان کر دیا تو کسی مسلمان کے نقصان میں پڑ جانے کا یقین یا غالب گمان ہو۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان رقم لے کر جا رہا ہو اور ایک سفید پوش ڈاکو، تسبیح و مصلّٰی لیے ہوئے بزرگ بنا اس مسلمان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو اور مسلمان بالکل ہی اس ڈاکو کے بارے میں لاعلم ہو اور تم کو یقین ہے کہ یہ ڈاکو ضرور ضرور اس بھولے بھالے مسلمان کو دھوکا دے کر لوٹ لے گا اور تم اس ڈاکو کے عیب کو جانتے ہو تو اس صورت میں ایک بھولے بھالے مسلمان کو نقصان سے بچانے کے لیے ڈاکو کے عیب کو اس مسلمان سے بیان کر دینا تم پر واجب ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است

اگر خاموش مے مانی گناہ است

"اگر تم دیکھو کہ ایک اندھا جا رہا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے تو تم پر لازم ہے کہ اندھے کو بتا دو کہ تیرے آگے کنواں ہے، اس سے بچ کر چل اور اگر تم اس کو دیکھ کر چپ رہ گئے اور اندھا کنویں میں گر پڑا تو یقیناً تم گناہ گار ٹھہرو گے"---

8 بہتان

جھوٹ موٹ اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر کوئی الزام یا عیب لگانا، اس کو افتراء، تہمت اور بہتان کہتے ہیں۔ یہ بہت خبیث اور ذلیل عادت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ خاص کر کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کاری کی تہمت لگانا، یہ تو اتنا بڑا گناہ ہے کہ شریعت کے قانون میں اس شخص کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور عمر بھر کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن یہ شخص دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔

9 جھوٹ

یہ وہ گندی، گھناؤنی اور ذلیل عادت ہے کہ دین و دنیا میں جھوٹے کا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ جھوٹا آدمی ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے اور ہر مجلس اور ہر انسان کے سامنے بے وقار اور بے اعتبار ہو جاتا ہے اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرما دیا:

﴿لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾---[آل عمران:۶۱]

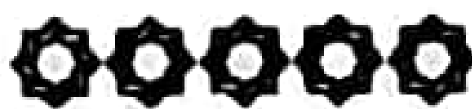
"(کان کھول کو سن لو کہ) جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے"---

وہ خدا کی رحمتوں سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں اور بہت سی حدیثوں میں جھوٹ کی برائیوں کا بیان ہے، اس لیے یاد رکھو کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اس لعنتی عادت سے زندگی بھر بچتا رہے۔ بہت سے ماں باپ، بچوں کو چپ کرانے کے لیے ڈرانے کے طور پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ چپ رہو، گھر میں "ماؤں" بیٹھا ہے۔ یا چپ رہو صندوق میں لڈو رکھے ہوئے ہیں، تم روؤ گے تو سب لڈو دھول مٹی ہو جائیں گے۔ حالاں کہ نہ گھر میں "ماؤں" ہوتا ہے، نہ صندوق میں لڈو ہوتا ہے، نہ رونے سے لڈو دھول مٹی ہو جاتا ہے، تو خوب سمجھ لو، یہ سب بھی جھوٹ ہی ہے۔ اس قسم کی بولیاں بول کر ماں باپ گناہِ کبیرہ کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی باتوں کو لوگ جھوٹ نہیں سمجھتے، حالاں کہ یقیناً ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو، وہ جھوٹ ہے اور ہر جھوٹ حرام ہے، خواہ بچے سے جھوٹی بات کہو یا بڑے سے، آدمی سے جھوٹی بات کہو یا جانور سے، جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے اور جھوٹ حرام ہے۔

کب اور کون سا جھوٹ جائز ہے؟

کافر یا ظالم سے اپنی جان بچانے کے لیے یا دو مسلمانوں کو جنگ سے بچانے اور صلح کرانے کے لیے اگر کوئی جھوٹ بات بول دے تو شریعت نے اس کی رخصت دی ہے، مگر جہاں تک ہو سکے اس موقع پر بھی ایسی بات بولے اور ایسے الفاظ منہ سے نکالے کہ کھلا ہوا جھوٹ نہ ہو بلکہ کسی معنی کے لحاظ سے وہ صحیح بھی ہو، اس کو عربی زبان میں "توریہ" کہتے ہیں۔ مثلاً ڈاکو نے تم سے پوچھا کہ تمہارے پاس مال ہے کہ نہیں؟ اور تم کو یقین ہے کہ اگر میں اقرار کروں گا، تو ڈاکو مجھے قتل کر کے میرا مال لوٹ لے گا، تو اس وقت تم یہ کہہ دو کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے اور نیت یہ کر لو کہ میری جیب یا میرے ہاتھ میں کوئی مال نہیں ہے، بکس یا جھولے میں ہے، تو اس معنی کے لحاظ سے تمہارا یہ کہنا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے، یہ سچ ہے اور اس معنی کے لحاظ سے کہ میری ملکیت میں کوئی مال نہیں ہے، یہ جھوٹ ہے۔ اسی قسم کے الفاظ کو عربی میں "توریہ" کہا جاتا ہے اور جہاں جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں فلاں موقعوں پر مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے، اس کا یہی مطلب ہے کہ "توریہ" کے الفاظ بولے اور اگر کھلا ہوا جھوٹ بولنے پر کوئی مسلمان مجبور کر دیا جائے، تو اس کو لازم ہے کہ وہ دل سے جھوٹ کو برا جانتے ہوئے جان و مال بچانے کے لیے صرف زبان سے جھوٹ بول دے اور اس سے توبہ کر لے۔ (و اللہ تعالیٰ اعلم)

[جاری ہے]



پہلی قسط

نیت کی اہمیت

علامہ ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

چند قواعدِ فقہیہ کی وضاحت

قاعدہ نمبر ۱:

لَا ثَوَابَ اِلَّا بِالنِّیَّۃِ---"ثواب کا دارومدار نیت پر ہے"---

اس قاعدہ کی اصل اور بنیاد حضور نبی رحمت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ---[بخاری شریف]

"حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اعمال صرف نیتوں کے ساتھ ہیں"---

مذکورہ حدیثِ طیبہ کی وضاحت میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَوَابُ الْاَعْمَالِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِالنِّیَّۃِ---

"اعمال کا ثواب نیتوں کے بغیر حاصل نہیں ہوگا"---

نیّت کی تعریف

فِی اللُّغَۃِ اَلْقَصْدُ کَمَا فِی الْقَامُوْسِ نَوَی الشَّیْءَ---

''لغت میں نیت کا معنی ارادہ کرنا ہے، جیسا کہ قاموس میں ہے، نَوَی الشَّیْئَ (اس نے کسی شے کا قصد کیا)''---

شرعی تعریف

تَوَجُّهُ الْقَلْبِ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِوَجْهِ اللّٰهِ---[مرقات، جلد۱، صفحہ۴۰]

''اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے''---

اَلْاِرَادَةُ الْمُتَوَجِّهَةُ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ امْتِثَالاً لِحُکْمِهٖ---[بیضاوی شریف]

''اللہ تعالیٰ ﷻ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کے حکم کی پیروی کرنے کے لیے کسی کام کی طرف متوجہ ہونے والا ارادہ، نیت کہلاتا ہے''---

قَصْدُ الطَّاعَةِ وَ التَّقَرُّبِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ اِیْجَادِ الْفِعْلِ---[التلویح]

''کسی کام کے کرنے میں اللہ تعالیٰ ﷻ کی اطاعت اور اس کے قرب کے حصول کا قصد کرنا نیت کہلاتا ہے''---

ان تعریفات کی روشنی میں مذکورہ قاعدہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک کوئی عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اُس کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے پورے انہماک اور کامل توجہ سے نہ کیا جائے، تب تک اس پر ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ قاعدہ مختصر ہے مگر مسائل میں استعمال کے لحاظ سے انتہائی وسیع ہے۔

مثالیں

❶ ......تمام عبادات کے صحیح ہونے کے لیے نیت کا ہونا بنیادی شرط ہے، کیوں کہ اسی کے ذریعہ عبادت کو عادت سے ممتاز کیا جاتا ہے۔

❷ ......زکوٰۃ کی ادائیگی بھی تب صحیح ہوتی ہے، جب زکوٰۃ ادا کرتے وقت یا اپنے مال سے مالِ زکوٰۃ الگ کرتے وقت نیت کی جائے۔ اسی لیے احناف کے معتمد علیہ قول کے مطابق زکوٰۃ بالاکراہ جائز نہیں ہوتی، جیسا کہ ''محیط'' میں ہے:

وَ مَنِ امْتَنَعَ عَنْ اَدَاءِ الزَّکٰوةِ فَالسَّاعِیْ لَا یَاْخُذُ مِنْهُ کَرْهًا وَّ لَوْ اَخَذَ لَا یَقَعُ

عَنِ الزَّکٰوۃِ لِکَوْنِھَا بِلَا اِخْتِیَارٍ وَّ لٰکِنْ یُّجْبِرُہٗ بِالْحَبْسِ لِیُؤَدِّیَ بِنَفْسِہٖ---

''جس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو زکوٰۃ وصول کرنے والا جبراً اس سے وصول نہ کرے اور اگر اس نے وصول کی تو اس کی جانب سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کی رضا کے بغیر وصول کی گئی ہے۔ لیکن عامل (زکوٰۃ وصول کرنے والا) ایسے حالات میں بذریعہ حبس (قید) اسے مجبور کر سکتا ہے تا کہ وہ بذاتِ خود زکوٰۃ ادا کرے''---

اسی طرح حاشیہ کنز میں موجود ہے:

شَرْطُ صِحَّۃِ اَدَاءِ الزَّکٰوۃِ النِّیَّۃُ وَقْتَ الْاَدَاءِ لِاَنَّھَا عِبَادَۃٌ فَلَا تَصِحُّ بِدُوْنِ النِّیَّۃِ وَقْتَ الْاَدَاءِ کَسَائِرِ الْعِبَادَاتِ---[صفحہ ۵۶]

''زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے ادائیگی کے وقت نیت کرنا شرط ہے۔ کیوں کہ یہ عبادت ہے، اسی لیے دیگر عبادات کی طرح ادائیگی کے وقت نیت نہ کرنے سے صحیح نہیں ہوتی''---

①...... دیگر عبادات مثلاً روزہ، حج اور اعتکاف کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے بھی نیت ضروری ہے۔ انھیں فرض، واجب، سنت اور نفل میں سے جس نیت کے ساتھ ادا کیا جائے، اسی حکم کے ساتھ ادا ہوں گے اور اسی کے مطابق اجر بھی مرتب ہوگا۔

②...... عبادات کی طرح قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کی نیت کرنا، جہاد کے وقت إعلائے کلمۃ الحق کا قصد کرنا اور وصیت و وقف وغیرہ میں قربت کا ارادہ کرنا، حصولِ ثواب کے لیے ضروری ہے۔

③...... نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے مگر غلبۂ شہوت کی صورت میں واجب ہے۔ اس کے متعلق احناف کا مؤقف یہ ہے:

اِنَّہٗ اَقْرَبُ اِلَی الْعِبَادَاتِ حَتّٰی اَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِہٖ اَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّیْ لِمَحْضِ الْعِبَادَۃِ---[الاشباہ و النظائر، صفحہ ۲۳]

''بے شک نکاح عبادت کے زیادہ قریب ہے، یہاں تک کہ صرف عبادت کی نیت سے خلوت نشینی اختیار کرنے کی نسبت نکاح کرنا افضل ہے''---

اور اس کی تائید حضور نبی رحمت ﷺ کے ارشادِ گرامی سے بھی ہوتی ہے:

مَنْ کَانَ عَلٰی دِیْنِیْ وَ دِیْنِ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمَانَ وَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فَلْیَتَزَوَّجْ وَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ اِلَیْہِ سَبِیْلًا فَلْیُجَاھِدْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ---[کنز الدقائق، صفحہ ۹۷]

''جو میرے دین اور حضرات داؤد، سلیمان اور ابراہیم علیہم السلام کے دین پر ہے، اسے چاہیے کہ وہ شادی کرے اور اگر اس کی قدرت نہ پائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے''---

تو چوں کہ یہ عبادت کے قریب ہے، اس لیے حصولِ ثواب کے لیے اس میں بھی نیت کرنا ضروری ہے اور اس کی نیت یہ ہے:

اَنْ یَّقْصُدَ اِعْفَافَ نَفْسِہٖ وَ تَحْصِیْنَھَا وَ حُصُوْلَ وَلَدٍ---[الاشباہ و النظائر]

''آدمی اپنی پاک دامنی، عورت کی عصمت کی حفاظت اور بچے کے حصول کی نیت سے نکاح کرے''---

الختصر، مذکورہ تمام احکامات اور کئی دیگر معاملات میں اجر اور جزا کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر نیت خالص ہوگی، تو اس پر اجر و ثواب بھی زیادہ مرتب ہوگا اور اگر نیت میں ریا اور تصنّع وغیرہ کی آمیزش ہوگی، تو پھر اجر و ثواب بھی اسی کے مطابق کم ہوگا۔ و اللہ اعلم بالصواب

قاعدہ نمبر ۲:

اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا---

''اَعمال کے احکام ان کے مقاصد (نیات) کے مطابق ہوتے ہیں''---

اَعمال میں اجر و جزاء کا اِنحصار مقاصد و نیات پر ہوتا ہے اور اغراض و مقاصد میں تغیر رونما ہونے سے ان کے احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کی تائید فرمانِ خداوندی اور ارشادِ نبوی سے ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ، وَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا، وَ مَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ﴾---[الشوریٰ:۲۰]

''جو آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو تو ہم (اپنے فضل و کرم سے) اس کی کھیتی کو اور بڑھا دیں گے اور جو شخص (صرف) دنیا کی کھیتی کا خواہش مند ہے تو ہم اسے اس سے

دیں گے اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا"---

﴿مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾---[آلِ عمران:۱۴۵]

"اور جو شخص دنیا کا فائدہ چاہتا ہے، تو ہم اس کو اس سے دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں"---

اور حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰی......الحدیث---

"اعمال کا اِنحصار صرف نیتوں پر ہے اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے، جس کی اس نے نیت کی"---

مذکورہ آیاتِ مبارکہ اور حدیثِ طیبہ کی روشنی میں قاعدہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو عمل خالصۃً رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کیا جائے اور اس میں کوئی دنیوی غرض و منفعت مقصود نہیں ہوگی، وہ تمام اعمال سے اعلیٰ و ارفع ہوگا اور اس پر مرتب ہونے والا ثواب بھی کامل ہوگا اور اگر کسی عمل میں اطاعتِ خداوندی کے ساتھ ساتھ دنیوی مفاد بھی مطلوب ہوگا، تو پھر دو میں سے اس کی ایک حیثیت ہوگی۔ اگر دنیوی منفعت حلال ہوگی، تو اس کا عمل درست ہوگا مگر دنیوی مقصد کے سبب ثواب کم ہوگا اور اگر دنیوی منفعت حرام ہوگی تو اس کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور حرام مقصود کے سبب باعثِ عقاب ہوگا۔

مثالیں

① فریضۂ حج ادا کرنے والا اگر خالصۃً حکمِ خداوندی کی تعمیل اور خالقِ کائنات کی خوشنودی کا قصد کرتا ہے، تو اس کا حج کامل ہوگا اور اس پر ثواب بھی کامل حاصل ہوگا اور اگر سفرِ حج سے قبل وہ فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تجارت کا قصد بھی کر لیتا ہے، تو چوں کہ قصدِ تجارت شرعاً مباح ہے، اس لیے فریضۂ حج کی ادائیگی درست ہوگی، مگر دنیوی منفعت کی آمیزش کے سبب ثواب کم حاصل ہوگا اور اگر کسی نے حج سے نیت یہ کی کہ حاجی کہلواؤں گا، دوسروں کی نگاہوں میں عزت و شرف بڑھ جائے گا تو گویا اس نے صرف ریا، شہرت اور تصنّع کا قصد کیا، تو چوں کہ ایسی نیت شرعاً حرام ہے، اس لیے ارکانِ حج کی ادائیگی کے باوجود وہ ادا نہیں ہوگا اور اس حرام نیت کے سبب

سوائے مشقت اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

⑨ اگر راستے میں پڑی ہوئی چیز کسی نے اس نیت سے اٹھائی کہ اسے مالک تک پہنچا دے گا، تو اس کا یہ عمل جائز ہوگا اور باعثِ اجر وثواب ہوگا اور اگر ذاتی استعمال کی نیت سے اٹھائی تو وہ غاصب وگنہگار ہوگا اور اس کا یہ عمل باعثِ عتاب ہوگا۔

⑩ میدانِ حرب میں اگر کفار نے اپنے لشکر کے سامنے اپنے ملک کے باسی مسلمانوں یا مسلمان قیدیوں کو بطور سپر (ڈھال) کھڑا کر دیا، تو اس مسلم فوج نے اگر حملہ کرتے وقت کفار کا قصد کیا، تو ان کا یہ اقدام درست ہوگا، اگرچہ اس سے مسلمان بھائیوں کو بھی نقصان پہنچے اور اگر مسلمانوں کے قتال کا قصد کیا، تو پھر ان کا عمل حرام ہوگا۔ جیسا کہ ''الاشباہ و النظائر'' میں ہے:

اَلْكَافِرُ اِذَا تَتَرَّسَ بِالْمُسْلِمِ فَاِنْ رَمَاهُ مُسْلِمٌ فَاِنْ قَصَدَ قَتْلَ الْمُسْلِمِ حَرُمَ وَ اِنْ قَصَدَ قَتْلَ الْكَافِرِ لَا---

⑪ اگر کسی نے بزاز کے پاس کپڑا دیکھا اور زبان سے سبحان اللہ یا درود پاک وغیرہ کے الفاظ کہے اور اس سے مقصود کپڑے کی عمدگی اور اعلیٰ نوعیت کا اظہار ہو تو اس کا یہ عمل مکروہ ہوگا اگر مقصود کپڑے کی عمدگی کا اظہار نہ ہو، تو پھر ایسا کہنا باعثِ اجر ہوگا۔

⑫ اگر آدمی اپنی ضرورت اور حاجت کے سبب بازار جاتا ہے، تو اس کا یہ عمل مباح ہے اور اگر اس کے ساتھ وہ یہ نیت بھی کر لیتا ہے کہ اگر کسی کو برائی کرتے دیکھا تو اسے روک دوں گا، تو اس کا جانا باعثِ ثواب بن جائے گا۔

⑬ میت کو ایصالِ ثواب کے لیے تیسرا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ کیا جاتا ہے، اگر ان سے مقصود صرف یہ ہو اس طرح لوگوں کو جمع کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ ایک امر مستحب ہے، تو لامحالہ ایسا کرنا درست ہے اور اگر نیت یہ ہو کہ ایصالِ ثواب کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ایام مخصوص ہوں اور کھانا اور دیگر اشیاء سامنے ہوں، علاوہ ازیں ایصالِ ثواب نہیں ہوسکتا، تو پھر ایسا کرنا قطعاً درست نہیں اور اگر اسے فرض، واجب کا درجہ دے دیا جائے، تو یقیناً ایسا نظریہ غلط ہے۔ مطلقاً ایصالِ ثواب سنت سے ثابت ہے اور اس کے لیے دن، وقت اور کھانے وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ اگر مصلحت کے پیشِ نظر تعیین کر دی جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

[جاری ہے]



کیا چھوٹے گناہ معمولی ہوتے ہیں؟

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بعض اوقات ایک چھوٹی سی غلطی بڑی خوف ناک ثابت ہوتی ہے۔ معمولی سی بے احتیاطی کا نتیجہ بڑی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ دو آدمیوں میں تلخ کلامی ہو جاتی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ تلخ کلامی مسلح لڑائی میں تبدیل ہو کر نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔ کسی شخص نے سگریٹ کا سلگتا ہوا ٹکڑا بے احتیاطی سے پھینک دیا، قریب کاغذ یا خشک پتے تھے، آگ بھڑک اٹھی اور آناً فاناً قابو سے باہر ہو گئی اور لاکھوں کا نقصان ہو گیا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ استری گرم تھی، بجلی چلی گئی، استری کا سوئچ آف کرنا یاد نہ رہا، رات گئے بجلی آ گئی، استری تیز گرم ہوئی، پاس پڑے ہوئے کپڑوں کو آگ لگ گئی اور جب تک اہل خانہ کو خبر ہوئی مکان کا ایک حصہ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ کسی نے گاڑی غلط جگہ پر پارک کر دی، ٹریفک کا مسئلہ پیدا ہو گیا، کئی لوگ بروقت اپنے اپنے کام پر نہ پہنچ سکے۔ اس طرح کئی قسم کا نقصان ہو گیا۔ ٹریفک سگنل کی خلاف ورزی معمولی بات ہے، مگر بعض اوقات اس کا نتیجہ اس قدر ہولناک ہوتا ہے کہ قیمتی جانیں چلی جاتی ہیں۔ کیلا کھاتے کھاتے اُس کا چھلکا بے احتیاطی سے راستے میں پھینک دیا، ایک آدمی کا پاؤں اُس پر پڑا، وہ بیچارہ پھسلا اور زندگی بھر کے لیے معذور ہو گیا۔

آپ نے دیکھا معمولی سی غلطی انجام کے اعتبار سے کس قدر بھیانک ثابت ہوئی، یہی حال گناہ کا ہے۔ ایسا گناہ جو بظاہر معمولی نظر آتا ہے، اکثر اوقات ہلاکت آفریں اور تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر ہم دورِ جاہلیت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی کئی سال جاری رہنے والی لڑائیوں کی ابتدا بالکل معمولی معمولی باتوں سے ہوئی۔ اُس دَور کی مشہور لڑائی جنگ بسوس قبیلہ شیبان اور قبیلہ تغلب کے درمیان شروع ہو کر چالیس سال سے زیادہ عرصے تک جاری رہی، اس میں فریقین کے ہزاروں آدمی قتل ہو گئے۔ یہ لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک قبیلے کی اونٹنی نے دوسرے قبیلے کے باغ میں واقع ایک پرندے کا گھونسلہ خراب کر دیا تھا اور انڈے توڑ دیے تھے، اس پر باغ کے مالک نے اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔ بس اسی سے ایک دوسرے پر حملے شروع ہو گئے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ پس کسی گناہ کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ إِيَّاكِ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ طَالِبًا---[مسند احمد]

"اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی بچا کرو، کیوں کہ اللہ عز و جل کی طرف سے اِن کی بھی باز پُرس ہو گی"---

قرآن مجید میں ہے کہ جب آدمی کو نامۂ اعمال ملے گا تو وہ اسے دیکھ کر کہے گا:

﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ﴾---[الکہف:۴۹]

"یہ کیسا نوشتہ ہے کہ کوئی چھوٹی بڑی چیز نہیں چھوڑی جو اِس میں درج نہ ہو"---

گویا نامۂ اعمال میں صرف بڑے بڑے گناہ ریکارڈ نہیں ہو رہے بلکہ چھوٹے گناہ بھی درج کیے جا رہے ہیں۔ محتاط طرزِ عمل ہمیشہ اچھا رہتا ہے، دریا میں معمولی پانی سمجھ کر اس میں قدم رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگلے قدم پر کوئی گہرا گڑھا ہو اور وہ غرقابی کا باعث بن جائے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَا تُحَقِّرَنَّ صَغِيْرَةً　　إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى

"کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھو، کیوں کہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے کنکروں سے مل کر بنتے ہیں"---

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول بخاری شریف میں ہے کہ آج تم کئی گناہوں کو کرتے ہوئے اُن کو بال سے بھی کم سمجھتے ہو، حالانکہ ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں اُن کو مہلک گناہوں میں شمار کرتے تھے۔ گناہ کو معمولی سمجھنے سے انسان اُس کے ارتکاب میں دلیر ہو جاتا ہے، حالانکہ گناہ ایسی چیز ہے کہ اس سے دُور رہنا ہی بہتر ہے، خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، کیوں کہ برائی تو بہر حال برائی ہے اور پھر معمولی کی تکرار معمولی کو بھی غیر معمولی بنا دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِیَّاکُمْ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ کَقَوْمٍ نَزَلُوْا فِیْ بَطْنِ وَادٍ فَجَاءَ ذَا بِعُوْدٍ وَ جَاءَ ذَا بِعُوْدٍ حَتّٰی اَنْضَجُوْا خُبْزَتَهُمْ وَ اِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ مَتٰی یُؤْخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا تُهْلِكُهٗ---[مسند احمد]

"چھوٹے گناہوں سے بھی بچو! چھوٹے گناہوں کی مثال اُس قافلے جیسی ہے جو ایک مقام پر نازل ہوا ہو، اُن میں ہر شخص ایک ایک لکڑی لا کر جمع کرتا ہے، پھر وہ لکڑیاں اتنی ہو جاتی ہیں کہ وہ ان سے اپنا کھانا پکا لیتے ہیں اور (یاد رکھو) چھوٹے گناہ گرفت کے وقت انجام دینے والے کے لیے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں"---

ظاہر ہے جس گناہ کو معمولی سمجھا جائے گا اُس کے متعلق احتیاط نہ ہوگی اور اس کا ارتکاب ہوتا رہے گا، جو اُسے سنگین بنا دے گا، مگر جس گناہ کو آدمی بڑا سمجھے، وہ اس کے قریب جانے سے باز رہے گا اور اگر کبھی بڑا گناہ کر بیٹھا تو خوفِ خدا سے کانپ جائے گا، نادم ہوگا، استغفار کرے گا، تو اُس کا وہی بڑا گناہ اللہ کے ہاں چھوٹا ہو جائے گا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے 'تنبیہ الغافلین' میں لکھا ہے کہ گناہ بڑا ہو یا چھوٹا، دس عیوب سے خالی نہیں ہوتا:

پہلا — یہ کہ اس نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا۔

دوسرا — یہ کہ اللہ کے مغضوب ابلیس کو خوش کیا۔

تیسرا — یہ کہ جنت سے دُور ہوا۔

چوتھا — یہ کہ جہنم کے قریب ہو گیا۔

پانچواں — یہ کہ اس نے اپنے محبوب نفس پر ظلم کیا۔

چھٹا — یہ کہ اس نے اپنے نفس کو گندا کر دیا، جس کو اللہ نے پاک پیدا کیا تھا۔

ساتواں — یہ کہ اس نے اپنے ہم نشین فرشتوں کو اذیت پہنچائی جو کہ اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

آٹھواں یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو قبر میں پریشان کیا۔

نواں یہ کہ اس نے رات اور دن کو اپنے اس برے عمل پر گواہ بنایا۔

دسواں یہ کہ اس نے تمام مخلوق سے خیانت کی (یعنی اس کے گناہ کی نحوست سے دوسری مخلوق متاثر ہوئی)

حضرت (امام) باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ گناہوں میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ کسی معصیت کو چھوٹا مت سمجھو، ہوسکتا ہے اسی میں آتشِ غضب پنہاں ہو۔

بدنظری ایسا گناہ ہے کہ جسے عام طور پر گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا اور اگر کوئی سمجھتا ہے تو بہت معمولی گناہ۔ مگر اس کی سنگینی دیکھیے، ابوبکر کتانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک دوست کو بعد از وفات خواب میں دیکھا، اُس سے پوچھا کیا معاملہ ہوا ہے؟ کہنے لگا ایک دفعہ ایک خوب صورت لڑکا میرے پاس سے گزرا، میں نے اس کی طرف دیکھ لیا، اس بدنظری کی پاداش میں شرم کے مارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ستر سال کھڑا رہا، پسینہ پسینہ ہوگیا تھا، پھر اللہ نے اپنے فضل سے معاف فرمادیا۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عابد کی بزرگی کی تعریف وشہرت سنی تو میں اُس کی زیارت کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس نے قبلہ کی جانب تھوک پھینکی، میں اُس کی زیارت کیے بغیر واپس ہوگیا، کیوں کہ جس شخص نے شریعت کے ظاہری آداب کا خیال نہیں رکھا، وہ روحانی اسرار سے کب واقف ہوگا!

نیک کام کرتے وقت قبلہ رو ہونا سعادت مندی اور موجب نجات ہے، اسی طرح سمتِ قبلہ کی بے ادبی گناہ اور نحوست کا باعث ہے۔ مگر عام طور پر اس کو معمولی کام سمجھ کر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''جو شخص قبلہ کی طرف تھوکتا ہے قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ وہی تھوک اس کی آنکھوں کے درمیان چہرہ پر بُرے داغ کی صورت میں ہو گا''---[ابوداؤد]

کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خَلِّ الذُّنُوْبَ صَغِیْرَهَا وَ کَبِیْرَهَا فَهُوَ التُّقٰی

''تو گناہ چھوڑ دے، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، بس یہی تقویٰ ہے''---

رسول اللہ ﷺ نے بعض بظاہر چھوٹے چھوٹے اعمال پر بڑے ثواب کی خوش خبری سنائی ہے یا چھوٹے سے عمل پر بہت زیادہ اجر وثواب کی خبر دی ہے۔ بعض لوگ ایسی احادیث کو سنجیدگی

سے نہیں لیتے اور استہزاء کرتے ہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ کسی معمولی عمل پر بہت زیادہ اجرو ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ اسی طرح وہ کسی بظاہر چھوٹے سے عمل پر گرفت کر لے تو اس کا ہاتھ کوئی روک نہیں سکتا۔ امام طبرانی ﷫ فرماتے ہیں:

ہم طالب علمی کے دور میں شہر بصرہ کی ایک گلی میں سے گزر کر تیز تیز چلتے ہوئے اپنے استاد کے پاس جا رہے تھے، ہمارے ساتھ ایک غیر سنجیدہ طالب علم تھا، وہ اُس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے جس میں کہا گیا ہے کہ طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے ہیں، کہنے لگا کہ اپنے قدموں کو اٹھالو کہیں تم فرشتوں کے پَر نہ توڑ دو۔ اس نے مذاق کے انداز میں یہ بات کہی ہی تھی کہ اس کے پاؤں وہاں سے ہل نہ سکے، اس کی ٹانگیں سوکھ گئیں اور وہ زمین پر گر پڑا۔

پس احکامِ شریعت یا قرآن و حدیث کی باتوں کی تحقیر اور اُن پر استہزاء کے انداز میں تبصرہ سے بچنا چاہیے۔

گناہ تو چھوٹا ہو یا بڑا، آخر گناہ ہی ہے۔ پرہیز گار تو وہ ہیں جو مشکوک چیز سے بھی دُور رہتے ہیں کہ کہیں اُس کا تعلق گناہ سے نہ ہو۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَ اِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ وَ بَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ وَ عِرْضِہٖ وَ مَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ---[صحیح البخاری وصحیح مسلم، کتاب المساقاۃ]

"یقیناً جو حلال ہے وہ واضح اور روشن ہے اور جو حرام ہے وہ بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جو مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ ان (کے شرعی حکم) کو نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ والی چیزوں سے بھی (احتیاطاً) پرہیز کرے وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالے گا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑے گا تو وہ حرام کی حدود میں جا گرے گا"---

ترمذی شریف کی ایک مرفوع حدیث میں ہے:

"بندہ متقی اس وقت ہوتا ہے جب ان جائز امور کو بھی ترک کر دے جن کے ذریعے آگے ناجائز امور میں پڑنے کا خطرہ ہو"---

جب شبہ والی چیز سے بھی دُور رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو گناہ کی بات کا تو کسی طور پر بھی ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

و اصنع کماش فوق ارض الشوک یحذر ما یری

''ایسی زندگی گزار جس طرح کوئی شخص خاردار زمین پر چلتے ہوئے ہر چیز سے خطرہ محسوس کرتا ہے''۔۔۔

مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے بیت الخلاء سے نکلتے ہوئے غلطی سے بایاں قدم باہر رکھ دیا تو فوراً بے ہوش ہو گئے کہ حدیث کی مخالفت سرزد ہو گئی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تو یہ ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھو اور نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر نکالو، جب کہ مسجد کا حکم اس کے برعکس ہے۔

صحیحین کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَخَلَتِ امْرَأَۃٌ النَّارَ فِیْ ھِرَّۃٍ رَبَطَتْھَا فَلَمْ تُطْعِمْھَا وَ لَمْ تَدَعْھَا تَأْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ ۔۔۔[صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق]

''ایک عورت، ایک بلی (نہایت ظالمانہ طریقے سے) مار ڈالنے کے جرم میں آگ میں داخل ہوئی، اس نے اس بلی کو باندھ لیا، پھر نہ تو خود اسے کھانے کو کچھ دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لیتی''۔۔۔

جب انسان پر غسل فرض ہو جائے تو جلد از جلد پاکیزگی اختیار کر لینی چاہیے، کیوں کہ جنبی آدمی نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ مسجد میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ قرآن مجید کو چھو سکتا ہے، اس لیے جنابت کی حالت میں رہنا گناہ کی حالت میں رہنا ہے۔ ایک شخص نے کسی کو خواب میں دیکھا، خواب میں نظر آنے والے نے کہا، مجھے چھوڑ دیجیے، میں بری حالت میں ہوں، کیوں کہ ایک دفعہ میں نے غسلِ جنابت نہیں کیا تھا، جس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کا کپڑا پہنا دیا، اس آگ کے لباس میں دن رات سرگرداں ہوں۔

کسی آدمی نے ایک فوت شدہ نمازی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا موت کے بعد تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک دن وضو کے بغیر نماز پڑھی تھی، جس کی سزا مجھے یہ ملی کہ ایک بھیڑیا مجھ پر مسلط کر دیا گیا ہے، جو مجھے ہر وقت قبر میں ڈراتا رہتا ہے۔ اِس خوف ناک صورتِ حال کی وجہ سے میں بہت بری حالت میں ہوں۔

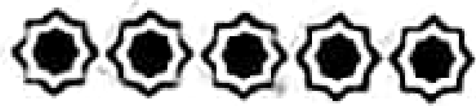
کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے، کیوں کہ ناجائز لقمہ نری ہلاکت ہے۔ بزرگانِ دین اور صلحائے اُمت نے اس ضمن میں قابلِ تقلید مثالیں چھوڑی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک بار کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دودھ پیش کیا، آپ نے پی لیا، پھر اس آدمی سے پوچھا کہ یہ دودھ تم نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اس نے کہا، میں ایک

چشمے پر گیا، وہاں صدقہ کی اونٹنیوں کو پانی پلایا جا رہا تھا، شتر بانوں نے ان کا دودھ دوہا اور اس میں سے کچھ مجھے بھی دیا، وہی دودھ میں نے لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اُنگلی اپنے حلق میں ڈالی اور قے کر کے دودھ نکال دیا، کیوں کہ وہ بیت المال کی اونٹنیوں کا اتنا سا دودھ بھی اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے تھے۔

ایک صالح نوجوان نہر کے کنارے سفر کر رہا تھا، نہر میں ایک سیب تیرتا ہوا آ رہا تھا، اُس نے پکڑا اور کھالیا۔ بعدازاں خیال آیا کہ نمعلوم یہ سیب کس کا تھا اور میں نے مالک کی مرضی کے بغیر کھا لیا! اسی فکر میں آگے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ نہر کے کنارے ایک باغ ہے، جس کے درختوں کی شاخیں پانی پر جھکی ہوئی ہیں، سمجھ گئے کہ وہ سیب اسی باغ کے درخت سے پانی میں گرا تھا۔ چنانچہ وہ صالح نوجوان اس باغ کے مالک کے پاس گیا اور کہا، میں نے آپ کے باغ کا ایک سیب جو کہ نہر کے پانی میں بہا جا رہا تھا، آپ کی اجازت کے بغیر کھالیا ہے، آپ مجھے یہ خطا معاف کر دیں۔ باغ کا مالک بھی صاحب ادراک تھا، کہنے لگا میں تو معاف نہیں کروں گا، جب نوجوان نے منت سماجت کی تو کہنے لگا کہ معافی کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ میری بیٹی سے نکاح کر لو جو آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری اور ٹانگوں سے معذور ہے۔ نوجوان نے چارو ناچار یہ شرط منظور کر لی۔ نکاح ہو گیا، جب نوجوان نے اس لڑکی کو دیکھا تو اس کے اندر کوئی بھی جسمانی عیب نہ تھا، وہ حیران ہوا اور لڑکی کے والد سے پوچھا کہ لڑکی نہ تو اندھی ہے، نہ بہری ہے اور نہ معذور ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری لڑکی اندھی اِس معنی میں ہے کہ اس نے کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا، بہری اِس معنی میں ہے کہ اس کے کان ناجائز اور حرام آوازوں سے پاک رہے، ٹانگوں سے معذور ہونے کا مطلب ہے کہ یہ کسی معصیت کے کام کی طرف چل کر کبھی نہیں گئی۔

یہ صالح نوجوان اور اس کی خوش خصال اور پاک دامن بیوی ہی وہ جوڑا ہے جن کے ہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔

خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ اگرچہ قرآن و حدیث میں کچھ گناہوں کو چھوٹا اور کچھ کو بڑا کہا گیا ہے، مگر ہمیں تفصیلی طور پر اِن گناہوں کی تاثیر کا علم نہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بڑے گناہ کا انجام اِس قدر خطرناک اور ہلاکت خیز نہیں ہوتا جتنا کسی چھوٹے گناہ کا، لہٰذا جو کام گناہ کا ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اُس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔



رفتید ولے نہ از دل ما

فقیہ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نور اللہ قادری نعیمی نوّر اللہ مرقدہ

سال وصال:	۱۴۰۳ھ	۱۹۸۳ء

"زیبا باغ فقر"

۱۴۰۳ھ

قرآنی تاریخ وصال:

﴿اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰت﴾

۱۹۸۳ء

عاشقِ جاں باز "نور اللہ" تھا لاریب وہ — اس کو بخشی کبریا نے تابشِ ایمان و علم

فقر کی حشمت، وجودِ باکرامت اُس کا تھا — اُس کی ذاتِ محترم تھی پیکرِ ایقان و علم

مجھ سے ہاتف نے کہا، اُس باکمال انسان کا

سالِ رحلت ہے "فروغِ مسلکِ عرفان و علم"

۱۹۸۳ء

بخدمت صاحبزادہ والاشان محمد محب اللہ نوری زید فیوضہ

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران آج مندرجہ بالا آیتِ کریمہ پر غور کیا اور بحسابِ ابجد اعداد نکالے تو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا سال وصال (۱۹۸۳ء) برآمد ہوا، اس سے حضرتِ والا درجت کے علمی مقام و مرتبہ کی بہت واضح نشان دہی ہوتی ہے۔ سوچا اسے آپ کی نذر کر دوں۔

تازہ تاریخی قطعہ سال وصال کے ساتھ اسے قبول فرمائیں اور حضرت کے وسیلے سے میری سلامتی ایمان وسعادت دارین کی دعا کریں۔

والسلام

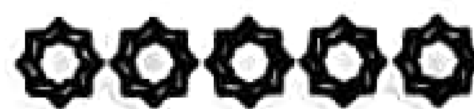
"خاکِ راہِ عاشقانِ محبوبِ بطحا"

۱۴۲۷ھ

دلدادۂ فیضانِ محمد نور اللہ (۱۴۰۳ھ)

محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری

۱۵ر ستمبر ۲۰۰۶ء



اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

شہرِ شب میں اجالے تلاشیں کہاں، سانس لینے پہ قدغن لگی ہے یہاں
حلقۂ جبر میں ہے کوئی ہر گھڑی، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

حیرتوں میں ہے گم سوچ کا کارواں، ہر طرف شہرِ ابہام کا ہے دھواں
ذہنِ انساں سے مٹنے لگی ہر خوشی، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

دین و ایماں سے بھی، نصِ قرآں سے بھی، سرمدی ساعتوں کے شبستاں سے بھی
کچے دھاگے سے کچی ہے وابستگی، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

بے یقینی کے شام و سحر، روز و شب، بے نوائی کی ہے داستاں میری سب
بھیگے موسم میں ہے ریت کا آدمی، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

رات بھر اپنی آنکھوں میں ڈوبا رہا، روزِ روشن میں زخموں کو گنتا رہا
دل گرفتہ ریاضؔ حزیں آج بھی، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

یہ ریاضؔ اپنے اندر کی بنجر زمیں، کیا دکھائے کہ اب پھول کھلتے نہیں
اس کی شام و سحر کھیتیاں ہوں ہری، المدد یا خدا، الکرم یا نبی

ریاض حسین چودھری



فرمان نبوی

زلزلہ اور آفات آسمانی کے اسباب

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب:

''مال غنیمت (قومی دولت) کو ذاتی خزانہ سمجھا جانے لگے، امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے، زکوٰۃ ادا کرنے کو تاوان قرار دیا جائے، علم حاصل کرنے کا مقصد دین پر عمل کرنا نہ ہو (محض دنیا کمانا ہو)، بیٹا، ماں کی نافرمانی کرے اور بیوی کی بات مانے، باپ سے دوری اختیار کرے اور اس کے مقابلے میں دوست کی قربت چاہے، مساجد میں شور ہونے لگے، فاسق (اللہ، رسول کا نافرمان) شخص قبیلے کا سردار بن جائے، ذلیل (اور کمینہ صفت) شخص قوم کا سربراہ ہو، آدمی کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے، گانے والی عورتیں عام ہو جائیں، آلات موسیقی کثرت سے ظاہر ہو جائیں، شراب (عام) پی جانے لگے، اس امت کا آنے والا گروہ پہلوں (کو قدامت پرست سمجھ کر ان) پر لعنت و ملامت کرنے لگے............

فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء و زلزلۃ و خسفا و مسخا و قذفا......

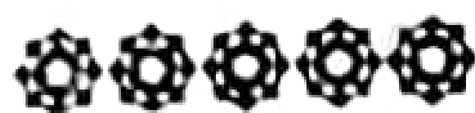
تو ایسی صورت حال میں تم انتظار کرو

(تند و تیز) سرخ آندھیوں کا

(ہیبت ناک) زلزلوں کا

زمین میں دھنسنے کا، صورتوں کے بگڑ جانے کا، پتھروں کی بارش کا، آسمان سے نازل ہونے والے عذاب کا۔ اور یہ (آسمانی عذاب کی) نشانیاں اس طرح ظاہر ہونے لگیں گی، جیسے اگر پرانی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کے دانے مسلسل گرنے لگتے ہیں''---

[جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی اشراط الساعۃ]



دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت

علامہ احمد علی قصوری
صدر مرکز اہل سنت پاکستان

۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ارض پاکستان کے صوبہ سرحد، شمالی علاقہ جات اور وادئ جنت نظیر خطۂ کشمیر میں 7.6 شدت کا جو قیامت خیز، عبرت آمیز، خوف ناک زلزلہ بپا ہوا، اس کے اثرات مابعداب تک جاری ہیں۔ تادم تحریر 4.6 سے لے کر 6.5 شدت تک کے مزید تقریباً 500 زلزلے ریکارڈ کیے جا چکے ہیں۔ ارضیات، ماحولیات، حیاتیات، سماجیات، معاشیات اور دیگر کئی علوم کے ماہرین کے انواع و اقسام کے تبصرے، تجزیے جاری ہیں اور ذرائع ابلاغ سے مسلسل نشر و شائع ہو رہے ہیں۔ ان سطور میں ایمانی، روحانی، اخلاقی حوالوں سے مختصر اشاراتی مطالعہ پیش نظر ہے کہ ماہ نامہ ''نور الحبیب'' بنیادی طور پر انھی اقدار و روایات کا امین و مبلغ اور ترجمان ہے۔ نیز یہ کہ ہمارے نزدیک محض سائنسی، تکنیکی تشریحات اور مادہ پرستانہ توجیہات پر اکتفا کر لینا نہ صرف خسارہ ہے بلکہ پرلے درجے کی حماقت اور گمراہی ہے۔ بری، بحری زلزلوں، سمندری طوفانوں، فضائی آندھیوں، ارضی آفتوں، وباؤں اور آسمانی بلاؤں کی نری سائنسی وجوہ تلاش و بیان کی جا سکتی ہیں لیکن اکثر یہ آدھا، ادھورا سچ ہوتا ہے، پورا سچ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے قادر و قدیر ذات قدسی کی قدرت اور رب حکیم کی حکمت و منشا کے مطابق ساکن، متحرک، چلتی، ڈھلتی اور ڈوبتی، ابھرتی ہے:

﴿وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ﴾---[آل عمران:۱۴۰]

''ہم لوگوں کے درمیان ان ایام کی الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں''---

ذرہ ذرہ دہر کا زندانیٔ تقدیر[۱] ہے
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے
آسماں مجبور ہے، شمس و قمر مجبور ہیں
انجم سیماب پا[۲] رفتار پر مجبور ہیں [اقبال]

اہل زمانہ نے خود اپنے لیے جو بڑی بڑی مصیبتیں اور آفتیں قبول و مسلط کر رکھی ہیں، ان میں ادھورے نظریات، الحادی معتقدات اور خود ساختہ تخیلات اور یک رُخی شخصیات اب عذاب کی صورت اختیار کر چکی ہیں، جن سے بچ بچا کر رہنا ہمارے لیے لازم و واجب ہے۔ یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کائنات کا مالک مطلق اپنی مشیت و قدرت اور مرضی و حکمت کے مطابق اپنی کائنات کے جملہ عناصر، افراد، اقوام کے حالات، کیفیات، معمولات کو جب، جہاں، جس طرح چاہے، ادلتا بدلتا رہتا ہے۔ بے مختار، بے مجبور انسان کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی خوش حالی و نعمت کے وقت سرکش، متکبر، باغی، طاغی ہو کر آپے، جامے سے باہر نہ ہو۔ ابتلاء و مصیبت میں صبر و استغفار اور محنت و دعا کا سلسلہ بحال و برقرار رکھے، راضی برضاء الٰہی رہے اور اپنے حالات میں اپنی بساط کے مطابق مثبت تبدیلی لانے کی کوششیں مسلسل جاری رکھے۔ مالک و حاکم کائنات کا دستور یہ ہے کہ وہ انسانوں کو کبھی نعمتیں اور کبھی مصیبتیں دے کر آزماتا رہتا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ﴾---[البقرہ:۱۵۵]

''اور ہم ضرور بالضرور تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور کچھ مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے''---

اس نوعیت کا امتحان و ابتلاء نیک و بد کا لحاظ کیے بغیر مومن و غیر مومن جملہ انسانوں کا ہوتا ہے:

۱......مقدر کا قیدی/ تقدیر کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہ کرنے کے قابل

۲......پارے کے پاؤں جیسا یعنی نہ ٹھہرنے والا

سلسلۂ روز و شب ساز ازل[۱] کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم[۲] ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب، صیرفیٔ[۳] کائنات
تو اگر ہے کم عیار[۴] میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات [اقبال]

مالک کی طرف سے مصائب و آلام کبھی امتحان و آزمائش ہوتے ہیں اور ثانیاً یہ کہ کبھی مصائب و آفات انسانی برے اعمال کی سزا اور برے کرتوتوں کا نتیجہ:

﴿وَ مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ﴾---[الشوریٰ:۳۰]

''اور تمھیں جو مصیبت بھی پہنچی وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے (برے اعمال) کیے ہوئے کی پہنچی، حالاں کہ وہ (اللہ) بہت سے (گناہ) معاف فرما دیتا ہے''---

تیسرا طریقۂ قدرت یہ ہے کہ گرفت وعذاب صرف منکروں، گستاخوں اور کافروں کے لیے ہوتا ہے اور مومنین صالحین اس سے محفوظ رہتے ہیں:

﴿فَاَنْجَیْنٰہُ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾---[الاعراف:۷۲]

''پس ہم نے اس (نوح علیہ السلام) کو اور اس کے رفقاء کو اپنی رحمت سے نجات (از عذاب) عطا کر دی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، ان کی جڑیں کاٹ دیں (انھیں تباہ و برباد کر دیا) کہ وہ اہل ایمان نہیں تھے''---

مالک کا چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ ہر مرتبہ یہ ضروری نہیں کہ آفات و بلیات، مصائب و شدائد کی لپیٹ میں صرف گناہ گار اور خطار کار ہی آئیں:

۱......قدرت کے ساز کی لے

۲......تمام کائنات ومخلوقات کے اتار چڑھاؤ اور نت نئی تبدیلیاں

۳......صراف یعنی کسوٹی پر کھوٹا کھرا پرکھنے والا ۴......کھوٹا

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّةً وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾---[الانفال:۲۵]

''اوراس فتنے، وبال سے ڈرتے رہو جو خاص طور پر صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب و گرفت سخت ہے''---

اس آیۂ کریمہ کے حاشیہ پر صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز تشریحاً لکھتے ہیں:

''اگر تم اس سے نہ ڈرے اور ممنوعات کو ترک نہ کیا اور (نتیجۃً) فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک و بد سب کو پہنچ جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات نہ ہونے دیں، یعنی اپنی بساط کی حد تک برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں، اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہوگا اور خطا کار اور غیر خطا کار سب کو پہنچے گا''---

حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل (بد) پر عذاب عام نہیں کرتا جب تک کہ عام طور پر ایسا نہ کریں کہ ممنوعات (برائیوں) کو اپنے درمیان ہوتا دیکھتے رہیں اور ان کے روکنے اور منع کرنے پر قادر ہوں، اس کے باوجود نہ روکیں نہ منع کریں، جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب میں عام خاص سب کو مبتلا کر دیتا ہے''---

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے:

''کوئی شخص کسی قوم میں سرگرم معاصی ہو اور لوگ باوجود قدرت کے اسے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے اس قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے''---

اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم نہی عن المنکر (برائی سے روکنے کا عمل) ترک کرتی ہے اور لوگوں کو گناہوں سے نہیں روکتی تو وہ اپنے اس ترک فرض کی شامت کے نتیجے میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے''---[خزائن العرفان، سورۃ الانفال:۲۵]

اس وقت تک زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کا جاری پیش منظر یہ ہے:

زلزلے ہیں ، بجلیاں ہیں ، قحط ہیں ، آلام[۱] ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام[۲] ہیں
کتنی مشکل زندگی ہے ، کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی[۳] میں مانند نسیم[۴] ارزاں ہے موت
کلبۂ افلاس[۵] میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در[۶] میں ، شہر میں ، گلشن میں ، ویرانے میں موت
نے مجالِ شکوہ[۷] ہے ، نے طاقتِ گفتار[۸] ہے
زندگانی کیا ہے ، اک طوقِ گلو افشار[۹] ہے [اقبال]

راقم الحروف، علماء اور کارکنان کے ایک وفد کو ہمراہ لے کر ریلیف کا سامان تقسیم کرنے کے لیے ایک طرف تو عام شاہراہوں سے ہٹ کر ۳۰ رکلومیٹر اور پر دشوار گزار پہاڑوں کے اوپر آباد اور اب برباد شدہ ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جہاں نہ اب تک کوئی سرکاری یا غیر سرکاری نمائندہ پہنچا تھا نہ امدادی سامان، دوسری طرف آزاد کشمیر کے دارالخلافہ مظفر آباد میں صدیوں پرانے مضبوط ترین بلند و بالا قلعے، پریذیڈنٹ ہاؤس، منسٹرز کالونی، سپریم کورٹ، یونی ورسٹی، ہسپتال، فائیو سٹار ہوٹل، تجارتی مراکز اور چھوٹی بڑی آبادیوں، پرائمری سکولوں، سرکاری دفاتر اور مساجد و مدارس اور عام مکانوں کے مکینوں سمیت تباہی و بربادی کے مناظر دیکھے۔ محسوسات کی یلغار اور تاثرات کی بھرمار میں سورۂ اعراف کی ان تین قرآنی آیات (۹۷ تا ۹۹) کا سارا مضمون اور بطورِ خاص ہر آیت میں پوچھا گیا سوال سمجھا جانا چاہیے:

﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ ؀ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ؀ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀﴾---

"کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ

۱......جمع الم، مصیبتیں
۲......زمانے کی بیٹیاں یعنی آفاتِ دنیا
۳......زندگی کا باغ یعنی زندگی
۴......ہوا کی طرح عام پھیلی ہوئی
۵......غربت کی جھونپڑی، غریبانہ رہائش
۶......جنگل اور بیابان
۷......شکایت کی طاقت
۸......بولنے کی ہمت
۹......گلا گھونٹنے والا لوہے کا زنجیر

سوتے ہوں یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے (تب) آئے، جب وہ (دنیوی کاروبارِ حیات کا کھیل) کھیل رہے ہوں، کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، پس اللہ کی خفیہ تدبیروں سے صرف خسارے والے بے خوف ہوتے ہیں"---

اب اس کے ساتھ ایک انتباہی حدیث نبوی بھی ملالیں:

مَا مِنْ قَوْمٍ یَظْهَرُ فِیْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَ مَا مِنْ قَوْمٍ یَظْهَرُ فِیْهِمُ الرِّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ---[مشکوٰۃ، کتاب الحدود، رواہ احمد]

"جب کسی قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے تو وہ قحط سالی میں مبتلا کردی جاتی ہے اور جب کسی قوم میں رشوت پھیل جاتی ہے تو ان پر خوف و دہشت مسلط کردی جاتی ہے"---

سوچا جانا چاہیے کہ پاکستان نامی ملک جو اللہ پاک نے اپنے کرم سے رمضان المبارک کی ۲۷ رویں شب کو عطا کیا تھا، اب ۵۸ رسال بعد اسی رحمتوں اور برکتوں والے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ (جو کہ گناہوں کی بخشش و مغفرت کا عشرہ ہوتا ہے) میں اسی ملک کو کیوں دھڑ دھڑا دیا گیا ہے، کیا اس میں بدکاری، فحاشی اور رشوت تو نہیں پھیل گئی؟ کیا ہمارا رخ بسوئے خانہ کعبہ شریف ہے یا ہمارا جھکاؤ بطرف امریکہ خبیث ہے؟ کیا ہم نے پاکستان کو اپنے گندے اعمال و اخلاق سے پلیدستان تو نہیں بنا دیا؟ کیا اس زلزلے کے بعد ہم نے کوئی عبرت حاصل کی ہے؟ کیا ہماری انفرادی، اجتماعی سوچ، رویے، عمل میں کوئی مثبت تبدیلی آئی ہے؟ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ہمیں نیکی سے خوشبو اور برائی سے بدبو نہیں آتی تو ہم مسلمان تو کجا انسان بھی نہیں ہیں۔

حالات و کیفیات کا دوسرا رخ یہ ہے کہ تمام تر خرابیوں کے باوجود بڑی مدت کے بعد قوم میں ایک خیر کی لہر نمودار ہوئی ہے، ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد ایک مرتبہ پھر قومی سطح پر مثبت کرداروں کے بڑے بڑے اعلیٰ نمونے دیکھنے کو ملے ہیں، حکمران اور سیاست دان تذبذب میں پڑے کھڑے پیچھے رہ گئے اور عوام نے آگے بڑھ کر خدمت اور ایثار کے مثبت عملی نمونے قائم کرکے حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کو اپنے پیچھے آنے پر مجبور کردیا:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں[۱] سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

۱......غیر پیداواری کھیتی یعنی بے عملی کی زندگی بسر کرنے والی قوم

جس طرح نفی سے اثبات، لا سے الاّ کی طرف ارادی طور پر بڑھنا، ایمانی اعتبار سے مفید و ضروری ہے، اسی طرح کسی انداز میں حادثاتی تخریب کے بعد قدرتی تعمیر کے نئے مواقع نمودار ہو جاتے ہیں:

گفت رومی "ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند"
می ندانی "اوّل آں بنیاد را ویراں کنند[۱]"

زلزلے سے کوہ و در اُڑتے ہیں مانندِ سحاب[۲]
زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود [اقبال]

ارضی زلزلے سے کئی جاری چشمے بند ہو گئے اور متعدد مقامات پر نئے چشمے ابل پڑے ہیں۔

بحالات موجودہ ارباب اقتدار و اصحاب اختیار سے ہماری درویشانہ تجویز یہ ہے کہ تباہ شدہ علاقوں کی تعمیر نو اور بحالی کے لیے مختلف علاقے اور بستیاں پاکستان کے بڑے بڑے صنعتی شہروں کراچی، لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالا، سیالکوٹ وغیرہ کے سپرد کر دیں۔ اس وقت عوام اور قوم کے صنعت کاروں، تاجروں، مال داروں، نوجوانوں میں ہمدردی، اخوت، ایثار و قربانی اور رضا کارانہ خدمات سرانجام دینے کے لیے جو مثبت جذبات ابھرے ہوئے ہیں، انھیں مسابقت فی الخیر میں بدل کر منظم انداز میں بروئے کار لائیں۔ تمام شہروں کے عوام و خواص اس وقت اتنے پرجوش ہیں کہ وہ تمام اجڑی ہوئی بستیوں کو سکولوں، مسجدوں، ہسپتالوں، مارکیٹوں سمیت دوبارہ تعمیر کر دیں گے:

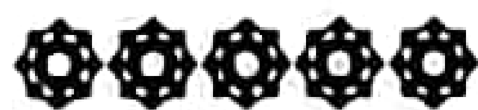
"کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد"

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح دیگر اندازیم [حافظ شیرازی]

"آؤ! کہ ہم پھول بکھیریں اور مشروب سرخ جام میں انڈیلیں (تقدیر کے) آسمان کی چھت میں شگاف ڈال دیں اور ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھیں"---

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾---[النساء:۵۸]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ (ہر طرح کی تمام) امانتیں ان کے سپرد کر دو جو اس کے اہل ہیں"---



۱......مولانا روم نے کہا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب کسی پرانی عمارت کو دوبارہ رہنے کے لائق بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اس کی بنیادوں کو توڑ پھوڑا جاتا ہے (تاکہ نئی عمارت بنائی جا سکے)
۲......بادلوں کی طرح

زلزلہ یا شامت اعمال

محمد اصغر مجددی
بیورو چیف ماہنامہ نور الحبیب

سانحوں کا یہ سانحہ آخر آدمی کس طرح بھلائے گا
زلزلہ ثانیوں کا تھا لیکن سال ہا سال خوں رلائے گا

۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء، ہفتہ کے روز آٹھ بج کر ۵۲/ منٹ پر پاکستان اور آزاد کشمیر میں زبردست زلزلہ آیا، یہ زلزلہ انتہائی شدید نوعیت کا تھا۔ ریکٹر اسکیل پر زلزلے کی شدت 7.5 ریکارڈ کی گئی۔ زلزلے کے جھٹکے افغانستان، مقبوضہ کشمیر اور بھارت میں بھی محسوس کیے گئے۔ زلزلے نے اسلام آباد، مظفر آباد، باغ، راولاکوٹ، بالاکوٹ اور مانسہرہ سمیت آزاد کشمیر کے تین اور سرحد پار کے چار اضلاع کے بیس ہزار کلومیٹر کے علاقے میں قیامت صغریٰ برپا کر دی۔ یہ ہمارا ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ کا ہولناک ترین زلزلہ تھا، جس سے بے شمار ہنستے بستے شہر، لاتعداد بستیاں اور آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور اب وہاں دور دور تک زندگی کا نام ونشان تک نہیں رہا۔ تباہ شدہ علاقوں میں ہزاروں انسان ابھی تک ملبے تلے دبے ہوئے ہیں، جب کہ وہاں بے گور وکفن لاشوں کو دفنانے کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ جاں بحق اور زخمی ہونے والوں کی درست تعداد کے تعین میں ابھی وقت لگے گا، فی الحال جو بھی تعداد بتائی جارہی ہے، وہ اندازوں پر ہی مشتمل ہے۔

پاکستان کے بالائی علاقوں آزاد کشمیر اور ہزارہ ڈویژن کے متعدد مقامات پر رونما ہونے والے تباہ کن زلزلے سے کچھ عرصہ قبل امریکہ میں قطرینا، ریٹا اور اور فیلیا نامی سمندری طوفان آئے، جس سے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلی اور ۳۰/ ہزار سے زائد امریکی طوفان کا شکار ہو گئے۔ گزشتہ برس سری لنکا، انڈونیشیا، مالدیپ، بنگلہ دیش، بھارت اور تھائی لینڈ وغیرہ میں آنے والے سونامی طوفان نے وہ بربادی مچائی کہ دنیا ہل کر رہ گئی۔ قدرت کے ہلکے سے جھٹکے سے ۳/ لاکھ سے زائد انسان

آناً فاناً موت کی نیند سو گئے اور ۱۵ لاکھ افراد بے گھر ہو گئے۔ ان پے در پے طوفانوں اور زلزلوں کے بعد پوری دنیا کے لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان الم ناک اور جان کاہ حادثات و واقعات کے بعد دنیا بھر کے ماہرین ارضیات اور سائنس دانوں نے اپنی تمام تر توجہ صرف اس ایک نقطے پر مرکوز کر دی ہے کہ دنیا کو ہولناک طوفانوں اور زلزلوں سے کس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ ماہرین ارضیات اور سائنس دان اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں لیکن متذکرہ واقعات کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ دنیا ہر گھڑی طوفانوں، زلزلوں اور حادثات کی زد میں ہے۔ بقول شاعر یوں سمجھ لیجیے کہ:

طوفان و حوادث جس کے بام و در میں رہتے ہیں   ہمارا حوصلہ دیکھو کہ ایسے نگر میں رہتے ہیں

ہر حادثے، واقعے اور سانحے کی کوئی نہ کوئی وجوہات ضرور ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ علم ارضیات سے ناواقف لوگ زلزلے کی وجوہات جاننا چاہتے ہیں اور وہ ہر کسی سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ زلزلہ کیسے اور کیوں آتا ہے؟ اس سلسلے میں ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کی تخلیق کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ اس کا بیرونی حصہ مٹی، ریت، ٹیلے، پہاڑ، دریا اور درختوں وغیرہ پر مشتمل ہے، جب کہ زیر زمین حصہ میں مختلف نرم و سخت چٹانیں، پانی، تیل، گیس، حرارت اور مختلف اقسام کی معدنیات وغیرہ ہیں، جو ہمہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ باہمی ربط قائم کر کے مختلف اقسام کی گیس بناتی ہیں اور کیمیائی عمل انجام دیتی ہیں، جس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ موسمی حالات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے بلکہ حرارت میں اضافے کے ساتھ ساتھ دوسرے بے شمار عناصر بھی جنم لیتے ہیں، جن کی کشمکش سے پیدا ہونے والی حرارت اور گیس اوپر کی جانب اخراج کا راستہ تلاش کرتی ہے تو زیر زمین موجود نرم و سخت چٹانیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ چوں کہ قدرت نے حرات اور گیس کے اخراجی راستوں کو پہاڑوں سے ڈھانپ رکھا ہے، اس لیے وہ بآسانی باہر نہیں نکل پاتیں، لہٰذا ان گیسوں کے دباؤ اور حرارت کی شدت میں جب اضافہ ہوتا ہے تو یہی پہاڑ پھٹ پڑتے ہیں اور زمین کے اوپر آگ کا لاوا، مٹی، پتھر اور دھوئیں کی شکل میں پھیل جاتا ہے، انھی گیسوں کے ردعمل کے باعث زیر زمین پلیٹیں اوپر نیچے سرکتی ہیں۔ ان کے ٹکراؤ سے جو ہلچل مچ جاتی ہے، اس کو زلزلہ کہا جاتا ہے۔ اس زلزلے کا ایک مرکز اور ایک شدت کا مقام ہوتا ہے، جس کو ریکٹر اسکیل کے ذریعے ناپا جا سکتا ہے۔ تباہی پھیلانے میں اس مرکز اور شدت کا اہم کردار ہوتا ہے۔

ملک میں اس سے پہلے بھی کئی بار زلزلے آ چکے ہیں مگر اس مرتبہ کا زلزلہ بہت ہولناک تھا۔ بتایا گیا ہے کہ اس کا مرکز دریائے جہلم کی گزرگاہ پر آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے ہزارہ ڈویژن کے وسط میں تھا، قبل ازیں ایسے زلزلوں کا مرکز کوہ ہندوکش ہوا کرتا تھا۔ غالب امکان یہی ہے کہ یہ

زلزلہ بھی پہاڑی سلسلوں کی گہرائی میں واقع زیرزمین پلیٹوں کے سرکنے سے رونما ہوا، جس نے ہزاروں انسانی زندگیوں کو مکینوں اور مکانوں سمیت نگل لیا۔ یہ تو ایک سائنسی توجیہ ہے، خالق کائنات ان توجیہات واسباب سے یکسر بے نیاز ہے، وہ اپنے نافرمان بندوں کو وارننگ دینے کے لیے جب بھی چاہے اپنی قدرت کاملہ سے کوئی بھی عبرت ناک نظارہ دکھا سکتا ہے۔

آفات ارض وسماوی کا ظہور میں آنا کوئی عجائبات میں سے نہیں ہے، ہزاروں سالوں سے دنیا اس قسم کے حالات وواقعات سے دوچار ہوتی آئی ہے۔ کبھی زلزلے آتے، کبھی سمندری طوفان، سرخ آندھیاں اور آسمان سے پتھروں کی بارش بھی ہوتی ہے، یہ سب کچھ مشیت ایزدی کے تابع ہے۔ ان حوادثات کے متعلق ارضیاتی وسائنسی ماہرین کی آراء یا تجزیے اپنی جگہ، لیکن ہم مسلمان ہونے کے ناتے یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی پتہ بھی نہیں ہل سکتا، لہٰذا یہ حکم ربی ہے۔ آسمان یا زمین اس وقت ہی بپھرتے اور غضب ناک ہوتے ہیں جب قدرت ناراض ہوکر کسی قوم یا قبیلے کو کوئی سبق سکھانا چاہتی ہے۔ نہایت ہی تباہ کن اور انتہائی ہول ناک سانحے کی صورت میں ہم پر جو آفت نازل ہوئی، وہ اس حقیقت کا مظہر کہ ہمارا خالق و مالک ہم سے ناراض ہے۔ موجودہ زلزلے کی تباہ کاریاں سابقہ امتوں پر آنے والی آفات سے بھی زیادہ دکھائی دیتی ہیں، ایسی آفتیں اس وقت نازل ہوتی ہیں جب گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں کی کثرت ہوتی ہے، اس لیے پوری قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا چاہیے، معصیتوں سے آلودہ زندگی سے تائب ہونا چاہیے اور استغفار کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔ اس زلزلے کے بارے میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں شبہات ہیں، وہ اپنے قلبی اطمینان کے لیے یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ زلزلہ آزمائش ہے یا اللہ کی طرف سے عذاب ہے؟ اس سلسلے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ زلزلہ آزمائش بھی ہے اور ہمارے گناہوں کی سزا بھی۔ یہ عبرت ناک سانحہ صلحاء اور نیکوکاروں کے لیے آزمائش اور مجرموں کے لیے عذاب ہے۔ قانون الٰہی یہ ہے کہ جب اس طرح کی کوئی آفت آتی ہے تو نیک و بدسب اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ بخاری شریف کے باب الفتن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو نیک و بدسب اس کی زد میں آتے ہیں، ہاں آخرت میں ان کی اٹھان ان کے اعمال کے مطابق ہوگی"---

اور بقول شاعر اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے:

عدل و انصاف صرف حشر پر ہی نہیں موقوف　　زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

چند لمحوں کا قیامت خیز زلزلہ پاکستان کی تاریخ کا ایک الم ناک وعبرت ناک باب بن گیا، یہ

زلزلہ نہیں بلکہ قیامت صغریٰ تھی۔ یہ سوال اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ آخر اسلامی نظریے کا حامل اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہونے والا ملک اور اس کا وہ علاقہ جو نسبتاً باقی علاقوں سے دین داری میں زیادہ شہرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کی نشانی بن کر دنیا کے لیے نمونۂ عبرت کیوں بن گیا اور اس کے کیا اسباب ہوسکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ سانحہ اور قدرتی آفات بلاشبہ قیامت کی ایک جھلک اور معمولی سی قسط ہے، جو قرآن مجید میں آنے والی تنبیہات کے عین مطابق اور ان کی ایک واقعاتی شکل ہے۔ اس کے آئینے میں قرب قیامت میں اور نفخۂ اولیٰ سے پہلے رونما ہونے والے واقعات کی تصویر دیکھی جاسکتی ہے، جن کا قرآن حکیم کی اعراف، تکویر، انفطار، انشقاق، زلزال اور القارعہ سورتوں کی آیات اور متعدد احادیث میں ذکر موجود ہے۔ ہماری قوم کی اکثریت اللہ ورسول کی نافرمانی، دین سے روگردانی اور شریعت وسنت سے بغاوت کی وجہ سے جس راہ پر چل کھڑی ہوئی ہے وہ ہر لمحہ غضب خداوندی کو دعوت دیتی ہے، یہ غضب اور عذاب کسی بھی گھڑی ہمیں آن گھیر سکتا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیات ۹۷، ۹۸ میں ارشاد خداوندی ہے:

''کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر رات کے وقت ہمارا عذاب اس حال میں آجائے کہ وہ سوئے ہوئے ہوں۔ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے اس حال میں آجائے کہ وہ کھیل میں مشغول ہوں''---

سورہ ملک میں یہ تنبیہ اس طرح وارد ہوئی ہے کہ:

''کیا تم اس ہستی سے جو آسمانوں میں ہے، بے خوف ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ زمین پھٹ پڑے''---

سورۃ الشوریٰ، آیت: ۳۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''اور (لوگو!) تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں نے جو کیا ان (گناہوں) کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے قصور معاف کردیتا ہے''---

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''میری امت میں جب معصیت کھل کر ہونے لگے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان پر عام کردے گا''۔ میں نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ! کیا اس وقت ان میں نیک لوگ نہ ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں، ضرور ہوں گے''۔ میں نے عرض کیا ''پھر ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو عذاب سب پر ہوگا اسی میں یہ سب بھی مبتلا ہوں گے یہ دوسری بات ہے کہ

آخرت میں ان کی مغفرت ہو جائے''---

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ فرماتے ہیں:

''جب کسی قوم میں سود اور زنا کاری پھیل جاتی ہے تو اس وقت وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیتی ہے''---[الترغیب والترھیب]

اور دوسری حدیث میں ہے:

''جب لوگوں میں علم پھیل جائے اور عمل مفقود ہو جائے، زبانوں پر محبت کی باتیں ہوں اور دلوں میں حسد و بغض اور صلہ رحمی کی جگہ عداوت لے لے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی آفت ٹوٹ پڑتی ہے، جو اندھا اور بہرا بنا ڈالتی ہے''---[الدواء الکافی]

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زلزلے کا سبب دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا ''لوگ جب زنا کاری کو مباح سمجھنے لگتے ہیں، شراب پینا رات دن کا مشغلہ بنا لیتے ہیں اور ناچ گانے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور وہ زمین سے فرماتا ہے ﴿تزلزلی بھم﴾ ''ان پر زلزلہ برپا کر دے'' (ان کو جھنجھوڑ دے) اگر لوگوں نے اس سے عبرت حاصل کی اور باز آ گئے تو خیر ورنہ ان پر اللہ عذاب مسلط فرما دیتا ہے''۔ پوچھنے والے نے پوچھا ''یا ام المؤمنین! کیا یہ زلزلہ عذاب ہے؟'' فرمایا:

''نہیں، مومنوں کے لیے تو موعظت اور نصیحت ہے، البتہ کافروں کے لیے سزا، غضب اور عذاب ہے''---[مستدرک حاکم]

حضرت کعب ﷜ کا فرمان ہے:

''زمین اس وقت ہلتی ہے جب مصیبت کی کثرت ہو جاتی ہے، گناہوں کا بوجھ بڑھ جاتا ہے، یہ زلزلہ رب العزت کا خوف ہے، جس سے زمین کانپ اٹھتی ہے''---

حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷜ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''زلزلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں کو عتاب فرماتا ہے، اہل شہر کو چاہیے کہ فلاں دن فلاں وقت سب باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑاؤ اور صدقہ کرو''---[الدء والدواء، لابن قیم]

گناہوں کی نحوستوں کی وجہ سے اکتوبر کے سانحے جیسے حادثات وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہے ہیں، ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے:

۳۰۸ھ میں مغرب اقصیٰ کے تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔

۳۴۶ھ میں مطیع کے دورِ خلافت میں اتنا بڑا زلزلہ آیا کہ شہر طالقان زمین میں دھنس گیا، ہزاروں شہریوں کی تعداد میں سے کل بمشکل تیس آدمی زندہ بچ سکے، اس زلزلہ میں ایران کی ایک سو پچاس

بستیاں زمین میں دھنس گئیں، اس کا اثر حلوان تک پہنچا کہ آدھے شہر سے زیادہ حصہ زمین کے نیچے چلا گیا، زمین اس طرح پھٹ گئی کہ قبروں سے مردے باہر نکل گئے، پانی کے چشمے پھوٹ نکلے، ایران میں ایک پہاڑ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ایک گاؤں آدھے دن زمین و آسمان کے درمیان معلق رہا، پھر پورے شہر والوں سمیت زمین میں دھنس کر غائب ہو گیا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے علامہ ابن جوزی سے نقل کیا ہے۔

۵۴۳ھ میں بصریٰ کا ایک گاؤں زمین کے اندر غائب ہو گیا۔

۵۴۳ھ میں ہی بحیرہ شہر زمین کے اندر چلا گیا اور شہر کی جگہ سیاہ پانی کا تالاب بن گیا۔

آذربائیجان کے اطراف میں چھ گاؤں زمین کے اندر دھنس گئے۔ علامہ برزنجی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ہمارے زمانہ میں ہوا۔ [حجۃ اللہ علی العالمین، جلد۲، صفحہ ۸۲۵، ۸۲۶]

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ۲۸۵ھ میں بصرہ کے قریب ایک گاؤں میں کالے اور سفید رنگ کے پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔

۲۴۲ھ میں سویدا گاؤں میں اتنے بڑے بڑے پتھر برسے کہ لوگوں نے ایک پتھر کا وزن کیا تو وہ دس رطل (پانچ سیر) وزن کا تھا۔

علامہ برزنجی کا بیان ہے کہ تخمیناً ۱۰۶۰ھ میں کردستان کے اندر ہیزان اور کفران دونوں شہروں کے درمیان انڈے کے برابر کالے پتھروں کی بارش ہوئی اور اس پتھراؤ کی آواز ایک دن کی مسافت کی دوری پر رہنے والوں نے سنی۔ [حجۃ اللہ علی العالمین، جلد۲، صفحہ ۸۲۸]

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ستر ماؤں سے زیادہ شفیق اور مہربان ہے، ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اس دنیا میں آنے والی آفتیں، بلائیں اور مصیبتیں ہمارے ہی اعمال بد کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سی بد عہدی یا نافرمانی ہے جس نے رحمت کو زحمت میں، شفقت کو قہر اور التفات کو عتاب میں تبدیل کر ڈالا؟ یہ زلزلہ ہمیں تدبر اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

ذرا یاد کیجیے کہ افغانوں کو تہ و بالا کرنے کے لیے فرعون وقت کو کندھا ہم نے دیا، کشمیری شہداء سے غداری کے ہم مرتکب ہوئے، گوانتاناموبے کے پنجرے ہم نے آباد کیے، ازلی دشمن بھارت کے ساتھ محبت کی پینگیں ہم نے بڑھائیں، عراق پر امریکی یلغار کو خاموش تماشائی بن کر ہم نے برداشت کیا، فلسطین میں جاری بربریت کو فراموش کر کے اسرائیل سے ہم نے مراسم قائم کیے، پاکستان سے اسلام کو رخصت کرنے کے لیے ہم نے ہر حربہ آزمایا، اسلامی شعائر، پردہ، حجاب، داڑھی کا استہزاء، ہمارا معمول بن گیا، علماء کو تضحیک کا نشانہ بنایا گیا، دینی مدارس اس دھرتی پر ہمیں بوجھ محسوس ہونے لگے، کیبل کے ذریعے فحاشی اور عریانی کو ہم نے فروغ دیا اور سودی کاروبار کو

سرکاری تحفظ فراہم کر کے عذاب الٰہی کو ہم نے دعوت دی، اعتدال پسندی، روشن خیالی، ہمارا نصب العین بن گئی، متذکرہ بداعمالیوں اور دین سے مسلسل بغاوت وسرکشی کے واقعات پر قدرتی حوادث کی صورت میں تنبیہات کا سلسلہ تو کافی عرصے سے جاری تھا، خصوصاً بلوچستان اور تھر کے علاقوں میں طویل خشک سالی، بدین میں سیلاب، اپریل اور مئی کے مہینوں میں بالائی علاقوں میں بارشیں اور ٹرینوں کا بدترین حادثہ، یہ کیا تھا؟ یہ حوادث ہمارے سنبھلنے کے لیے اپنے اندر ایک خاص معنویت اور پیغام رکھتے تھے، لیکن ہم غفلت میں مبتلا رہے، بالآخر سوئی ہوئی قوم کو جگانے اور جھنجھوڑنے کے لیے تاریخ کا یہ بدترین زلزلہ ظہور پذیر ہوا، جس کو ہمیں قدرت کی جانب سے اصلاح احوال کے لیے بہت بڑی وارننگ اور آخری تنبیہہ سمجھنا چاہیے، کیوں کہ:

چلے جو راہِ دیں سے ہٹ کے　　نہ کیوں نگلے زمیں اس کو پھٹ کے
جو ہم اب بھی سنبھل جائیں تو بہتر　　ہمیں دیتے ہیں یہ پیغام، جھٹکے [حاصل تمنائی]

اس سانحے کے موقع پر اہل وطن نے جس طرح زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے دل کھول کر عطیات دیے اور بے مثال ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضروری سامان کے انبار لگا دیے وہ بجائے خود ایک عظیم الشان داستان ہے۔ ملک کا کوئی شہر اور کوئی قصبہ ایسا نہیں، جہاں متاثرین زلزلہ کے لیے درجنوں کیمپ نہ لگے ہوں۔ یقین نہیں آتا کہ یہ وہی گانے بجانے، انڈین فلموں اور پاپ میوزک پر جان دینے والی قوم ہے یا یہ کوئی اور مخلوق ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم وطنوں کے اس بے مثال اور بے لوث تعاون نے دنیا کی بدترین اقوام کی فیاضی وسخاوت اور انسان دوستی کے قصیدے پڑھنے والے دانش وروں اور کالم نگاروں کے سارے پراپیگنڈے پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ:

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

پاکستانی قوم نے اپنے کردار وعمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک زندہ قوم ہے اور مصیبت آنے پر وہ کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتی اور وہ ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں قوم، پاک فوج اور بیرونی امدادی ٹیموں کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ متاثرین زلزلہ کی امداد کے سلسلے میں بین الاقوامی برادری وہ جذبہ دکھانے میں ناکام رہی ہے جو سونامی اور امریکہ میں برپا ہونے والے قطرینا اور ریٹا نامی طوفانوں کے دوران دیکھنے میں آیا تھا۔ پاکستان کے عوام یہ بات بڑی شدت سے محسوس کر رہے ہے کہ پاکستان کے انتہائی قریبی دوست اور حلیف ہونے کا دعویٰ رکھنے والے بعض ممالک جن کے لیے پاکستان نے اب بھی اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رکھا ہے، مشکل کی اس گھڑی میں پاکستانی مصیبت زدہ قوم کی وہ مدد نہیں کر رہے ہیں جو ان کا اخلاقی فرض بنتا تھا۔ دور حاضر میں جن طاقتوں کو مادی وسائل پر بھرپور

سبقت اور برتری حاصل ہے اور انھیں عالمی انسانی اقدار اور تہذیب کی بلندی پر فائز ہونے کا دعویٰ بھی ہے، بدقسمتی سے وہ اخلاقی اعتبار سے ذہنی طور پر اس قدر پست واقع ہوئی ہیں جتنی کہ دور جاہلیت کی اقوام ہوا کرتی تھیں۔ آج دنیا میں ان کی تہذیبی عالم گیریت کا بڑا چرچا ہے، یہ ممالک دنیا سے ہر قسم کے مذہبی، لسانی اور نسلی امتیازات کے خاتمے کے علم بردار بھی بنے ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں عالم گیر جدوجہد کرنے سے بھی نہیں چوکتے، لیکن پاکستان کے حالیہ زلزلے کے سنگین ترین سانحے کے تناظر میں جس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے، وہ امتیازات کے خاتمے کا دم بھرنے والی قوتوں کے اصلی اور بھیانک چہرے سے پردہ اٹھانے کے لیے کافی ہے۔

زلزلے کے واقعے کو ایک ماہ سے بھی زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، متاثرین مشکل ترین حالات سے دوچار ہیں، جن کی حقیقی معنوں میں اعانت اور امدادی کاموں میں شرکت سے پوری دنیا باخبر ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ متاثرین کے لیے مغربی ممالک نے جو امداد مہیا کی ہے وہ مونگ پھلی کے دانے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر زلزلے سے متاثر ہونے والے مغربی ممالک کے باشندے ہوتے تو دنیا ان کی کہیں بہت زیادہ امداد کرتی۔ مغربی ملکوں کے اس متعصبانہ رویے پر بہر حال افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ اقوام متحدہ سمیت دیگر عالمی ادارے شروع دن سے یہ دہائی دے رہے ہیں کہ متاثرین کے لیے عالمی برادری بالخصوص مغربی ممالک کی جانب سے دی جانے والی امداد بہت کم ہے، اس میں اضافہ کیا جانا چاہیے، لیکن کسی بڑی طاقت اور امیر مغربی ملک کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور انسانیت نوازی اور رحم دلی کے ان کے وہ تمام نعرے کھوکھلے ثابت ہوئے، قبل ازیں جن سے پوری دنیا گونج رہی تھی۔ اس طرز عمل سے ہمارے حکمرانوں اور اسلامی ممالک کے سربراہوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور انہیں ہر معاملے میں دوسروں پر اندھا دھند اعتماد کرنے کی اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

پاکستانی نژاد برطانوی لارڈ میسر نذیر احمد نے اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نسلی تعصب میں مبتلا ہیں، پاکستان میں سونامی سے بڑی تباہی پر ان کا رد عمل انسانی اخوت پر نہیں بلکہ کالے اور گورے کی بنیاد پر ہے۔ اقوام متحدہ کے رابطہ افسر کی اطلاع کے مطابق امدادی کاموں کے لیے جس رقم کی اپیل کی گئی تھی اس کا ۲۰ رفی صد بھی ابھی تک وصول نہیں ہوا، جب کہ حالات کی سنگینی کا تقاضا تھا کہ ۸۰ رفیصد رقم پاکستان کو مل جاتی۔ اگر مطلوبہ امداد نہ ملی تو مجبوراً امدادی سرگرمیوں کو معطل کرنا پڑے گا۔ انہوں نے تفصیل میں جاتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کو ۸۵۰ رملین ڈالر امداد مہیا کرنے کے وعدے کیے گئے تھے جب کہ فی الحال ۵۸ رملین ڈالر کی امداد پاکستان پہنچی ہے۔ (ڈونرز کانفرنس میں موعودہ عطیات بھی زیادہ تر سودی قرض کی صورت میں ہیں) دوسری جانب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کے زلزلے کے متاثرین کو ملنے والی امداد کا ۷ رفی صد حصہ مسلم ممالک نے دیا ہے۔ مصیبت کے ان لمحات میں برادر اسلامی ممالک کی حکومتوں اور عوام کی جانب سے ہمدردی، اخوت اور ایثار کے جن قابل قدر جذبات کا اظہار کیا جا رہا ہے، وہ پوری دنیا کے لیے ایک روشن مثال ہے۔ زلزلے کے بعد ترکی کے وزیر اعظم وہ پہلے سربراہ حکومت تھے جنھوں نے بذات خود متاثر علاقوں کا دورہ کر کے پریشان حال عوام کے سروں پر دست شفقت رکھا اور کروڑوں ڈالر کی امداد کے ساتھ ساتھ متاثرہ علاقوں میں مکانات بنا کر دینے کی پیش کش کی، ان کے بعد سعودی شہزادے ولید بن طلال بن عبد العزیز نے بھی متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور حوصلہ افزائی کے لیے زخمیوں کی عیادت کی، ان میں نقد رقوم تقسیم کیں، متاثرہ علاقوں میں سیکڑوں تعلیمی اداروں کے قیام کا اعلان کیا اور پاکستان کو مزید مالی امداد مہیا کرنے کی یقین دہانی کروائی، متحدہ عرب امارات سمیت دیگر اسلامی ممالک نے بھی پاکستان کے لیے بے مثال تعاون کے دروازے کھول دیے۔ زلزلے کے سانحے کے رونما ہونے کے ساتھ ہی پورے عالم اسلام میں غم اور افسوس کی لہر دوڑ گئی اور پوری امت مسلمہ پاکستان کی امداد و تعاون کے لیے کمر بستہ ہو گئی، مسلمان ممالک اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے لیے جس خلوص کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ ہمارے مستقبل کے لیے روشن نوید بھی ہے۔ یہ جذبہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ ہمیں آئندہ بھی اپنوں پر بھروسہ کرنے اور انھیں اپنا معاون و مددگار بنانے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے اور غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی پالیسی کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دینا چاہیے کیوں کہ بقول حاصل تمنائی:

وہ جن کے لیے ہم نے سب کچھ لٹایا　　انھوں نے برے وقت میں کیا دیا ہے
بھلا اس سے بڑھ کر مذاق اور کیا ہے　　سمندر نے شبنم کا تحفہ دیا ہے

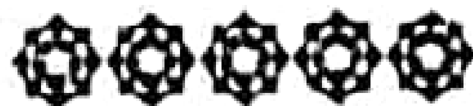
قطرینا طوفان نے امریکہ میں جو تباہی مچائی وہ اپنی جگہ اور اس سے جو جانی نقصان ہوا وہ بھی نا قابل تلافی تھا، لیکن اس سے بڑا سانحہ یہ رونما ہوا کہ آفت زدہ علاقوں میں لوٹ مار، ہوس ناکیوں اور سفاکیوں کے ایسے ایسے روح فرسا واقعات پیش آئے کہ انسانیت شرما کر رہ گئی اور متاثرین کے تحفظ کے لیے قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو اپنے ہی شہریوں پر جگہ جگہ گولی چلانی پڑی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بجائے بے تحاشا عورتوں اور بچوں کو اغوا کر کے انھیں انفرادی اور اجتماعی زیادتیوں کا نشانہ بنایا۔ یہ واقعات مہذب امریکہ کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر اس کے برعکس ہمارے ملک میں آنے والے زلزلے کے بعد پاکستان کے عوام نے متاثرین کی امداد کے لیے ایثار و قربانی کی جو داستانیں رقم کیں اس سے پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہو گیا، ہر طرف امدادی کیمپ لگ گئے، جس کے پاس جو کچھ تھا حسب استطاعت وہ

مصیبت زدگان تک پہنچانے کے لیے بھاگ دوڑ شروع ہوگئی، اس سے زیادہ اور کیا ایثار ہوگا کہ ریلیف کیمپوں میں بھکاریوں نے بھی پورے پورے دن کی بھیک چندے میں دے ڈالی۔ زلزلے کے واقعہ کو ابھی کچھ ہی روز گزرے تھے اور ابھی جھٹکوں کا سلسلہ بھی جاری تھا کہ متاثرہ علاقوں سے دل ہلا دینے والی اندوہ ناک خبریں ملنے لگیں، جس سے یہ ثابت ہوا کہ مغربی لٹیروں کی روشن خیالی ہمارے یہاں بھی در آئی ہے۔ مظفر آباد، راولا کوٹ، باغ، بالا کوٹ، کاغان اور دیگر مقامات پر جگہ جگہ بے گور و کفن لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، جنازے اٹھانے اور پڑھانے والے بھی نظر نہ آتے تھے، متاثرہ علاقے مکمل طور پر اجڑے ہوئے دیار کا منظر پیش کر رہے تھے، جہاں زندگی بھٹک رہی تھی اور ہر طرف موت کا رقص جاری تھا، مگر ایسے دل دوز حالات میں بھی وہاں بے حسی، لوٹ کھسوٹ اور سنگ دلی و سفاکی کے ایسے مناظر اور مظاہر دیکھنے میں آئے کہ انسانیت دل تھام کر رہ گئی۔ بتایا گیا ہے کہ موت کے سوداگر گھرے ملبے میں اتر کر مردہ خواتین کی طلائی چوڑیاں اور بالیاں نوچتے رہے، نقدی اور قیمتی سامان ڈھونڈتے رہے، دوکانوں، تباہ شدہ بنکوں اور دوسری جگہوں پر لوٹ مار کے ساتھ ساتھ بچیوں کو بھی اغوا کیا جاتا رہا، بردہ فروش اور انسانی سمگلنگ کے تاجر لاوارث بچوں اور خواتین کو اغوا کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے اور ابتدائی طور پر وہ اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل میں کامیاب بھی رہے، بالآخر حکومت نے لاوارث بچوں کو گود لینے پر پابندی عائد کر کے اس جرم کا خاتمہ کر ڈالا۔ موت کے اس وحشیانہ رقص میں بھی حیوانیت کا یہ ننگا ناچ بتا رہا ہے کہ لوگوں نے حالیہ تباہی سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا، اس صورت حال پر یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ:

خیال و خواب ہو گئی ہیں ، محبتیں کیسی　　لہو میں ناچ رہی ہیں ، یہ وحشتیں کیسی

یہ تباہ کن اور ہلاکت آفریں زلزلہ تمام مسلمانوں کے لیے بالعموم اور پاکستانیوں کے لیے بالخصوص تازیانۂ عبرت ہے، جو زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کی جانب رجوع کریں۔ ساری کائنات کا الٹ پھیر جس کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کے قہر سے ہم اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس سے اپنے تمام انفرادی و اجتماعی گناہوں کی معافی مانگیں، جن کی نحوست کی وجہ سے قوم پر یہ وبال آیا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ گناہوں سے تائب ہونے کے ساتھ ساتھ انصار مدینہ کی پیروی کرتے ہوئے ہم متاثرین کی بحالی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں، کیوں کہ بقول انور شعور:

جنھوں نے زلزلہ جھیلا ہے ان کی　　مدد کرنا ہمارا فرض بھی ہے
ہمیں دے دی ہے چھوٹ اس نے لہٰذا　　یہ ہم پر زندگی کا قرض بھی ہے



شیر کی سواری، دیوار کی گاڑی

محمد اصغر مجددی

شیر، جنگل کا بادشاہ اور انتہائی خطرناک درندہ ہے، جس کا نام سن کر بدن میں خوف اور دہشت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اگر شیر کھلے عام کسی آبادی کا رخ کر لے تو انسانوں کی آبادی میں کہرام برپا ہو جاتا ہے۔

آج بھی شیر آبادی میں گھس آیا تھا، شیر پنجرے میں ہے یا کھلا ہے؟ یا کوئی اس کو لے کر آیا ہے؟ اس بات کی تصدیق کیے بغیر شیر آ گیا، شیر آ گیا، شیر آ گیا، دور ہٹو بچو کی کان پڑی لرزہ خیز آوازوں کے ساتھ ہر طرف ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ عوام کی اکثریت جلد از جلد محفوظ جگہ پر پہنچنے کے لیے بھاگ دوڑ میں مصروف تھی، ہاؤ ہو اور نفسا نفسی کے اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بالکل پرسکون اور مطمئن تھے، ان پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار طاری نہیں تھے۔ گاؤں میں شیر کے آنے کی خبر سننے کے باوجود حسب معمول اپنے کاروبار میں مصروف تھے، بلکہ وہ باہر سے آنے والے خوف زدہ اور تشویش میں مبتلا دیہاتیوں کو بھی فکر مند نہ ہونے کا مشورہ دے رہے تھے اور ان کو حوصلہ دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، کیوں کہ شیر سے آپ کی جان و مال اور اسباب کو کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ شیر کسی کو کچھ نہیں کہے گا اور کسی کا نقصان نہیں کرے گا، یہ شیر عام شیر نہیں ہے۔

خدا کے ایک نیک بندے، معروف ولی کامل حضرت شیخ سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شیر ہے، وہ بھی شیر کے ساتھ ہیں، جو کہ ہاتھ میں سانپ کا کوڑا پکڑ کر اور شیر پر سوار ہو کر اکثر و بیشتر اس راہ سے گزرتے رہتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت پانے سے قبل اپنے پیر و مرشد کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کے مطابق رضا و خوشنودی الٰہی کے لیے اتنی عبادت و ریاضت کی تھی کہ جنگل کے شیر اور دیگر موذی حیوانات بھی ان کے مطیع ہو گئے تھے۔ شیروں سے ان کو بہت الفت ہو گئی تھی اور شیر بھی ان کی خانقاہ کے قرب و جوار میں آزادانہ گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ شیر پر سواری کرنا آپ کا معمول بن چکا تھا، اس وجہ سے وہ عوام میں بابا شیر شاہ سوار کے لقب سے مشہور چکے تھے۔ ان کے روحانی کمالات، تصرفات اور کشف و کرامات کی ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی۔ تشنگان راہ ہدایت ان کی طرف امڈے چلے آتے تھے۔ ان کی خانقاہ میں ہر وقت ذکر و فکر کی محافل و مجالس جاری رہتی تھیں، مجاہدات، چلہ کشی، درس و تدریس اور دیگر گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنے پیر و مرشد قطب جہاں غوث زماں دستگیر بے کساں و پیر کاملاں حضرت شیخ قطب منور ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر مزید اکتساب فیض کے لیے اکثر و بیشتر حاضری دیتے رہتے تھے اور جب کبھی مرشد کامل کی زیارت کا اردہ کرتے جنگل سے ایک شیر پکڑ کر اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا لے کر شیر پر سوار ہو کر منزل مقصود کی جانب روانہ ہو جاتے اور جب ہانسی شریف پہنچتے تو آستانہ عالیہ ہانسویہ پر نظر پڑتے ہی شیر سے اتر جاتے، شیر کو آستانے کے باہر چھوڑتے اور خود ادب و احترام کے ساتھ پیدل چل کر مرشد خانے کی طرف جاتے۔

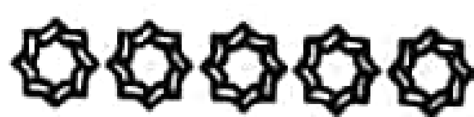
آج بھی ہانسی شریف جانے کے لیے ہانسی کی نواحی بستی میں سے شیر پر سوار ہو کر گزر رہے تھے، جہاں شیر آ جانے کے خوف سے لوگوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی اور وہ بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔ اسی بستی سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہانسی کی حدود شروع ہو جاتی تھیں، ہانسی کی سرزمین پر قدم رکھنے سے قبل ہی حضرت شیخ سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ آج شیر پر سوار ہو کر آستانہ عالیہ ہانسویہ میں داخل ہونے اور مرشد کامل کو ولایت میں اپنا مقام دکھانے کا دل ہی دل میں فیصلہ کر چکے تھے اور پھر اپنے فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے ہاتھ میں سانپ کا کوڑا لیے ہوئے شیر پر بیٹھے بٹھائے آستانہ عالیہ کے صدر دروازے میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حضرت شیخ قطب منور ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ عجب شان استغنا کے ساتھ گدڑی پہنے ہوئے مٹی کی چھوٹی سی دیوار پر جلوہ گر تھے، چہرے سے

انوار وتجلیات کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، ان کے گرد تشنگان ولایت کا جمگھٹا لگا ہوا تھا، جن میں وہ رشد وہدایت اور حقیقت وعرفان کے خزانے لٹا رہے تھے۔ انہوں نے اچانک سامنے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ ان کے مرید صادق سید تاج الدین شیر پر سواری کرتے ہوئے ان کی جانب چلے آ رہے ہیں۔ آپ ان کے ارادے اور نیت کو فوراً بھانپ گئے اور سمجھ گئے کہ سید تاج الدین آج انہیں ولایت میں اپنا مقام دکھانے آئے ہیں۔ ابھی سید تاج الدین ان سے کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ آپ مٹی کی جس دیوار پر تشریف فرما تھے، اس دیوار کو چلنے کا حکم دیا۔ اللہ اکبر! عظمت وشان اولیاء، آپ کا فرمان سنتے ہی انجن اور پہیوں کے بغیر جامد وساکت مٹی کی دیوار ریل کی گاڑی کی طرح چلنے لگی۔ اب آستانہ عالیہ ہانسویہ میں ایک عجیب وغریب منظر رونما ہو چکا تھا، مرشد ذی شان دیوار کی گاڑی چلاتے ہوئے اپنے مرید کی جانب بڑھ رہے تھے اور مرید باصفا شیر پر سواری کرتے شیخ کامل کی جانب چلے آ رہے تھے۔ آستانہ عالیہ میں موجود عقیدت مند اولیاء اللہ کے روحانی تصرفات وکمالات پر مبنی اس ایمان افروز اور دل کشا نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مٹی کی دیوار کو گاڑی کی طرح چلتے دیکھ کر جہاں عقیدت مند حیرت واستعجاب کا مجسمہ بنے ہوئے تھے، وہاں سید تاج الدین بھی دل ہی دل میں نادم ہو رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ جانوروں کو مطیع وفرماں بردار بنا لینے کو میں بہت بڑا روحانی کمال سمجھ رہا تھا لیکن شیخ کامل کی تو جامد وساکت اشیاء پر بھی حکمرانی ہے اور پھر شیخ کامل گاڑی کو چلاتے ہوئے جب سید تاج الدین کے قریب آئے تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تاج الدین! یہ شیر تو حیوان ہے اور اس میں تو جان ہے، مزہ تو جب ہے کہ بے جانوں کو چلاؤ۔ یہ بات سنتے ہی سید تاج الدین، شیخ قطب منور ہانسوی کے قدموں میں گر گئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں معاف کر دیا تو قدم بوسی کرتے ہوئے واپس ہو گئے:

فقر کے ہیں معجزات تاج سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

[ماخوذ از ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حصہ اوّل]



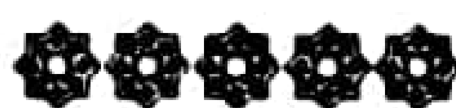
اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں

نعت مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محبوب مرا نیست سوائے شہ بطحا — دارم ز ازل شوقِ لقائے شہ بطحا
جاہ و حشم شاہی عطائے شہ بطحا — ہر تاجورے است گدائے شہ بطحا
دارد نہ حدے جود و نوال مہ طیبہ — بے حصر و حساب است عطائے شہ بطحا
ایں بزم گل و آب بہ نیرنگی و ندرت — تخلیق خدا کرد برائے شہ بطحا
مفتاح کنوز و نعم حق داد بہ دستش — انداخت خزائن را بہ پائے شہ بطحا
کونین بہ ملکش مگر او داشت نہ رغبت — از عقل وار فقر و غنائے شہ بطحا
بنیادِ عقیدہ قوی از حب محمد — ایمان توانا زِ ولائے شہ بطحا
از بند غم و رنج اگر مخلصی خواہی — کن تذکرۂ روح فزائے شہ بطحا
از چارہ گراں نیست مرا حاجت درماں — کافی ست بہ ہر درد دوائے شہ بطحا
ارزانی شود مثل بصیری شبے در خواب — اے کاش مرا نیز ردائے شہ بطحا
وقف است کمال سخن و اوج فن من — باحمد خدا ، بہر ثنائے شہ بطحا

ایں فخر ثنا موہبت رب نبی است
طارق زِ ازل نعت سرائے شہ بطحا

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر اجرِ عظیم

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نیکی کے کچھ کام بظاہر معمولی نظر آتے ہیں مگر اُن کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے، لوگ ایسے کاموں کو حقیر سمجھ کر اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس طرح بہت بڑے اجر و ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ حالاں کہ معمولی اور آسان کام جو اجر کے اعتبار سے عظیم ہو، اُس کی طرف تو دوڑ کر جانا چاہیے اور اُس کی انجام دہی کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا چاہیے۔ جیسا کہ ہم اُس کام کی طرف سب کام چھوڑ کر متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روپے پیسے کا غیر معمولی نفع نظر آ رہا ہو۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ دُنیا کے معمولی نفع کی خاطر انسان لمبے لمبے سفر اختیار کر لیتا ہے، بلکہ بڑے بڑے خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ دنیا کا مال و متاع اور مفاد جس قدر بھی ہو، وہ متاعِ قلیل، غیر حقیقی اور فانی ہے، جب کہ آخرت کا نفع حقیقی، دائمی اور ابدی ہے، جس کے مقابلہ میں دُنیوی مفاد کی کوئی حیثیت نہیں۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُن آسان کاموں کی طرف

دھیان دیں جن پر اسلامی تعلیمات کے اندر بڑے اجر وثواب کے وعدے ہیں۔ کسی مسلمان بھائی کو خوش کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کے لیے بہت لمبی چوڑی جدوجہد کرنا پڑے، بلکہ بعض اوقات تو معمولی سی کاوش سے دوسرے کا دل خوش کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کے ساتھ اختلاف ہوگیا ہے اور وہ اس صورت حال میں پریشان ہے، ایک آدمی آگے بڑھ کر دونوں کے درمیان غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے اُن کے درمیان اُلفت ومودّت کا رشتہ دوبارہ قائم کر دیتا ہے تو بظاہر یہ چھوٹا سا عمل بہت بڑی نیکی ہے، کچھ عجب نہیں کہ اُس کا یہ عمل اُسے جنت میں لے جائے۔ ذیل میں ہم ایسے چند اعمال کا ذکر کرتے ہیں، جو بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کی رو سے ان کا اجر بہت عظیم ہے۔

دوسروں کو فائدہ پہنچانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ حَاجَةً یُرِیْدُ اَنْ یَسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ، وَ مَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ، وَ مَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ))---[۱]

''جس شخص نے میری اُمت میں سے کسی انسان کو خوش کرنے کے لیے اس کا کوئی کام کیا تو اُس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائیں گے''---

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلَاثًا وَ سَبْعِیْنَ مَغْفِرَةً، وَاحِدَةٌ فِیْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ کُلِّهٖ وَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))---[۲]

''جو شخص کسی مصیبت زدہ انسان کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ۷۳ مغفرتیں لکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک مغفرت اس شخص کی اصلاحِ حال اور خوش حالی کے لیے کافی ہے اور باقی ۷۲ مغفرتیں اس کے لیے قیامت کے دن بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہوں گی''---

یتیم پر شفقت

یتیم بچہ شفقتِ پدری سے محروم ہے، وہ محزون اور مغموم ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کی

ضروریات اور خواہشات کی تکمیل میں مدد کرے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن جس شخص کو اُس کی مالی امداد کی استطاعت نہیں، مگر وہ پیار اور شفقت کے جذبات کے ساتھ اُس کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتا اور محبت ورأفت کا ہاتھ اُس کے سر پر رکھتا ہے، تو اُس کا یہ عمل بھی بے انتہا ثواب کا باعث بن جاتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''جو شخص کسی یتیم بچے یا بچی کے سر پر صرف اللہ کی رضا کی خاطر شفقت سے ہاتھ پھیر دے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرے گا، اُن کی تعداد کے برابر اس شخص کو نیکیاں ملیں گی'' ---[۳]

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں (انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی) کو ملایا اور فرمایا:

''جو شخص کسی یتیم بچے یا بچی کا نگران ہو اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو مَیں اور وہ شخص جنت میں اِن دو انگلیوں کی مانند قریب ہوں گے'' ---

دیکھیے! یتیم کے سر پر پیار، محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ ہاتھ پھیرنا کتنا آسان کام ہے، مگر اس کا اجر وثواب کتنا عظیم ہے۔ ہاتھ کے نیچے تو لاکھوں کی تعداد میں بال ہوں گے، چناں چہ یہ معمولی سا عمل لاکھوں نیکیوں کا سبب بن جائے گا اور اگر کسی نے ایک بے سہارا یتیم کو اپنے ہاں رکھ لیا اور اُس کے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی ذمہ داری قبول کر لی تو یہ عمل اُس کی مغفرت کا باعث بن جائے گا اور یہ کام بھی زیادہ مشکل نہیں، کیوں کہ جہاں وہ اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتا ہے، اس یتیم کی کفالت بھی کر لے گا اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی روزی میں برکت ڈال دے گا اور یتیم کا وجود اُس کے لیے بار نہیں ہوگا، بلکہ سعادت کا باعث بن جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَبَضَ یَتِیْمًا مِنْ بَیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا یُغْفَرُ لَهٗ))---[۴]

''جو شخص کسی یتیم کو بلا کر اپنے کھانے پینے میں شریک کر لے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرما دیتے ہیں، سوائے اس کے کہ اس نے نا قابلِ بخشش گناہ (یعنی

شرک و کفر) کیا ہو"——

اور یہ بات تو اصولاً طے ہے کہ جس کی موت کفر اور شرک پر واقع ہو اُس کے لیے بخشش نہیں۔ حصولِ جنت کا کتنا آسان ذریعہ ہے کہ کسی یتیم کی کفالت اپنے ذمہ لے لی جائے اور اپنے بچوں کی طرح اُس کی ضروریات کو بھی پورا کیا جائے۔

بیت اللہ کو تکنا

بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ روئے زمین پر بسنے والے مسلمان اُس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ہر صاحب حیثیت پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ جو شخص حج کی خاطر مکہ معظمہ پہنچے گا، وہ خوش نصیب خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو خصوصی فضیلت سے نوازا ہے۔ حرم شریف میں ذکر و اذکار، نماز اور طواف بلاشبہ بڑے اجر کے کام ہیں، مگر خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اُسے تکتے رہنا بھی ثواب کا موجب ہے۔

حضرت حسان بن عطیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

ان اللّٰہ خلق لھٰذا البیت عشرین و مائۃ رحمۃ ینزلھا فی کل یوم، فستون منھا للطائفین و اربعون للمصلین و عشرون للناظرین——[۵]

"اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے لیے ایک سو بیس رحمتیں پیدا فرمائی ہیں جو وہ ہر روز اُس پر نازل فرماتا ہے۔ پس ان میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں، چالیس رحمتیں نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس رحمتیں خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے ہیں"——

یوں جو شخص بیت الحرام تک پہنچ گیا، وہ محض اللہ کے گھر کی طرف عقیدت کے ساتھ تکتا رہے تو بھی ثواب حاصل کرتا ہے۔

احترام قبلہ

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص غلطی سے کعبہ کی جانب مُنہ کر کے رفع حاجت کے لیے بیٹھ گیا، پھر بیٹھے بیٹھے اُسے خانہ خدا کی عظمت کا خیال آیا تو اُس نے اُسی وقت اپنا رُخ دوسری طرف پھیر لیا تو اُٹھنے سے پہلے اُس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ دیکھیے یہ کتنا معمولی سا عمل ہے، مگر احترامِ حرم کے احساس نے اُس کو کتنا عظیم بنا دیا!——[۶]

ماں باپ کو محبت سے دیکھنا

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اندازہ لگائیے کہ خانہ کعبہ تک تو بہر حال وہی پہنچ سکتے ہیں جو صاحبِ استطاعت ہوں، مگر جو وہاں تک نہیں پہنچ پاتے، اُن کے لیے بھی ثواب کمانے کا آسان طریقہ ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ بڑا اجر و ثواب پاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْہِ نَظْرَۃَ رَحْمَۃٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ نَظْرَۃٍ حَجَّۃً مَبْرُوْرَۃً)) قَالُوْا: وَ اِنْ نَظَرَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ اَطْیَبُ))---[۷]

''جو نیک بیٹا اپنے والدین کو بنظرِ رحمت دیکھے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ لیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی ایک دن میں سو مرتبہ دیکھے (تو کیا اسے سو حج مبرور کا ثواب ملے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور بہت پاکیزہ ہے''---

یوں نیکوکار بیٹے یا بیٹیاں بڑی آسانی سے اپنے گھر کے اندر رہ کر صبح و شام اجرِ عظیم حاصل کرتے رہتے ہیں۔

سلام کرنا

مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ یہ سلام کہنا بذاتِ خود بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، حالاں کہ بظاہر یہ عمل بالکل معمولی نظر آتا ہے۔ اکثر لوگ اس آسان سے عمل کی اہمیت سے بے خبر ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کی وجہ سے سلام کرنے کا عام رواج تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا ضرورت بازار جاتے اور لوگوں کو سلام کرتے اور بعض اوقات خرید و فروخت کے بغیر گھر واپس آ جاتے۔ طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں ہر صبح حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، پھر وہ مجھے صبح صبح بازار لے جاتے۔ بازار میں جس کے پاس سے گزرتے، اُسے سلام کہتے، خواہ کوئی رڈی بیچنے والا ہوتا یا کوئی بڑا تاجر ہوتا یا کوئی مسکین ہوتا یا کوئی اور ہوتا، ہر ایک کو

السلام علیکم کہتے تھے۔طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس گیا، وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر بازار جانے لگے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ بازار میں کیا کریں گے؟ نہ تو آپ خرید وفروخت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نہ کسی سودے کے بارے میں پوچھتے ہیں، نہ کسی سے بھاؤ دریافت کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی محفل میں جا کر بیٹھتے ہیں۔ پس آج آپ ہمارے پاس یہیں بیٹھیں اور باتیں کریں۔اس پر حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا:

اے طفیل! ہم روزانہ صبح صرف اس غرض سے بازار جاتے ہیں کہ جو مسلمان بھی ملے اُسے السلام علیکم کہیں (اور ثواب پائیں)''---[۸]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم!'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، جب وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دس''۔یعنی اس شخص کو دس نیکیاں ملیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اُس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ!'' آپ ﷺ نے اُس کے سلام کا جواب دیا، جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیس''۔یعنی اس شخص کو بیس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا اور اُس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، جب وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیس''۔یعنی اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔[۹]

آپ نے دیکھا کہ اتنے آسان عمل کا کتنا بڑا ثواب ہے!

روزے دار کا اجر، جب اس کے سامنے کھانا کھایا جائے

ایک شخص (نفلی) روزے سے ہے، اگر اُس کے پاس کوئی ایسا شخص کھانا کھاتا ہے جو کسی عذر کی بنا پر روزہ نہیں رکھ سکا تو اس روزہ دار کو بڑا ثواب ملتا ہے، اس لیے کہ پاس ایک شخص کھانے سے بھوک مٹا رہا ہے مگر اسے کھانے کی اجازت نہیں اور وہ اللہ کی رضا کے لیے بھوک، پیاس برداشت کر رہا ہے۔ اس وقتی سے صبر پر بھی روزہ دار اجر پا رہا ہے۔حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ عَلَیْھَا فَقَدَّمَتْ اِلَیْہِ طَعَامًا فَقَالَ: ((کُلِیْ)) فَقَالَتْ: اِنِّیْ صَائِمَۃٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمَلَائِکَۃُ اِذَا اُکِلَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یَفْرُغُوْا))---[۱۰]

''نبی اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا پیش کیا، پس آپ ﷺ نے فرمایا: اُمّ عمارہ! تم بھی کھاؤ، انھوں نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔اس پر آں حضرت ﷺ نے فرمایا:
جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو کھانا کھانے والوں کے فارغ ہونے تک فرشتے اس روزہ دار کے لیے رحمت اور بخشش کی دُعا کرتے رہتے ہیں''---

اترا ہوا لباس صدقہ کرنا

صدقہ وخیرات تو بڑے اجر وثواب کے کام ہیں۔اسی طرح کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا بھی اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔جب کوئی شخص نیا کپڑا پہنے اور اپنا پرانا کپڑا اتار کر کسی ضرورت مند کو دے دے تو اس معمولی سے عمل پر اللہ تعالیٰ اُسے اپنے سایۂ رحمت میں لے لیتا ہے۔جب نیا کپڑا مل جائے تو پرانا کپڑا فالتو ہو جاتا ہے۔یہ فالتو کپڑا صدقہ میں دے دینا کوئی بڑا عمل نہیں، مگر اس پر اجرِ عظیم اللہ تعالیٰ کی کمالِ رحمت کا مظہر ہے۔حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس زیب تن کیا اور یہ الفاظ کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ---[۱۱]

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے کپڑا پہنایا، جس سے میں اپنا ستر ڈھانپتا ہوں اور زینت حاصل کرتا ہوں''---

پھر اپنے اتارے ہوئے پرانے کپڑے کو صدقہ کر دیا اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ عَمَدَ اِلَی الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِہٖ کَانَ فِیْ کَنَفِ اللّٰہِ وَ فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَ فِیْ سَتْرِ اللّٰہِ حَیًّا وَّ مَیِّتًا))---[۱۲]

''جو شخص کوئی نیا لباس پہنے، پھر (خط کشیدہ) مذکورہ بالا دعا پڑھے اور پرانا لباس اتار کر صدقہ کر دے تو وہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت اور اس کی حفاظت میں ہوگا''---

کھانے کا برتن صاف کرنا

اسلام صفائی، ستھرائی، نظافت اور طہارت پر بڑا زور دیتا ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ کھانا کھانے والا صاف ستھرے ہاتھوں کے ساتھ بلا تکلف کھانا کھا سکے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹ لینا بھی مستحسن عمل ہے۔ اس سے انگلیوں کے ساتھ لگی ہوئی غذا بھی ضائع نہیں ہوگی اور انگلیاں بھی صاف ہو جائیں گی۔ اسی طرح کھانے کے برتن کو بھی اچھی طرح صاف کر دینا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھانے کے بعد انگلیاں اور برتن چاٹنے اور صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّہِ الْبَرَکَۃُ))---[۱۳]

"تمہیں نہیں معلوم کہ کھانے کے کس حصے اور ذرے میں برکت ہے"---

پس اس بُرے رواج کو چھوڑ دینا چاہیے کہ کھانے کے برتن میں کھانا چھوڑ دیا جائے یا اچھی طرح صاف نہ کیا جائے۔ اسی طرح کھانا کھا کر ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹ لینا چاہیے۔ کئی دیگر حکمتوں کے علاوہ اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے والی غذا کی قدر کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَکَلَ فِیْ قَصْعَۃٍ ثُمَّ لَحِسَھَا اسْتَغْفَرَتْ لَہُ الْقَصْعَۃُ))---[۱۴]

"جو شخص کسی برتن میں کھانا کھا کر اُسے اچھی طرح صاف کر لے اور چاٹ لے تو وہ برتن اس شخص کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا مانگتا ہے"---

گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھا لینا

اگر کھانا کھاتے وقت لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا برکت کا باعث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَحْضُرُ اَحَدَکُمْ عِنْدَ کُلِّ شَیْءٍ مِنْ شَاْنِہٖ حَتّٰی یَحْضُرَہٗ عِنْدَ طَعَامِہٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِکُمُ اللُّقْمَۃُ فَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِھَا مِنْ اَذًی ثُمَّ لِیَاْکُلْھَا وَ لَا یَدَعْھَا لِلشَّیْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْیَلْعَقْ اَصَابِعَہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِہٖ تَکُوْنُ الْبَرَکَۃُ))---[۱۵]

"شیطان اپنے ہر مناسب موقع پر تمہارے پاس حاضر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ

کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اُسے چاہیے کہ گرد وغیرہ صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے، پھر کھانا کھانے سے فارغ ہو کر اپنی انگلیاں چاٹ لے، کیوں کہ اسے یہ پتا نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے"۔۔۔۔

کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لینا، برتن صاف کر دینا اور گرا ہوا لقمہ صاف کر کے کھالینا چنداں مشکل نہیں، مگر اس پر مغفرت اور برکت کا حاصل ہونا کتنی بڑی بات ہے!

مریض کی عیادت

بیماری انسانی زندگی کا لازمہ ہے۔ مریض بیماری کی تکلیف میں ہمدردی اور حوصلہ افزائی کا طالب ہوتا ہے۔ چناں چہ مریض کی عیادت اگر پورے آداب کے ساتھ کی جائے تو بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، جب کہ مریض کی عیادت ایک آسان سا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ اَتٰی اَخَاہُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا مَشٰی فِیْ خَرَافَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَجْلِسَ، فَاِذَا جَلَسَ غَمَرَتْہُ الرَّحْمَۃُ، فَاِنْ کَانَ غُدْوَۃً صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِیَ، وَ اِنْ کَانَ مَسَاءً صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ))۔۔۔۔[۱۶]

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی تیمارداری کے لیے آتا ہے گویا وہ ایک طرح سے جنت کی طرف آ رہا ہے، یہاں تک کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے، پس جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر وہ صبح کے وقت مریض کی عیادت کے لیے آتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کو آئے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں"۔۔۔۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَ عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَھَنَّمَ مَسِیْرَۃَ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا))۔۔۔۔[۱۷]

"جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر محض ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی

کی عیادت کے لیے جائے تو وہ دوزخ سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور کر دیا جاتا ہے"---

اتنی معمولی سی بات پر دوزخ سے دُوری اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی کی ہی مظہر ہو سکتی ہے۔

نماز جنازہ میں شرکت

دوست احباب یا اعزہ و اقارب میں سے جب کوئی فوت ہو جائے تو اُس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا ایک اخلاقی تقاضا، شرعی ذمہ داری اور میت کا حق ہے۔ چناں چہ اس فریضے کی ادائیگی بھی بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، حالاں کہ اس میں نہ زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ ہی کوئی بڑی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ، فَاِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ، اَلْقِيْرَاطُ مِثْلُ اُحُدٍ))---[۱۸]

"جو آدمی کسی (مسلمان میت) کی نماز جنازہ میں شرکت کرے تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور اگر میت کے دفن ہونے تک ساتھ رہے تو اسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) ایک قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ کے برابر ہے"---

اس قدر معمولی مشقت پر اتنے بڑے ثواب کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی جنازے کے ساتھ ضرور شرکت کرے اور اگر ہو سکے تو دفن تک وہاں موجود رہے۔

نماز جمعہ کی تیاری اور شرکت

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اسلام میں طہارت اور نظافت کی بڑی اہمیت ہے۔ اعضائے وضو تو ہر نماز کے وقت دھونے ہوتے ہیں۔ البتہ غسل کرنا جمعہ کے دن نماز جمعہ کی تیاری کا حصہ ہے۔ جمعہ کے دن صبح اٹھ کر غسل کرنا، صاف ستھرے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا وغیرہ سارے صفائی اور ستھرائی کے کام ہیں، جس سے انسان کی طبیعت میں بشاشت اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اس پر بھی کریم و رحیم پروردگار اپنی شان کے مطابق اجر و ثواب سے نوازتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كُفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ وَ خَطَايَاهُ، فَاِذَا اَخَذَ فِي الْمَشْيِ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عِشْرُوْنَ حَسَنَةً، فَاِذَا انْصَرَفَ مِنَ

الصَّلٰوۃِ اُجِیْزَ بِعَمَلِ مِائَتَیْ سَنَۃٍ))---[۱۹]

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرلے اس کے گناہ اور خطائیں معاف کردی جاتی ہیں، پھر جب وہ چل کر (مسجد کی طرف) جاتا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلے بیس بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، پھر جب نماز سے فارغ ہوکر واپس گھر جاتا ہے تو اس کو دو سو سال کے عمل کا بدلہ دیا جاتا ہے''---

نمازِ جمعہ کی تیاری کے ضمن میں غسل کرنا کس قدر معمولی عمل ہے، مگر اجر و ثواب کے اعتبار سے یہ کام کتنی بڑی فضیلت کا حامل ہے کہ گناہوں اور خطاؤں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے!

جمعہ کے دن جلدی مسجد جانا

ہفتے میں ایک دن یعنی یوم الجمعہ خصوصی عبادت اور فضیلت کا دن ہے۔ اس روز ظہر کی چار رکعتوں کے بجائے جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ نماز سے قبل خطیب وعظ کرتا ہے، جس میں دین کی تعلیمات حاضرین کو سنائی جاتی ہیں۔ اگرچہ خود جمعہ بڑا بابرکت دن ہے مگر اس دن خطیب کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں۔ اوّل وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی ہے اور اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اور اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہوجاتے ہیں''---[۲۰]

راستے سے رکاوٹ دُور کرنا

دوسروں کی خیرخواہی اسلامی اخلاق کی ایک اہم شق ہے۔ اس خیرخواہی کے سلسلے میں ادنیٰ سے ادنیٰ عمل بھی ثواب سے خالی نہیں۔ راستے پر بعض اوقات کوئی روڑہ، پتھر کا ٹکڑا یا کانٹے دار درخت

کی شاخ پڑی ہوتی ہے۔ اگر اس خیال سے وہ روڑہ، پتھریا کانٹا راہ سے ہٹا دیا جائے کہ راہ گیر پتھر سے ٹھوکر نہ کھا جائیں یا کسی کے پاؤں میں یا گاڑی کے ٹائر میں کانٹا نہ چبھ جائے، تو یہ معمولی سا عمل بڑے اجر کا باعث ہے۔ اور کیا عجب کہ یہی چھوٹا سا عمل کسی کی بخشش کا سبب بن جائے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ))---[۲۱]

"ایک شخص نے راستے میں کانٹے دار شاخ دیکھی اور ہٹا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو قبول فرما کر اُسے بخش دیا"---

تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت کس قدر آسان سا کام ہے، چند منٹوں میں درجنوں آیات بآسانی تلاوت کی جا سکتی ہیں۔ اس عمل کے اجر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ "الم" حَرْفٌ، وَ لٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِیْمٌ حَرْفٌ))---[۲۲]

"جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس نے ایک نیکی کمالی اور ایک نیکی اللہ کے ہاں دس نیکیوں کے برابر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الٓمٓ" ایک حرف ہے، بلکہ "الف" ایک حرف ہے "لام" ایک حرف ہے اور "میم" ایک حرف ہے"---

یوں الٓمٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں۔ پس جو شخص چند منٹ تلاوت کر لے، وہ ڈھیروں نیکیاں کما سکتا ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

رمضان ماہِ صیام ہے، مسلمان اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ صبح صادق کے وقت سحری کھا کر سارا دن کچھ کھانا پینا نہیں ہوتا۔ غروب آفتاب کے ساتھ ہی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے اُس وقت بھوک زوروں پر ہوتی ہے، ایسی حالت میں کسی روزہ دار کو کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا (اگرچہ وہ سامان قلیل ہی ہو) بہت بڑی نیکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا))---[۲۳]

"جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کو روزہ دار ہی کے مثل ثواب ملے گا، اس حال میں کہ روزہ دار کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوگی"---

ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا تو مشقت کا کام ہے مگر افطار کرانا تو معمولی سی بات ہے، جس پر پورے روزے کا ثواب اللہ کی رحمت اور مہربانی ہی کا مظہر ہے اور روزہ تو محض پانی یا لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور سے بھی افطار کرایا جا سکتا ہے۔

با وضو سونا

صاف ستھرا رہنا، انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت تر و تازہ اور ہشاش بشاش رہتی ہے۔ اسلام میں نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔ وضو میں ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور بازو دھوئے جاتے ہیں، جس سے صفائی حاصل ہوتی ہے اور انسان پاکیزگی اور تازگی محسوس کرتا ہے۔ وضو جہاں پاکیزگی کا باعث بنتا ہے، وہاں اس سے اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔ صلحاء اور اتقیاء کا معمول ہے کہ وہ اکثر باوضو رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جو شخص باوضو ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بستر پر سو جائے اور رات کو کروٹ بدلتے ہوئے یا ویسے ہی بیداری کے وقت اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے نیک امور میں سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ وہ چیز اسے عنایت فرما دیتے ہیں اور ایک فرشتہ ساری رات اس کے پاس رہتے ہوئے اس کے لیے دعا کرتا رہتا ہے کہ اے اللہ! اب اس بندے کو بخش دے، کیوں کہ یہ باوضو سویا ہے"---[۲۴]

مقروض کو مہلت دینا

مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگلی اُمتوں میں سے ایک شخص سے اُس کی وفات کے بعد فرشتوں نے پوچھا: کیا تو نے کوئی نیک عمل کیا؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ فرشتوں نے کہا: یاد کر (شاید

کوئی نیک عمل یاد آ جائے) کہنے لگا: میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، میں نے اپنے ملازموں کو تاکید کر رکھی تھی کہ تنگ دست کو مہلت دیا کرو اور آسودہ حال سے نرم برتاؤ کیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: (اے فرشتو!) تم بھی میرے بندے سے درگزر کرو" ---[۲۵]

دیکھیے! قرض معاف تو نہیں کیا جا رہا، بلکہ تنگ دست سے سختی کے ساتھ تقاضا نہ کرنے اور کچھ مہلت دینے سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا فیصلہ فرما دیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس آدمی کا کسی دوسرے آدمی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الادا ہو اور وہ اس مقروض کو ادا کرنے کے لیے اُسے مہلت دے تو اس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا" ---[۲۶]

چوں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ بہت محبت ہے، لہٰذا جو شخص اُس کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے، اُس پر وہ خوش ہوتا ہے۔ خدمت خلق کے ضمن میں چھوٹے چھوٹے کاموں پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر عطا کرتا ہے۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا یا کسی تنگ دست کو لباس مہیا کرنا اللہ کی خوشنودی کے کام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ)) ---[۲۷]

"جس نے کسی شخص سے دنیا کے دکھوں میں سے ایک دُکھ دور کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دکھوں میں سے ایک دکھ اُس شخص سے دور کر دے گا اور جس نے تنگ حال شخص پر آسانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرما دے گا، اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا" ---

مسواک کرنا

مسواک کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ نہ اس میں جسمانی مشقت ہے اور نہ کوئی پیسہ خرچ ہوتا ہے،

بلکہ اس عمل سے دانت مضبوط ہوتے ہیں، منہ میں تعفن پیدا نہیں ہوتا اور انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ مگر اس معمولی سے کام کا اجر دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور وضو کے موقع پر مسواک کی تاکید کی گئی ہے۔ اگرچہ مسواک کے بغیر بھی وضو ہو جاتا ہے، مگر مسواک کر کے جو وضو کیا جائے گا، اُس وضو کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا مرتبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہ نماز جس کے لیے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلہ میں ستر گنا فضیلت رکھتی ہے، جو بلا مسواک پڑھی جائے'' --- [۲۸]

عربی محاورے میں ستر کا لفظ کثرت کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی بعید نہیں کہ یہاں سبعین کا لفظ ستر ہی کے معنوں میں ہو۔ تو اگر بندہ ہر نماز کے ساتھ تازہ وضو کرے اور مسواک بھی کرے تو اس طرح ایک دن میں پڑھی جانے والی پانچ نمازیں اجر کے اعتبار سے ۳۵۰ نمازوں کے برابر شمار کی جائیں گی۔ اللہ کی رحمت تو بے حد وسیع ہے، وہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب عطا فرما دے۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے مسواک استعمال کرتے۔ دن یا رات میں جب بھی آپ ﷺ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلَاۃٍ)) --- [۲۹]

''اگر مجھے یہ احساس نہ ہوتا کہ میری اُمت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت انہیں مسواک کا حتمی حکم دے دیتا'' ---

فوت شدگان کے لیے استغفار

موت ایک اٹل حقیقت ہے، ہر شخص کو دار العمل سے دار البقاء کی طرف کوچ کرنا ہے۔ وہاں اپنے اعزہ و اقارب، دوست و احباب کچھ کام نہ آئیں گے، بلکہ صرف اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ جو شخص وفات پا جاتا ہے، اب اُس کا کوئی اختیار نہیں ہوتا کہ وہ کسی طور سے اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کر سکے۔ مگر زندہ لوگ مرنے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کر کے انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں والدین اور جملہ مسلمانوں کے لیے ان الفاظ میں دُعا سکھائی ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ٥﴾---[ابرٰهیم]

''اے ربّ ہمارے! بخش دیجیو گناہ میرے، میرے والدین کے اور تمام مؤمنوں کے جس دن حساب کتاب قائم ہوگا''---

صاف ظاہر ہے جب یہ دعا خود پروردگار نے سکھائی ہے تو لازماً یہ نتیجہ خیز ہوگی اور فوت شدگان کے حق میں گناہوں کی معافی کا سبب بنے گی۔ مگر رحمت حق کا اندازہ لگائیے کہ دعائے مغفرت کرنے والا اس معمولی سے کام پر کتنا بڑا اجر پاتا ہے۔ معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا، اس کے لیے ہر مؤمن مرد اور عورت کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی''---[۳۰]

کلماتِ استغفار کی فضیلت دیکھیے کہ جس کے حق میں استغفار کیا جائے، اُسے بھی گراں قدر فائدہ پہنچتا ہے اور استغفار کرنے والا بھی بے شمار نیکیاں حاصل کر لیتا ہے۔

شہادت کا ثواب

شہید فی سبیل اللہ کے مقام و مرتبہ سے کون واقف نہیں! شہید فی سبیل اللہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے۔ مقتول فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن وحدیث میں واضح کی گئی ہے۔ شہید کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، سوائے قرض کے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے بہت سے چھوٹے چھوٹے اعمال پر شہادت کا اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے وطن سے دُور حالتِ سفر کی موت بھی شہادت ہے۔[۳۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے) فرمایا:

''تم لوگ اپنے میں کس کو ''شہید'' شمار کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ (ہمارے نزدیک تو) جو بندہ راہِ خدا میں قتل کیا گیا، وہی شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس صورت میں تو میری اُمت کے شہداء تھوڑے ہی ہوں گے۔ (سنو!) جو بندہ راہِ خدا میں قتل کیا گیا، وہ شہید ہے اور جس بندے کا انتقال راہِ خدا میں ہوا (یعنی

جہاد کے سفر میں جس کو موت آ گئی) وہ بھی شہید ہے اور جس بندے کا طاعون میں انتقال ہوا، وہ بھی شہید ہے اور جس بندے کا پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال ہوا، (جیسے کہ ہیضہ، تخمہ، اسہال، استسقاء وغیرہ) وہ بھی شہید ہے"---[۳۲]

اگر چہ موت کی یہ کیفیات انسان کے اپنے بس میں نہیں مگر اس طرح کی حادثاتی اموات پر شہادت کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا مظہر ہے، جس میں ذرا بھی تعجب نہیں۔

حواشی

۱ استعظام الصغائر، از مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

۲ رواہ البیھقی فی شعب الایمان

۳ مسند احمد و جامع الترمذی

۴ سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم و کفالتہ

۵ رواہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما مرفوعاً، تاریخ مکہ، صفحہ ۵

۶ استعظام الصغائر، صفحہ ۲۷

۷ رواہ البیھقی

۸ رواہ مالک و البیھقی فی شعب الایمان و مشکوٰۃ، جلد ۲، باب السلام

۹ جامع الترمذی و ابوداود، بحوالہ معارف الحدیث، جلد ۳

۱۰ سنن الترمذی، کتاب الصوم عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی فضل الصائم اذا اکل عندہ

۱۱ سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب فی دعاء النبی ﷺ

۱۲ مصدر سابق

۱۳ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع و القصعۃ و اکل اللقمۃ الساقطۃ

۱۴ سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی اللقمۃ تسقط / سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب تنقیۃ الصحفۃ / مسند احمد

۱۵ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ ،باب استحباب لعق الاصابع و القصعۃ و اکل اللقمۃ و الساقطۃ

۱۶ سنن ابن ماجہ، کتاب ما جاء فی الجنائز ،باب ما جاء فی ثواب من عاد مریضاً

۱۷ سنن ابی داود، کتاب الجنائز ،باب فی فضل العیادۃ علی وضوء

۱۸ صحیح مسلم، کتاب الجنائز ،باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ و اتباعھا

۱۹ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاوسط کذا فی الترغیب و الترھیب

۲۰ معارف الحدیث، جلد۳، صفحہ۲۳۵

۲۱ صحیح البخاری، کتاب الاذان ،باب فضل التھجیر الی الظھر / صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،باب بیان الشھداء

۲۲ سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ،باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر

۲۳ سنن الترمذی، کتاب الصوم عن رسول اللہ ﷺ،باب ما جاء فی فضل من فطر صائما

۲۴ طبرانی وابن حبان ۲۵ معارف الحدیث، جلد۷، صفحہ۴۹۳

۲۶ معارف الحدیث، جلد۷، ص۴۹۵

۲۷ صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء و التوبۃ و الاستغفار،باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر

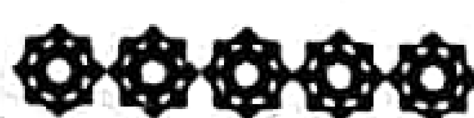
۲۸ شعب الایمان للبیھقی

۲۹ صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ ،باب السواک یوم الجمعۃ / سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ،باب ما جاء فی السواک

۳۰ معارف الحدیث، جلد۵، صفحہ۲۰۶ ۳۱ سنن ابن ماجہ

۳۲ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،باب بیان الشھداء

[بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور]



بانیٔ مسجد وزیر خان

خالد بہزاد ہاشمی

انگریز مؤرخین نے مسجد وزیر خان کو لاہور کا زیور قرار دیا تھا، یہ مسجد ایرانی، صفوی، عربی اور مغل طرزِ تعمیر کا اچھوتا شاہ کار ہے۔ اس کی دل آویز نقاشی، کاشی کاری اور نیلی چمک دار ٹائلیں دیکھنے والے کو آج بھی مبہوت کر دیتی ہیں۔ اس کے تین اطراف میں بنے ہوئے بتیس حجرے اپنا عجب رنگ رکھتے ہیں، ان حجروں میں کتب فروش، مصور، جلد ساز اور نقاش مقیم تھے۔ مسجد وزیر خان کے گنبدوں کے دروں میں تمام آیاتِ قرآنی خط ثلث میں تحریر ہیں، جب کہ مسجد کے مختلف حصوں میں اتنی بڑی تعداد میں قرآنی آیات تحریر ہیں، جو بلاشبہ کئی سیپاروں پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ مسجد وزیر خان کی تعمیر مغل شہنشاہ جہاں گیر کی چہیتی ملکہ نور جہاں کے زیورات سے ہوئی۔ یہ دل چسپ واقعہ تاریخ میں مرقوم ہے۔

عہد جہاں گیر میں شیخ علم الدین انصاری چنیوٹ میں طبیب تھے، ان کے والد کا نام عبداللطیف تھا، انہوں نے عربی اور فلسفہ کی تعلیم کے بعد علم طب حکیم داوی سے پڑھا۔ شیخ علم الدین کی گزر بسر مشکل سے ہوتی تھی، چنانچہ تلاشِ روزگار میں انہوں نے ہجرت کا جوگ اٹھایا۔ ۱۰۳۰ھ میں وہ سفر کی صعوبتیں اٹھاتے لاہور، شاہ جہاں آباد اور بعد ازاں

دارالحکومت آگرہ (اکبرآباد) پہنچے۔ ان کی آگرہ آمد ان کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی، انہوں نے جن امراء ورؤسا کا علاج کیا، وہ شفایاب ہوئے اور ان کی شہرت دربارشاہی تک پہنچ گئی۔ ان دنوں ملکہ نورجہاں عرق النساء میں مبتلاتھی اور کسی طبیب اور حکیم کا علاج کارگر نہیں ہورہا تھا، شہنشاہ جہاں گیر اپنی چہیتی ملکہ کی اس بیماری سے سخت پریشان اور متفکر تھا۔ حکیم علم الدین انصاری کی قسمت انہیں نواب سعد اللہ خان کی معرفت دربارشاہی تک لے آئی۔ جہانگیر ان سے عزت وتکریم سے پیش آیا اور انہیں ملکہ نورجہاں کی تکلیف سے آگاہ کیا۔ حکیم علم الدین نے ملکہ کے علاج کے لیے حامی بھرلی، چنانچہ شیخ علم الدین انصاری نے چلمن کے پیچھے بیٹھی ملکہ نورجہاں سے ان کے مرض کے بارے میں سوالات پوچھے اور شہنشاہ جہاں گیر سے کہا کہ وہ علاج کی غرض سے ملکہ ہند نورجہاں کے جسم یا نبض کو چھونا بے ادبی اور گستاخی گردانتے ہیں، اس لیے وہ علاج کا ایسا طریقہ بتائیں گے کہ ایک ہفتہ بعد ملکہ صحت یاب ہوجائیں گی۔ جہاں گیر جو نورجہاں کے عشق میں بری طرح مبتلا تھا، یہ مژدہ سن کر کہنے لگا کہ اگر نورجہاں کو آرام آگیا تو امارات شفاخانہ جات تجھے بخش دی جائے گی۔

شیخ علم الدین انصاری نے نورجہاں کے علاج کے لیے جو طریقہ اپنایا، وہ نہ صرف دل چسپ بلکہ ان کی اپنے پیشہ میں مہارت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ شیخ علم الدین انصاری نے بادشاہ سے کہا کہ شاہی دالان میں ایک ایک بالشت صحرا سے لائی صاف ستھری ریت بچھادی جائے، چنانچہ بادشاہ کے حکم پر دالان میں صاف ریت بچھادی گئی۔ علم الدین انصاری نے پہلے ریت پر کھڑے ہوکر نماز ادا کی اور بارگاہ ایزدی میں خضوع وخشوع سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! اگر میرے علاج سے نورجہاں صحت یاب ہوگئی تو اسے انعام واکرام میں دربارِ شاہی سے جو کچھ ملے گا وہ اس سے شان دار مسجد تعمیر کرائیں گے۔ بعد ادائیگی نماز وہ قلعہ میں داخل ہوئے اور ملکہ نورجہاں سے گزارش کی کہ وہ دالان میں تشریف لائیں اور ننگے پیر چند قدم چہل قدمی کرکے واپس پردے میں چلی جائیں۔ چنانچہ نورجہاں کچھ دیر ٹہل کر وہاں سے چلی گئی، جس کے بعد علم الدین انصاری نے نہایت صفائی اور خفیہ طریقہ سے باریک نشتر ریت میں چھپا دیا، جو باہر سے بالکل نظر نہیں آتا تھا اور نورجہاں سے پھر درخواست کی کہ وہ انہیں پیروں ایک بار پھر ریت سے گزر کر حرم شاہی میں تشریف لے

جائیں اور جانے سے قبل نور جہاں سے وعدہ لیا کہ اگر ان کے علاج سے وہ صحت یاب ہوگئی تو وہ تمام زیورات جو اس نے اس وقت زیب تن کرر کھے ہیں انہیں بخش دے گی، نور جہاں نے فوراً اقرار کرلیا۔ چنانچہ نور جہاں جب ریت سے گزری تو چھپا ہوا نشتر اس کے پیروں میں چبھ گیا اور فاسد خون کے قطرے ریت میں جذب ہو گئے۔ نازک مزاج ملکہ کے منہ سے درد کی کراہ نکلی تو جہاں گیر بے تاب ہو گیا اور فرط جذبات میں برجستہ یہ شعر کہا:

خون فاسد بہ نشتر نہاد

دم بدم از عروق تا کم باد

''نشتر رکھنے سے رگوں کا فاسد خون لحہ بہ لحہ کم ہو گیا''---

جسم سے فاسد خون نکلتے ہی نور جہاں کو مرض عرق النساء میں یک دم گونہ آرام محسوس ہوا، جہاں گیر خوشی سے کھل اٹھا۔ جہانگیر نے ایک لاکھ روپے خلعت عطا کیے اور سات لاکھ روپے نقد اور عہدۂ امارات شفاخانہ جات حسب وعدہ عطا کیا۔ علم الدین انصاری نے نور جہاں کو کچھ ادویات استعمال کرائیں۔ اس دوران جہاں گیر، نور جہاں کو ساتھ لے کر لاہور آ گیا، علم الدین انصاری بھی ہمراہ تھے۔ لاہور پہنچنے پر نور جہاں مکمل طور پر صحت یاب ہو گئی، اس نے غسل صحت کیا اور شاہی قلعہ میں جشن صحت یابی منعقد ہوا۔

نور جہاں نے اپنے وعدہ کی پاس داری کرتے ہوئے تمام بیگمات شاہی کو جشن میں مدعو کیا اور سب کے سامنے اپنے تمام زیورات اتار کر حکیم علم الدین کو دے دیے۔ نور جہاں کو دیکھتے ہوئے تمام بیگمات نے بھی اپنے زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء حکیم علم الدین انصاری کو نذر کر دیں اور جب حکیم علم الدین نے تمام زیورات جمع کیے تو ان کی قیمت بائیس لاکھ روپے لگی۔ دوسرے روز نور جہاں کی سفارش سے انہیں منصب ہفت ہزاری اور نواب وزیر خان کا خطاب عطا ہوا۔

نواب وزیر خان، متقی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، انہوں نے تمام زندگی نماز عصر بغیر سنت کے ادا نہ کی۔

نواب وزیر خان نے خالق حقیقی سے کیے وعدے کو ایفاء کرتے ہوئے مسجد کی تعمیر شروع کرا دی۔ بازار دورستہ تا دہلی دروازہ، معہ سرائے اور حمام تعمیر کر کے مسجد وزیر خان میں شامل کیے۔

نواب وزیر خان کی نیکوکاری ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے مسجد کی تعمیر کے لیے جو معمار بلوائے، انہوں نے تمام زندگی ایک نماز بھی دیدہ دانستہ قضا نہیں کی تھی۔ مسجد ۱۰۵۱ھ میں مکمل ہوئی۔

نواب وزیر خان کی ترقی کا بڑا باعث ان کے ہاتھوں شاہ جہاں کی والدہ مریم زمانی بیگم کا صحت یاب ہونا بھی ہے۔ جب کہ دورِ شہزادگی وہ شاہ جہاں کے معالج رہے اور شاہ جہاں کو ان سے بہ کمال انسیت و محبت ہوگئی تھی اور وہ ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔

ایک روز شہنشاہ جہاں گیر تخلیہ میں بیٹھا تاج درست کر رہا تھا اور پشت کی جانب کھڑی اس کی چہیتی کنیز شاہ پسند مور پنکھ سے مگس رانی (مکھیاں اڑا) کر رہی تھی۔ اس دوران شہزادہ شاہ جہاں سلام کے لیے حاضر ہوا تو کنیز شاہ پسند سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو وہ بے ساختہ مسکرائی، جہاں گیر نے یہ منظر آئینہ میں دیکھ لیا، اس کی منظورِ نظر ہو اور کسی دوسرے پر، چاہے وہ ولی عہد سلطنت ہی کیوں نہ ہو، نگاہِ التفات ڈالے۔ تیموری خون کھول اٹھا اور اس نے کنیز شاہ پسند کا نکاح اپنے منظورِ نظر غلام سے کرا دیا اور شاہ جہاں کو نظر بند کر دیا۔

نواب وزیر خان، شہزادہ شاہ جہان کی قید سے سخت آزردہ ہوئے، اس دوران تمام امراءِ سلطنت نے اس کی رہائی کے لیے کوششیں کیں جو بار آور ثابت نہ ہوسکیں اور جہاں گیر کسی کی بھی سفارش خاطر میں نہ لایا، جب کہ نور جہاں بھی اس کی سخت دشمن بن چکی تھی اور وہ اپنی اکلوتی بیٹی لاڈلی بیگم (جو اس کے پہلے شوہر شیر افگن سے تھی) کے شوہر شہزادہ کو تخت نشین دیکھنا چاہتی تھی۔ ان حالات میں نواب وزیر خان نے شہزادہ شاہ جہاں سے وفاداری کا ثبوت دیا اور تمام دربار میں یہ مشہور کر دیا کہ شہزادہ کی حالت نازک ہے۔ جہاں گیر نے نواب وزیر خان کو شہزادہ کے علاج کا حکم دیا۔ نواب وزیر خان نے بادشاہ سے کہا کہ اگر شہزادہ شاہ جہاں کو روزانہ سیر کا موقع فراہم نہ کیا گیا تو اس کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ شاہ جہاں کی والدہ مریم زمانی نے بھی شوہر سے بیٹے کے لیے بھرپور سفارش کی، شفقتِ پدری کے ہاتھوں مجبور ہو کر جہاں گیر نے فیض اللہ خان، میر بوایان اور نواب وزیر خان کے ہمراہ دو چار میل روزانہ ہوا خوری کی اجازت دے دی۔ نواب وزیر خان ایک ماہ تک شہزادے کو بحفاظت واپس لاتے رہے لیکن اس کے بعد ایک دن اسے دکن کی جانب لے کر فرار ہوگئے۔ دکن کے ناظم نے شہزادہ شاہ جہاں کی بھرپور خدمت اور پذیرائی کی اور تمام

نظم ونسق اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ جہاں گیر کو خبر ہوئی تو اس نے شہزادے کی واپسی کا فرمان جاری کیا، لیکن وہ دکن میں باغی بن کر بیٹھ گیا۔ جہاں گیر اس وقت کشمیر میں تھا، وہاں سے واپسی کے سفر میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ شاہ جہاں کو وزیر اعظم آصف خان نے بذریعہ ڈاک مطلع کر کے لاہور بلا لیا، تخت نشینی اس کا حق تھا، سو وہ مسند نشین ہو گیا۔

ایسے میں نواب وزیر خان کا ستارہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ انہوں نے امیر الامراء کا خطاب پایا اور وزیر اعظم بن کر سلطنت ہند کے مختار کل بن گئے۔ بادشاہ نامہ، جلد اوّل، حصہ اوّل کے مطابق ۱۰۳۷ھ میں شاہ جہاں نے تخت سنبھالا تو وفاداری اور خدمات کے عوض اپنی خلعت فاخرہ، ایک خنجرِ مرصع، ایک گھوڑا با زین طلاء، ایک اونٹ، ایک علم، ایک نقارہ اور ایک لاکھ روپے نقد عطا کیے اور پنج ہزار اور سہ ہزار سوار کا مرتبہ بھی مرحمت فرمایا۔

پنجم سال جلوس میں فتح خان دولت آبادی نے خراج دینا بند کر دیا تو شاہ جہاں نے حکیم علم الدین کے سواروں میں پانچ ہزاری اضافہ کر کے ۱۰ ہزار سواروں کے ساتھ فتح خان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جب فتح خان کو حکیم علم الدین کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے خوف زدہ ہو کر اپنے بیٹے کے ہاتھ تحائف دربارِ شاہ جہانی میں روانہ کر دیے۔ شاہ جہاں نے حکیم علم الدین کو واپس آنے کا حکم دیا اور ان کی مبارک قدمی سے خوش ہو کر وزیر خان کا خطاب اور لاہور کا ناظم مقرر کیا اور وہ سات سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

۱۰۵۰ھ میں شاہ جہاں لاہور سے گزرا تو نواب وزیر خان نے نہایت قیمتی تحائف اسے پیش کیے۔ بادشاہ نے بھی ایک خلعت خاص، ایک گھوڑا مع طلائی ساز اور ایک ہاتھی عنایت کیا اور صفدر خان کی جگہ آگرے کا صوبہ دار مقرر کیا۔ نواب وزیر خان نے لاہور کی نظامت کے دوران نہایت نیک نامی اور خوش انتظامی سے امور مملکت کو انجام دیا اور عمارات اور باغات کی تعمیر میں بھرپور دلچسپی لی۔ شاہ جہان کے عہد کی بیشتر عمارات نواب وزیر خان کی ہی تعمیر کردہ ہیں، جو ان کی فنونِ لطیفہ میں بھرپور دلچسپی کی آئینہ دار ہیں۔ شاہ جہاں نامہ کی جلد دوم کے مطابق نواب وزیر خان آگرہ میں تھوڑا عرصہ ہی حکومت کر سکے۔ وہ مرض قولنج میں مبتلا ہو کر ۲۱ رجمادی الاوّل ۱۰۵۱ھ میں وفات پا گئے۔



اردو زبان کی خوبیاں اور بولنے والوں کی کوتاہیاں

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ

اردو زبان سے زیادہ وسیع القلب زبان اور کون سی ہوگی، جس نے بے شمار زبانوں کے الفاظ کو خوش آمدید کہا اور اپنے دامنِ دل میں یوں جگہ دی کہ وہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ وہ قاعدہ جو ہم بچپن سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں، اس میں ۳۷ رحروف ہیں، یعنی:

''ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ء ی ے''---

اب معلوم ہوا کہ ایک بہت اہم آواز ہم نظر انداز کیے ہوئے تھے یعنی ''ھ''، اس کے متبادل کے طور پر ہمارے پاس ''ہ'' موجود ہے، لیکن بے شمار مقامات پر ''ہ'' کو ''ھ'' میں بدلنا ممکن نہیں؛ مثلاً بھول، پھول، تھال، ٹھیلا، جھولا، جھوٹا، دھوبی وغیرہ کو بہول، پہول، تہال، ٹہیلا، جہولا، جہوٹا اور دہوبی وغیرہ لکھ کر دیکھیے تو مضحکہ خیز صورت حال پیدا ہوگی۔ بعض اوقات تو مفہوم ہی تبدیل ہو جاتا ہے، مثلاً بھائی / بہائی، بھار / بہار وغیرہ میں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ حرف اتنا ہی اہم تھا تو ابتدا ہی سے اسے الگ حرف تہجی کا درجہ کیوں نہ دیا گیا؟ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں کل حروف تہجی پچاس ہیں ...... بھ، پھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ اور ان کے علاوہ اردو میں رھ، لھ، مھ، نھ، کی آوازیں بھی ہیں''---[قواعد اردو، صفحہ ۳۸]

مولوی عبدالحق نے ''ٹھ'' شمار نہیں کیا، جب کہ اس سے بننے والے بے شمار الفاظ مثلاً ٹھیکرہ، ٹھکرانا، ٹھیلا، ٹھٹھہ وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ آج بھی کسی لفظ میں اگر دو ''ھ'' شامل ہوں تو بعد میں آنے والی ''ھ'' کو حذف کر دیا جاتا ہے، مثلاً بھابھی کو بھابی لکھنا درست قرار پایا لیکن ٹھٹھہ کو ٹھٹہ لکھتے ہوئے خود بھلا معلوم نہیں ہوتا۔

معروف ماہر لسانیات ڈاکٹر سہیل بخاری حروف تہجی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رومی رسم الخط میں حروف کی کل تعداد ۲۶، عربی رسم الخط میں ۲۹، سنسکرت کی دیوناگری میں ۴۸ اور اردو کے عربی رسم الخط میں حروف و علامات ملا کر ان کی کل تعداد ۴۵ ہے''---[رسم الخط کے بنیادی مباحث، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ ۲۱]

''ء'' کے متعلق ڈاکٹر سہیل بخاری کی تحقیق یہ کہتی ہے:

''کچھ لوگ اسے حرف مانتے ہیں، دوسرے اس کی چھوٹی سی جسامت کے باعث اسے حرف ماننے ہی سے انکاری ہیں اور صرف علامت کا درجہ دیتے ہیں، کچھ کا کہنا ہے کہ کہیں یہ حرف ہوتا ہے اور کہیں علامت بن جاتا ہے، میرے نزدیک یہ اردو کا ایک اہم حرف ہے اور ایک نہایت ہی اہم آواز کا نمائندہ، یہ کہیں بھی علامت نہیں بنتا۔ عام طور پر اردو میں اکاون حروف تہجی مستعمل ہیں:

''اب پ بھ ت تھ ٹ ٹھ ث ج جھ چ چھ ح خ د دھ ڈ ڈھ ذ ر رھ ڑ ڑھ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ک کھ ق گ گھ ل لھ م مھ ن نھ و ہ ء ی ے''---

یہ حروف تہجی عربی زبان کے علاوہ فارسی، ہندی و مقامی زبانوں سے مل کر ایک سانچے میں ڈھلے ہیں۔ واضح رہے کہ ''ھ'' فارسی و عربی حروف تہجی میں موجود نہیں۔ عربی زبان میں ۲۹ حروف تہجی ہیں، کچھ ۲۸ کہتے ہیں کیوں کہ وہ ''ء'' اور ''ا'' کو ایک دوسرے کا قائم مقام قرار دیتے ہیں حالاں کہ ہمزہ کی اپنی حیثیت مسلم ہے، یوں ۲۹ حروف تہجی تسلیم کیے جاتے ہیں۔

اردو نے عربی سے یہ ۲۹ حروف اور ۴ حروف فارسی سے یعنی پ چ گ اور ژ لیے، یوں ۳۳ حروف ہوئے۔ تین حروف مقامی زبان سے مستعار لیے یعنی ٹ ڈ ڑ، باقی رہے بھ پھ تھ ٹھ وغیرہ ۱۵ حروف، یہ خالص ہندی سے آئے، اس طرح اردو حروف تہجی کی تعداد ۵۱ مقرر ہوئی''---

لیکن ماہرین لسانیات کی تحقیق کچھ اور کہتی ہے، ان کا خیال ہے کہ ''ا'' اور ''آ'' دونوں آوازیں واضح فرق رکھتی ہیں، اس لیے دونوں مدغم کر کے ایک حرف بنا لینا مناسب نہیں۔ ''آ'' کی الگ حیثیت ہے، اس طرح اردو حروف تہجی کی تعداد ۵۲ بنتی ہے۔

حروف تہجی سے زیادہ اہم مسئلہ ''املا'' کا ہے، اردو املا کے اصول وضوابط موجود ہیں لیکن ہم اپنی نادانی کے باعث شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی مرضی کی ''املا'' لکھ جاتے ہیں۔ پڑھنے والے اسی کی تکرار کرتے ہیں اور غلطی عام ہو جاتی ہے۔ یہاں میں صرف ان چند باتوں کی طرف اشارہ کروں گا، جن سے ہمارا روز کا واسطہ ہے اور ہر طالب علم کو بار بار بتانا پڑتا ہے کہ درست املا کیا ہے؟ جب بھی کسی طالب علم کی کاپی یا پرچہ جانچا جائے وہاں آپکا، آپکو، اسکا، انکا، اسوقت، ایکدن، ہونگا وغیرہ الفاظ لکھے نظر آتے ہیں، جب کہ ''آپ'' الگ لفظ ہے اور ''کا'' الگ، اس لیے یہ تمام الفاظ الگ الگ لکھنے چاہئیں۔

اسی طرح لئے، دیئے، دیجئے، کیجئے، کھولئے لکھا جاتا ہے، جب کہ ان تمام الفاظ میں ہمزہ کی آواز موجود نہیں بلکہ ''ی'' کی آواز ہے، لہٰذا لیے، دیے، کیے، چاہیے وغیرہ لکھا جانا چاہیے۔ آیئے، جایئے، کھایئے، فرمایئے میں ہمزہ کا استعمال درست ہے کہ یہاں ''ء'' کی آواز موجود ہے، نیز مرکب اضافی و مرکب توصیفی کے درمیان آنے والی ''ے'' پر ہمزہ کا استعمال زائد ہے۔ شعرائے کرام، گیسوئے تابدار، آشنائے قدیم لکھا جائے کہ یہاں ''ے'' ہمزہ کی قائم مقام ہے۔

دوسری ایک اہم غلطی جو بار بار دہرائی جاتی ہے وہ یہ کہ ھم، ھمیشہ، ھندو وغیرہ اکثر و بیشتر لکھا دکھائی دیتا ہے، ہم سبھی جانتے ہیں کہ ڑ، ھ اور ء سے کسی لفظ کا آغاز نہیں ہوتا، اس لیے ہم، ہمیشہ، ہندو لکھا جانا چاہیے۔

دوران تحریر بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ الفاظ جو ہائے مخلوط کی آواز دیں یعنی ''ہ'' کی آواز کسی دوسرے حرف سے مل کر مرکب آواز بن جائے وہ تمام الفاظ دو چشمی ''ھ'' یعنی ہائے مخلوط سے لکھے جائیں، مثلاً انہیں، انہوں، تمہیں، تمہارے، جنہیں، جنہوں کا درست املا مقتدرہ قومی زبان کی رو سے انھیں، جنھیں، تمھیں، جنھوں وغیرہ ہے۔۔۔

''ز'' اور ''ذ'' میں طلبہ ہی نہیں بسا اوقات ہم اساتذہ بھی فرق نہیں پاتے، مثلاً زندگی اور زیادہ کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں لیکن چند طلبہ انھیں ہمیشہ ذندگی اور ذیادہ ہی لکھتے ہیں، زے اور ذال استعمال کرتے ہوئے بڑے بھی کبھی کبھی سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ

زے استعمال کی جائے یا ذال؟ مثلاً گذارش ہے یا گزارش؟ حتیٰ کہ ماہرین لسانیات بھی اس بارے میں متفق نہیں، کچھ کا خیال ہے کہ گذارش صحیح ہے اور کچھ گزارش کو درست مانتے ہیں۔

طالبات پرنسپل کے نام درخواست تحریر کرتے ہوئے جناب پرنسپل صاحبہ یا جنابہ عالیہ کی ترکیب استعمال کرتی ہیں، جناب مذکر اور مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے، اس لیے جناب عالیہ لکھا جانا چاہیے، پھر جناب کے ساتھ صاحب، یہ بھی درست نہیں۔

درخواست تحریر کرتے ہوئے مشکور ہوں گا/ ہوں گی لکھا جاتا ہے۔ مشکور، اس شخص کی صفت ہے جس نے احسان کیا، اس شخص کی نہیں جس پر احسان کیا گیا۔ درخواست کے اختتام پر آپ کی/آپ کا تابع دار بھی لکھ دیتے ہیں، جب کہ تابع دار کے معنی ہیں ''تابع رکھنے والا''، اس لفظ سے گریز کیا جائے۔ درخواست کے آخر میں اپنے نام کے بعد جماعت دوئم، سوئم یا سال دوئم اور سال سوئم تحریر کیا جاتا ہے، دوئم اور سوئم کوئی لفظ نہیں، درست املا ''دوم'' اور ''سوم'' ہے۔

عربی زبان کے وہ الفاظ جو ہمزہ پر ختم ہوتے ہیں، اردو میں ان کے آخر میں ہمزہ حذف کر دیا گیا ہے لہٰذا یہ الفاظ اب ہمزہ کے بغیر لکھے جائیں گے، مثلاً اولیا، ادبا، شعرا، حکما، منشا، فقرا، طلبا وغیرہ۔

اردو کے ساتھ ہم یہ سوچ کر ہر سلوک روا رکھتے ہیں کہ اردو بڑی کشادہ زبان ہے، سب کچھ اپنا لیتی ہے، حالاں کہ اس بات سے صرف نظر ممکن نہیں کہ اصول وضوابط زبان کو محدود نہیں کرتے بلکہ اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں، قطع وبرید نہ ہو تو باغ بھی جھاڑ جھنکار کا روپ دھار لیتا ہے، ہم روزمرہ زندگی میں غلط اردو بولتے ہیں لیکن ہر غلط تلفظ کو **غلط العام فصیح** کے پردے میں جائز تصور کر لیتے ہیں۔ کچھ عام غلطیاں درج ذیل ہیں:

''معافی چاہی جاتی ہے، مانگی نہیں جاتی ---

رسم ادا کی جاتی ہے، منائی نہیں جاتی ---

شور مچایا جاتا ہے، ڈالا نہیں جاتا ---

چغلی کھائی جاتی ہے، کی نہیں جاتی ---

غزل کہی جاتی ہے، لکھی نہیں جاتی'' ---

ایک اور مسئلہ جس سے اردو لکھنے والے دو چار ہیں وہ یہ کہ انگریزی کے جو الفاظ ایس (S) سے شروع ہوں انھیں الف سے لکھا جائے یا سین سے؟ اس سلسلے میں ثاقب رومی اپنے مضمون میں تحریر کرتے ہیں:

''انگریزی کے حرف ایس سے شروع ہونے والے الفاظ تنازع کا موضوع بن گئے، اس قسم کے الفاظ ابتدا ہی سے الف کے ساتھ لکھے جا رہے ہیں، مثلاً اسکول، اسٹیشن وغیرہ۔ کچھ لوگ انھیں بغیر الف کے لکھتے ہیں، مثلاً سکول، سٹیشن وغیرہ۔ بعض درسی کتب میں بھی اس قسم کا املا اختیار کیا گیا، حالاں کہ یہ صحیح نہیں، ان الفاظ کو الف سے شروع کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اردو زبان میں کوئی لفظ کسی ساکن حرف سے شروع نہیں ہوتا، اس لیے جب انہیں اپنایا گیا تو اس سے پہلے الف لکھ کر ان کا تلفظ متعین کیا گیا''---

[اردو زبان میں نواجہت، منتخبات، مطبوعہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ ۲۵۰]

اردو اپنے کشادہ دامن کے ساتھ دیگر زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سمیٹتی جا رہی ہے لیکن کیا ہمیں اس خطرے کا احساس نہیں کرنا چاہیے کہ مبادا ہماری اپنی شناخت، اپنا تشخص ہی فنا ہو جائے؟ یہ احساس آج کی پیداوار نہیں، زبان سے متعلق ہمارا غیر سنجیدہ رویہ ہمیں ان مشکلات سے دوچار کر سکتا ہے جس کا ہمارے اکابرین کو اشد احساس تھا۔ دیکھا جائے تو عملی طور پر دو قومی نظریے کے وجود کا ایک بڑا سبب اردو زبان اور اس کا فارسی رسم الخط تھا۔ بانیٔ پاکستان نے اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیتے ہوئے ۲۴ر مارچ ۱۹۴۸ء کو جامعہ ڈھاکا کے جلسۂ تقسیم اسناد میں دوران تقریر کہا تھا:

''پاکستان کی مشترکہ قومی زبان جو مملکت کے مختلف صوبوں کے درمیان افہام و تفہیم کا ذریعہ ہو سکتی ہے، وہ اردو ہے، اردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں، ملک کی سرکاری زبان ظاہر ہے اردو ہی کو ہونا چاہیے''---

اس بات سے پہلے سر راس مسعود ۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو کہہ چکے تھے:

''اگر انگریز مزید سو سال بھی ہمارے حاکم رہیں تب بھی ہمارے ملک کے باشندوں کی زبان انگریزی نہیں بن سکتی''---

لیکن فی الوقت ہم جس آسانی سے اپنی روایات، تہذیب، اپنے تشخص اور اپنی زبان سے کنارہ کر رہے ہیں، کیا کوئی اور قوم اس عمل میں ہماری ہم پلہ ہے؟ جاپان، چین، کوریا وغیرہ انگریزی کے بغیر ہی ترقی کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ بھی اس جناتی زبان سے خائف تھے جو حکام کی سطح اور نجی سطح پر رواج پا

چکی ہے، انھوں نے اس جناتی زبان کے لیے ''انگلی'' یا ''انگلر دو'' کے نام منتخب کیے تھے، آج کا نقاد اسے ''اردش'' کہتا ہے۔ ہم اردو کے نام پر انگریزی بولتے اور سنتے ہیں، ٹی وی پر کسی میزبان کی گفتگو سنیے، دس پندرہ جملوں سے اندازہ نہیں ہو پاتا کہ پروگرام اردو زبان میں ہو رہا ہے یا انگریزی میں؟ اس انداز بیان کا اثر طلبہ اور عوام کھلے دل سے قبول کر رہے ہیں، ان کے نزدیک کامیابی کا زینہ صرف اور صرف انگریزی بولنا ہے (جاننا ضروری نہیں)۔

دلاور فگار نے برسوں پہلے کسی سے تعارف حاصل کرنا چاہا تو یوں جواب ملا:

اک یونی ورسٹی میں کسی سوٹ پوش سے
میں نے کہا، آپ ہیں کیا کوئی سارجنٹ؟
کہنے لگے، جناب سے مس ٹیک ہو گئی
آئی ایم ہیڈ آف دی اردو ڈیپارٹمنٹ

آج کا شاعر بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے:

کہا بیگم نے شوہر سے ڈنر تیار کر لینا
فرج میں بیف ہے، فش ہے، چکن ہے اور مٹن بھی ہے
کلب میں آج کافی دیر تک بزی رہوں گی میں
وہاں اردو زباں پر ایک پینل ڈس کشن بھی ہے [شوکت جمال]

زبان میں اخذ و قبول کا سلسلہ فطری اصول کے تحت جاری رہنا چاہیے لیکن ہر طرح کے قواعد و ضوابط سے گریز کرتے ہوئے سرکاری بالادستی، سماجی و سیاسی تہذیبی مرتبے کے تعین، نجی اور تعلیمی سطح پر جذبہ تفاخر کی تسلی و تشفی کے لیے بدیسی زبان کا استعمال بلکہ شدتِ استعمال ضروری سمجھا جائے تو یہ اس کے فطری حسن، مزاج، تشخص اور پہچان کو داغ دار کر دے گا۔ عوامی سطح پر بھی ہم ''آسان اردو'' بولنے کے عادی بن چکے ہیں، مثلاً آپ سارا دن کمپیوٹر پر کام کرتے ہیں تو ذرا کہہ کر تو دیکھیے:

''میرا احصائیہ خراب ہو گیا ہے، نجانے کون سا جراثیم اس میں آن گھسا ہے؟''---

سبھی یہی کہیں گے:

''آسان اردو بولیے نا......''---

[بشکریہ ماہ نامہ اردو ڈائجسٹ، اپریل 2005ء]



رزقِ حلال کا کلچر

مسلم سجاد

اچھے وقتوں کی بات ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اگر تیرے حلق سے کبھی لقمۂ حرام اترا تو تجھے دودھ نہیں بخشوں گی۔ مائیں اس کا اہتمام بھی کرتی تھیں کہ خود ان کے حلق سے بھی لقمۂ حرام نہ اترا ہو۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ محاورہ متروک ہونے کے ساتھ ساتھ، حرام کے حرام ہونے کا تصور بھی بالعموم ہمارے معاشرے سے متروک ہو گیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ نیا کلچر بس یہ ہے کہ کسی بھی طرح مال آنا چاہیے اور کھانا پینا چاہیے۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس حوالے سے حقیقی صورت حال اتنی دگرگوں ہے کہ غالباً بیان اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹروں سے زیادہ مقدس پیشہ کس کا ہو سکتا ہے؟ مریض اس پر اندھا اعتماد کرتا ہے کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے، لیکن اب یہ بات عام ہے، ہر کوئی جانتا ہے، اخباروں میں چھپ رہی ہے کہ دواساز کمپنیاں ڈاکٹروں کو نوازنے میں ہر حد پار کر گئی ہیں اور ڈاکٹر حضرات بھی سب حدوں سے آگے چلے گئے ہیں۔ اس حوالے سے کوئی حقائق معلوم کرنے کا کمیشن بنے تو 9/11 کی تفصیلات سے بھی زیادہ ضخیم رپورٹ تیار ہو جائے۔ مفت سیمپل سے شروع ہونے والی بات اب لیز گاڑیوں کی قسطوں، فائیو سٹار ہوٹلوں میں مع فیملی ویک اینڈ، بیرون ممالک کے دوروں (بلکہ عمرے کے ٹکٹ) تک پہنچ گئی ہے۔ اس سب کے عوض ڈاکٹر، متعلقہ کمپنیوں کی تیار کردہ مہنگی سے مہنگی دوائیں تجویز کرتا ہے۔ دواساز کمپنی سے وابستہ لوگ معروف ڈاکٹروں کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ ہم نے ان کا اتنا اتنا ہزار ماہانہ باندھ رکھا ہے (اور ہمیں تو کوئی ایک

کمپنی والا ہی بتاتا ہے، دیگر کمپنیوں کا حساب تو ڈاکٹر خود ہی جانتا ہے)۔

ملتان کے ڈسٹری بیوٹر نے مجھے بتایا کہ ڈی جی خان تک میرا علاقہ ہے اور کوئی ڈاکٹر بھی پاک نہیں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

اندازہ تو کریں کہ اس سے زیادہ کمینگی اور سفلہ پن (میرے پاس مزید سخت الفاظ نہیں) کیا ہوسکتا ہے کہ مجبور اور غریب بیماروں سے اس طرح رقمیں نکلوائی جائیں؟ یہ مصدقہ کہانیاں الگ کہ سرجن صاحب پیٹ کھول کر باہر آگئے کہ اندر تو فلاں چیز نکل آئی ہے، اتنے ہزار اور دیں، ورنہ میں اس کے بغیر ہی سی دیتا ہوں۔ ثُمَّ: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

دوسری طرف نظر ڈالیں، وفاقی حکومت کا ادارہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی، بائی پاس تعمیر کے لیے زمینیں حاصل کر کے معاوضہ ادا کرتا ہے، گزشتہ دنوں میرے ذاتی علم کے مطابق ایک ادائیگی میں ادارے نے ایک کروڑ رقم ادا کرنے سے پہلے اپنا حصہ 30/لاکھ روپے نقد وصول کیا۔ کسی نیب، کسی اینٹی کرپشن، کسی گڈ گورننس کی تقریر نے بال بیکا نہیں کیا۔ اس کو ضرب دیں، جہاں جہاں حکومت زمینیں لے کر ادائیگی کرتی ہے اور اندازہ کریں کہ اس محکمے کے عمال کتنا مال حرام لے جا کر اپنی آل اولاد کو کھلاتے ہیں۔ کسی صحافی بھائی کو فرصت ملے یا اسائنمنٹ ملے تو وہ معلوم کرسکتا ہے کہ حادثات کی صورت میں مرنے والوں اور زخمیوں کو معاوضہ دیا جاتا ہے، اس کا کتنا فی صد متعلقہ وارث کو ملتا ہے اور کتنا اوپر اور درمیان میں تقسیم ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ فوری اعلانات کا راز جذبۂ ہمدردی نہیں بلکہ یہ ہے۔

زمانہ جدید ہے، اس لیے شاطرانہ مہارت سے ناجائز اور حرام کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوئے ہیں۔ پی ٹی سی ایل خود اور دوسروں کے لیے بھی یہ خدمت انجام دیتا ہے کہ انعامات کا لالچ دلا کر معصوم بچوں اور خواتین سے بلکہ پڑھے لکھے سمجھدار مردوں سے بھی (کہ لالچ میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں) دھوکا دے کر فون کرائے جاتے ہیں۔ کھلا دھوکا یہ کہ اشتہار میں کسی کونے میں نہایت باریک الفاظ میں لکھا جاتا ہے، 14/روپے فی منٹ۔ جو وہ جانتے ہیں کہ لوگ نہیں پڑھیں گے اور انعام کے لالچ میں خوب فون کیے جائیں گے، اس لیے کہ سوال بھی ماشاءاللہ یہ ہوتا ہے کہ مزار قائد کراچی میں ہے یا لاہور میں؟ ہر کوئی فون کرتا ہے کہ انعام ملے گا، پھر لاکھوں میں سے چند ہزار (شاید) بانٹ دیے جاتے ہیں اور سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کیا یہ سرکاری سرپرستی میں جوا اور قمار بلکہ فراڈ نہیں؟ لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان

میں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

اس طرح کوئی بھی شعبہ دیکھ لیں، اسٹاک مارکیٹ اور پراپرٹی تو بڑے اسکینڈل ہیں، ملک میں کون سا کام اس ناجائز اور حرام کے بغیر ہو رہا ہے؟ کون سا دفتر، کون سا محکمہ اس سے پاک ہے؟ ہفت روزہ ایشیا (۶ تا ۱۵ ارجون ۲۰۰۵ء) میں جیل کے ایک قیدی کا رونگٹے کھڑے کر دینے والا خط شائع ہوا ہے کہ کس بے دردی سے قیدیوں سے جیل کا عملہ رشوت وصول کرتا ہے۔

بات اس سے شروع ہوئی تھی کہ حرام کو حرام سمجھنے کا کلچر تبدیل ہو گیا ہے اور حلال حرام کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ اس وقت صرف مالی پہلو زیرِ بحث ہے، ورنہ حلال حرام زندگی کے ہر دائرے میں ہے، ہر جگہ ہی تمیز اٹھتی جا رہی ہے۔ آپ خود اندازہ کریں کہ معاشرے میں کتنے لوگ ہیں جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان کے اور ان کی اولاد کے منہ میں حرام کا لقمہ نہ جائے؟ یقیناً ابھی ایسے لوگ موجود ہیں اور ان کی وجہ سے یہ معاشرہ عذابِ الٰہی کی ایسی گرفت میں نہیں آیا کہ مٹا دیا جائے۔ لیکن عام صورتِ حال کا اندازہ آپ ان چند مثالوں سے کر سکتے ہیں، جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

حرام اور رشوت کا کیا اثر ہوتا ہے؟ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے حوالے سے اس کے لیے "سحت" کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی جڑ کٹ جانے کے ہیں۔ جس معاشرے میں رشوت ایسے عام ہو جس کا تجربہ اور مشاہدہ ہم کو براہِ راست بھی ہوتا ہے اور واقعات علم میں آتے ہیں اور اخبارات کے ذریعے عام بھی ہوتے ہیں، یوں کہیں کہ شیرِ مادر کی طرح پی جاتی ہے، وہ معاشرہ کھوکھلا ہوتا رہتا ہے اور بالآخر اس کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

حرام عام ہو جانا ہی اس کی وجہ ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ کیا ہمارے معاشرے میں دعائیں کرنے میں کچھ کمی ہے؟ لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جا کر روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا، دعا منہ پر ماری جاتی ہے۔ حدیث پاک کے مطابق بندہ کہتا ہے:

"اے رب! اے رب!" ---

لیکن اس کی نہیں سنی جاتی، کیوں کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور جس غذا سے اس کے رگ، ریشے اور پٹھے بنتے ہیں، حرام ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

''حلال کھانے کا اہتمام کرو، تمہاری دعائیں قبول ہوں گی'' ---

یہ حلال، حرام کا مسئلہ کوئی ذاتی یا انفرادی نہیں، قومی مسئلہ ہے، اگر کسی جادو کی چھڑی سے اس معاشرے کا ہر فرد صرف حلال پر اکتفا کرے اور حرام سے پرہیز کرے تو آپ چشم تصور سے دیکھ سکتے ہیں کہ گڈ گورننس بھی آ جائے گی، ٹیکس نصف ہو جائیں گے اور ترقیاتی کام دگنے بلکہ چوگنے ہو جائیں گے، مہنگائی ختم ہو جائے گی، معاشرے میں سکون ہو گا، جن ناجائز دوڑوں میں اچھے بھلے سب لوگ لگے ہوئے ہیں، وہ ختم ہو جائیں گی، دنیا کی زندگی بھی پُرسکون گزرے گی اور آخرت میں بھی مغفرت اور نجات کی توقع کی جاسکے گی۔ لیکن کس طرح؟ یقیناً ترغیب اور دعوت بھی ہو، لیکن اگر حیثیت و مقام کا لحاظ کیے بغیر چند مصدقہ مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے تو یہ کلچر تبدیل ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ کلچر وہ کیوں تبدیل کریں جو اسے رائج کیے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے کہ قوم کے بہی خواہ ایسی تحریک چلائیں کہ پھر سے حرام کو حرام سمجھنے کا کلچر عام ہو۔ اس حوالے سے حس اتنی تیز ہو جائے کہ بچے والدین سے خود کہیں کہ پیارے ابو! خدا کے لیے ہمیں حرام مت کھلاؤ، بیویاں شوہروں کو بتا دیں کہ حلال کی روکھی سوکھی حرام کے پراٹھوں سے بہتر ہے، حرام کھانے والے معاشرے میں معزز نہیں، ذلیل ہوں۔ حرام کھانے کے راستے بند کیے جائیں، حرام کھانے والوں کی گرفت ہو، تعزیر ہو، کڑی سزائیں انہیں ملیں۔ اگر مجرم کو یقین ہو کہ وہ بچ نہ سکے گا تو ارتکابِ جرم کا حوصلہ کرنے والے بہت کم رہ جائیں گے۔ (اس وقت تو اسے اپنے بھائی بندوں کی طرف سے تحفظ کا یقین حاصل ہوتا ہے)

ہمارے دستور کے مطابق یہ حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ایسے اسباب پیدا کرے کہ ملک کے شہری حرام سے محفوظ رہیں لیکن اگر اربابِ حکومت اس سے پہلو تہی کریں (بلکہ حرام عام کرنے میں لگ جائیں) تو معاشرے کے تمام عناصر اخبارات، میڈیا، استاد، طلبہ، امام، خطیب، ممبران اسمبلی ہر کوئی اس تحریک کے حوالے سے ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھے (پہلے خود اپنے آپ کو پاک کرے، پھر انگلی اٹھائے) تو حلال کی برکات بچشم سر نظر آئیں گی۔

ایک حدیث کے مطابق ایک پیلو کی لکڑی کے برابر بھی کسی کا کوئی حق غصب کیا ہو تو روز قیامت ادا کیے بغیر چھٹکارا نہیں ہوگا۔ [بشکریہ ترجمان القرآن]



شیرازہ بندی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ملت کی شیرازہ بندی وقت کی اہم ضرورت ہے، فقیر اگرچہ کبھی اہل سنت و جماعت کی عملی سیاست میں شریک نہیں ہوا لیکن جب ملت کی کشتی منجدھار میں ہو تو خاموش رہنا مناسب نہیں--- فقیر سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں جو آیا ہے اس کو خلوص کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات اور محسوسات دوسروں تک منتقل کر دینا چاہیے کہ آنے والوں کے کام آئیں اور جانے والے کی زندگی آنے والوں کے لیے کارآمد ہو--- اسی جذبے کے تحت چند افکار پریشاں پیش کر رہا ہوں:

OOO

۱ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے باہمی اتحاد و اتفاق کے لیے غیر مشروط عفو و درگزر سے کام لیا جائے اور قرآن کریم کی ان آیات پر عمل کیا جائے:

ا...... ''جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے'' --- [شوری: ۴۰]

ب...... ''اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ہمت کے کام ہیں'' --- [شوری: ۴۳]

ج...... ''معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو'' --- [اعراف: ۱۹۹]

د...... ''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے'' --- [زمر: ۵۳]

۲ اس خیال کی از سر نو تعمیر کی جائے کہ برصغیر اور دنیا بھر میں اہل سنت ہی اکثریت میں ہیں--- ایک تعمیر شدہ مکان کی قدر و قیمت ہوتی ہے مگر ایک محل یا قلعے کے بکھرے ہوئے سنگ و خشت کے انبار کی کوئی قدر و منزلت نہیں--- تعمیر شدہ مکان کو دیکھنے کے بجائے ہمت و حوصلے سے محل تعمیر کیا جائے اور اہل سنت کو ہر قیمت پر متحد کیا جائے--- یہ کام اخلاص عمل اور عاجزی و انکساری سے ممکن ہے---

اہل سنت سپریم کونسل کا قیام ضروری ہے، ہر صوبے سے اراکین کا انتخاب ہو، جن کا درجہ

مساوی ہو کیوں کہ عہدوں کا نشہ بھی بھی گمراہ کر دیتا ہے --- ہر صوبے کے اراکین کونسل کی اکثریت کا فیصلہ متفقہ سمجھا جائے --- سپریم کونسل کے ساتھ ساتھ صوبائی کونسل اور ضلعی کونسل بھی تشکیل دی جائے ، ارکین کا انتخاب کرتے وقت قرآن کریم کی روشنی میں درج ذیل خوبیوں کو پیش نظر رکھا جائے ---

١ عالم باعمل اور صحت مند ہو

''ان سے ان کے نبی نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے، بولے، اسے ہم پر بادشاہی کیوں کر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی، فرمایا، اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی'' --- [بقرہ:۲۴۷]

٢ محبت و عشق رسول (ﷺ) سے مالا مال ہو

''اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے'' --- [توبہ:۲۴]

٣ دل و جان سے اطاعت رسول (ﷺ) پر آمادہ ہو

''اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں'' --- [نساء:۶۵]

٤ عفو و درگزر کے لیے تیار ہو مصیطر (داروغہ) نہ ہو

''معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو'' --- [اعراف:۱۹۹]

''تو تم نصیحت سناؤ، تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو، تم ان پر کچھ کڑوڑا نہیں'' --- [غاشیہ:۲۱-۲۲]

٥ صاحب اخلاص ہو، جو کام کرے اللہ و رسول (ﷺ) کی خوش نودی کے لیے کرے

''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں، بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے'' --- [شوریٰ:۲۴]

''اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے

جہان کا رب ہے''---[شعراء:۱۰۹]

''اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے''---[شعراء:۱۲۷]

''اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے''---[شعراء:۱۴۵]

''اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے''---[شعراء:۱۶۴]

''اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے''---[شعراء:۱۸۰]

''میں نے تم سے اس پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''---[سبا:۴۷]

۶ اپنے قوی دشمن سے کسی مہم میں تعاون نہ کرے

(جو بیرون خانہ ہم سے بنا تا ہے، اندرون خانہ اپنوں کے ساتھ رہتا ہے)

''اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں''---[بقرہ:۱۴]

۷ دل میں بدگمانیوں کی پرورش نہ کرے

''اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈ و اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا''---[حجرات:۱۲]

۸ جو کام کرے باہمی مشاورت سے کرے حاکمانہ خو بو سے بیزار ہو

''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں''---[آل عمران:۱۵۹]

''اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے''---[شوریٰ:۳۸]

۹ کسی عہدے کا طلب گار اور خواہش مند نہ ہو، نہ اس کے لیے دوڑ دھوپ کرے محض رضائے الٰہی کے لئے کام کرے اور دنیا کی طلب سے بیزار ہو

''اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ

مہربان ہے''---[بقرہ:۲۰۷]

ooo

مالی معاملات میں احتیاط نہایت ضروری ہے--- سادگی اور کفایت کا اصول اپنایا جائے، اسراف اور تبذیر سے بچا جائے:

۱......صوبائی اور ضلعی کونسل کے اراکین وممبران کے لیے لازم کیا جائے کہ وہ کم از کم ایک سو روپے ہر ماہ مالی کمیٹی میں جمع کرائیں اور رسید حاصل کریں---

۲......کونسل کے اراکین وممبران سے ماہانہ جمع شدہ رقم کا پچاس فی صد سپریم کونسل کے خزانے میں بھیج دیا جائے، جس کا حساب اس کے ذمہ ہوگا---

۳......سپریم کونسل کے اراکین اپنے اپنے حلقوں میں اپنے اثر ورسوخ سے فنڈ مہیا کریں اور دیانت کے ساتھ سپریم کونسل فنڈ کی مالی کمیٹی میں جمع کرا کر رسید حاصل کریں، اس فنڈ کا حساب کتاب سپریم کونسل کے ذمہ ہوگا---

۴......آمد وخرچ کا ماہانہ حساب مع ضروری کاغذات سپریم کونسل کے سامنے پیش کیا جائے---

۵......سالانہ حساب کی ایک رپورٹ بنا کر خاص خاص معاونین کو بھی روانہ کر دی جائے تو بہتر ہے---

ooo

۱......اسلاف کرام اور اکابر کی تخفیف وتحقیر سے گریز کیا جائے---

۲......خود نمائی اور تصویر کشی وغیرہ سے بچا جائے کہ خود نمائی سے مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو باہمی نفرت پر منتج ہوتا ہے---

۳......ماہانہ مجلہ یا بلیٹن کا باقاعدہ اجراء کیا جائے، جس میں کونسل کی کارکردگی کی تفصیلات پیش کی جاتی رہیں---

۴......شعبۂ تحقیق قائم کیا جائے، جس میں معاندین اہل سنت کی دہشت گردیوں کی گزشتہ دو سو برس کی تاریخ مرتب کی جائے---

۵......دنیائے عرب سے شائع ہونے والی جدید مطبوعات کی (اصل کتب سے تقابل کر کے) اغلاط وتحریفات کی نشان دہی کی جاتی رہے---

۶......اہل سنت کے قابل افراد کے اعداد وشمار اور ان کے سوانحی کوائف مہیا کیے جائیں تا کہ بروقت ملازمتوں کے لیے کوشش کی جائے---

۷......منصوبہ بندی کے تحت ہر محکمے کے لیے اہل افراد تیار کیے جائیں اور ان کی بھرتی کے

لیے بھرپور کوشش کی جائے---

۸......عمارات سے زیادہ افراد کی تعمیر میں توانائیاں صرف کی جائیں---

۹...... جغرافیائی، لسانی، قبائلی، خانقاہی، شخصیاتی عصبیتوں کو دفن کر دیا جائے اور اخوت اسلامی کو اپنایا جائے---

"مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو"---[حجرات:۱۰]

علماء و مشائخ اہل سنت اپنی مثالیں قائم کریں---

۱۰...... گوشہ نشین حضرات اپنے اپنے گوشوں سے رہنمائی فرمائیں اور اہل سنت کے لیے ظاہری اور باطنی ترقی کے لیے اپنی اپنی قابل عمل تجاویز عنایت فرماتے رہیں---

۱۱......جن حضرات کو اللہ نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے وہ عطائے ربانی میں سے حسب توفیق سپریم کونسل کے خزانے میں اپنا حصہ عنایت فرمائیں---

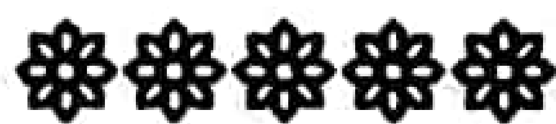
۱۲......فقیر کے خیال میں جب تک متقی دین داروں کے ہاتھ میں زمام حکومت نہیں آئے گی دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا، علمائے حق بہترین خلائق ہیں اور علمائے سوء بدترین خلائق---

۱۳......اہل سنت کی ایک پاک باز اور فعال جماعت دردمندی کے ساتھ اراکین حکومت کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو، ان کی طرف سے غفلت سخت مہلک ہے---

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو"---[آل عمران:۱۱۰]

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے"---[آل عمران:۱۰۴]

اگر ہم قرآن حکیم پر دل سے عمل کریں اور حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم متحد نہ ہوں--- اتحاد و اتفاق کے لیے اقوال و اعمال اور جذبات و احساسات و خیالات کو قرآن و سنت کے تابع کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اتحاد ممکن نہیں--- مولی تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل ہم کو بھائی بھائی بنا دے، جس طرح عہد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھائی بھائی بنایا تھا---[آل عمران:۱۰۳]



اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

قوت حافظہ کی اہمیت واسبابِ نسیان

ایک مفید، تحقیقی واصلاحی تحریر، جو سبق آموز بھی ہے، ایمان افروز بھی اور دل آویز بھی

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری

قوت حافظہ اللہ تعالیٰ کے عظیم انعامات میں سے ایک انعام ہے، یہ نعمت نہ ہوتی تو آدمی کسی کام کا نہ رہتا۔ پڑھنا، لکھنا، بولنا، سچ پوچھیے تو ناممکن ہوتا۔ ''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا، افسانہ تھا'' کے مصداق دیکھا، سنا، سب کچھ فراموش ہو جاتا۔ تمام مشاہدات اور تجربات نہ ہونے کے برابر ہوتے۔ آج تک جتنے محققین، محدثین، مبلغین، مصنفین، مقررین نامور ہوئے، وہ اسی قوت کی بدولت شہرۂ آفاق ہوئے۔ ظاہر ہے جس کا حافظہ جتنا مضبوط ہوگا، اس کا علمی مقام اتنا ہی بلند ہوگا اور جس کا حافظہ کمزور ہوگا، وہ جو کچھ پڑھے گا، بھولتا چلا جائے گا۔ پھر اس کو بھلا علمی ترقی کیسے نصیب ہوگی؟ اسی جانب اشارہ فرماتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اٰفَۃُ الْعِلْمِ النِّسْیَانُ-----

''یعنی علم کی آفت نسیان ہے''-----

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ آفت بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے، پہلے یہ بیماری صرف بوڑھوں میں بوجہ ضعف وزیادتی بلغم پائی جاتی تھی، اب نوجوانوں میں بھی عروج پکڑ رہی ہے۔ اس کا تدارک بہت ضروری ہے اور ظاہر ہے تدارک اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس کے اسباب وعلاج سے آگاہ ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ

مندرجہ ذیل سطور میں قوت حافظہ میں کمزوری کے اسباب وعلاج کے ساتھ بطور تبرک بزرگان دین کے مضبوط حافظے کی چند مثالیں تحریر کی جارہی ہیں تاکہ قوت حافظہ کی ضرورت و اہمیت واضح ہو۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا مضبوط حافظہ

تفسیر روح البیان، جلد ۵، صفحہ ۱۴۰ پر ہے کہ جب امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علم فقہ پڑھنے کے حاضر ہوئے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم پہلے قرآن مجید حفظ کرلو، پھر میرے پاس آؤ"-----

چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک ہفتہ غائب رہے، پھر آٹھویں دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں حاضر ہوگئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے تم سے قرآن مجید حفظ کرنے کو کہا تھا، تم پھر یہاں کیوں چلے آئے؟"-----

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

"حضور والا! میں نے آپ کے حکم کے مطابق قرآن مجید حفظ کرلیا ہے، اس لیے میں حاضر ہوگیا ہوں"-----[۱]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مضبوط یادداشت

حاشد بن اسماعیل، جو امام بخاری کے زمانے کے محدث ہیں، کہتے ہیں کہ امام بخاری طلبِ حدیث کے لیے میرے ہمراہ محدثین کی خدمت میں آمد ورفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم و دوات وغیرہ، لکھنے کا سامان نہ ہوتا تھا اور نہ وہ درس کی مجلسوں میں کچھ لکھتے تھے۔ آخر میں نے ان سے ایک دن کہہ دیا:

"جب تم حدیث سن کر لکھتے ہی نہیں تو درس گاہ میں تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ؟"-----

سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا:

"تم لوگوں نے مجھے بہت کچھ کہہ ڈالا، اچھا اب آؤ، میری یادداشت کا تم لوگ اپنی لکھی ہوئی کاپیوں سے مقابلہ کرو"-----

اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار احادیث لکھی تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان پندرہ ہزار حدیثوں

کو زبانی اس طرح سنا دیا کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی کاپیوں کو ان کی یادداشت سے صحیح کرتا تھا۔[۲]

امام ترمذی ﷫ کا بے مثال حافظہ

امام ترمذی جن کی ''جامع ترمذی'' حدیث کی مشہور و مقبول کتاب اور صحاح ستہ میں داخل ہے، کا حافظہ بھی بے حد قوی تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ کی روایت کردہ احادیث کے دو جزو آپ نے نقل کیے، لیکن ابھی تک ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہیں ملا تھا، مکہ مکرمہ کے راستے میں اتفاقاً شیخ سے ملاقات ہوگئی، امام ترمذی نے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست پیش کی، شیخ نے منظور فرما لی اور فرمایا کہ تم ان ورقوں کو اپنے ہاتھ میں لے لو، میں پڑھتا ہوں اور تم موازنہ کرتے آؤ۔

امام ترمذی نے ان اوراق کو تلاش کیا تو وہ دستیاب نہ ہوئے۔ فوراً سادے کاغذ کے چند ورق ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہو گئے اور شیخ قرات فرمانے لگے، اتفاقاً شیخ کی نظر سادے کاغذوں پر پڑ گئی تو شیخ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا کہ تم میرا مذاق بناتے ہو؟ امام ترمذی نے لکھے ہوئے اوراق کے گم ہونے کا واقعہ صاف صاف عرض کر دیا اور کہا کہ وہ اوراق اگرچہ میرے پاس نہیں ہیں مگر مجھے لکھے ہوئے سے بھی زیادہ یاد ہے۔

شیخ نے فرمایا، اچھا ذرا پڑھ کر تو سناؤ۔ امام ترمذی نے ساری حدیثوں کو فرفر سنا دیا۔ شیخ نے انتہائی تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم نے مجھ سے صرف ایک بار سن کر سب احادیث کو یاد کر لیا ہوگا۔ امام ترمذی نے عرض کیا کہ آپ امتحان کر لیجیے۔ چنانچہ شیخ نے خاص اپنی روایتوں میں سے چالیس حدیثیں پڑھیں، امام ترمذی نے سن کر فوراً ہی چالیس حدیثوں کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر سنا دیا اور کہیں ایک جگہ بھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ شیخ نے امام ترمذی کی قوتِ حافظہ پر انتہائی حیرت و تعجب فرماتے ہوئے ان کے حفظ و یادداشت کی بے حد تحسین فرمائی۔[۳]

حضرت دار قطنی ﷫ کی یادداشت

امام دار قطنی جن کی ''سنن دار قطنی'' مشہور ہے، کا حافظہ بہت مضبوط تھا۔ دور طالب علمی میں ایک دن اسماعیل صفار محدث کی درس گاہ میں حاضر ہو کر احادیث لکھ رہے تھے، جب سولہ صفحات کے قریب لکھ چکے تو اسماعیل صفار نے فرمایا کہ دار قطنی! تم لکھنے میں اس قدر مشغول رہتے ہو کہ نہ اچھی طرح حدیثوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو، تو دار قطنی نے عرض کیا کہ جناب نے اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں، پہلی حدیث فلان عن فلان ہے، دوسری حدیث فلان عن فلان ہے، تیسری

حدیث فلان عن فلان ہے۔ اسی طرح اٹھارہ احادیث پوری اسناد مع متونِ حدیث زبانی پڑھ کر سنا دیں۔ اسماعیل صفار اور تمام حاضرین مجلس ان کی قوتِ حافظہ پر حیران و متعجب رہ گئے۔ [۴]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ﷫ اور ایک ماہ میں حفظ قرآن

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی ﷫ کے نام اور کام سے کون آگاہ نہیں، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ دین کو انگریزوں کی سازشی اور بدمذہبوں کی تخریبی کارروائیوں سے بچایا۔ ''حدائق بخشش'' سے جہاں مسلمانوں کے سینے میں عشق مصطفیٰ ﷺ کو جلا بخشی تو فتاویٰ رضویہ سے فقہ حنفی کی لاج رکھ لی۔ ان کے مضبوط حافظہ کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں تو دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ اسی روز سے دور شروع فرما دیا، جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ الفاظ ارشادِ عالی کے یاد نہیں ہیں، مگر کچھ اس طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بہ کوشش یاد کر لیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط ثابت نہ ہو۔ [۵]

ایک رات میں پوری کتاب حفظ

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷫ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو ''عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ ''میرے کتب خانے میں ہے''۔ اتفاق وقت باوجودیکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں مگر اس وقت تک ''عقود الدریہ'' منگوانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیے گا۔ حضرت محدث سورتی نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی، مگر ساتھ فرمایا کہ جب

ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجیے گا، اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں، میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، اچھا۔

اعلیٰ حضرت کا قصد تو اسی دن واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، جس کی وجہ سے رکنا پڑا۔ رات کو اعلیٰ حضرت نے "عقود الدریۃ" کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا، بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عقود الدریۃ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمار ہے ہیں، لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجیے گا، شاید آپ کو ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لے جاتا لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی۔ اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی نے فرمایا، بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو ان شاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہوگیا۔[٦]

نحو کی کتاب کافیہ ایک دن میں یاد

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی جن کی کتاب بہار شریعت پوری دنیا میں معروف ہے، کا حافظہ بھی بے حد قوی تھا۔ دور طالب علمی میں ہی حافظہ کی قوت، شوق ومحنت اور ذہن کی سلاست روی کی وجہ سے تمام طلبہ سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کتاب دیکھنے یا سننے سے برسوں تک ایسے یاد رہتی جیسے ابھی دیکھی یا سنی ہے۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو یاد ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ کافیہ کی عبارت زبانی یاد کی جائے تو فائدہ مند ہوگا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد کرلی۔[٧]

حافظہ کی کمزوری کے اسباب

حافظہ کی کمزوری کے بہت سے اسباب ہیں۔ حضرت علامہ شیخ سید عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الکشف و البیان عما یتعلق بالنسیان'' میں اٹھانوے اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ان سب کا بیان تو یہاں ممکن نہیں، البتہ چند وہ اسباب جو موجودہ دور میں بہت زیادہ پائے جاتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

بکثرت سونا، چاشت کے وقت سونا، قہقہہ مارنا، قبرستان میں ہنسنا، کبوتر بازی (موجودہ دور کی پتنگ بازی کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، عطا ۱۲ منہ) عمداً جھوٹ بولنا، کھڑے پانی کو دیکھنا، اپنا اور غیر کا ستر دیکھنا، زنا، بیوی سے صحبت کی کثرت، صغیرہ و کبیرہ گناہوں کا ارتکاب، ہاتھ منہ دھوئے بغیر جنابت (ناپاکی) کی حالت میں کھانا پینا، زیادہ ریاضت اور تھکانے والے کام، ویران مکانوں کو دیکھنا، ننگے ہو کر پیشاب کرنا، بیت الخلاء میں پہلے دایاں پاؤں رکھنا، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا، رات کے وقت جھاڑو دینا، کھانے کے برتنوں کو پھٹے پرانے کپڑوں سے صاف کرنا، اولاد اور والدین کے لیے دعائے خیر نہ کرنا، گھروں میں صفائی کا نہ ہونا، کنجوسی، فضول خرچی، کنگھا جس کے ایک یا زائد دندانے ٹوٹے ہوئے ہوں استعمال کرنا، نماز سستی کے ساتھ ادا کرنا، قبروں کے کتبے پڑھنا، ٹھنڈا پانی بکثرت پینا، ٹھنڈی چیزیں کھانا، شراب نوشی، نر جانور کا گوشت کھانا، بوڑھی بھیڑ کا گوشت کھانا، بہت زیادہ موٹے جانور کا گوشت یعنی چربی زیادہ کھانا، کچا پیاز کھانا، کچا انڈا کھانا، بیٹھ کر عمامہ باندھنا، کھڑے ہو کر شلوار پہننا، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دینا اور ان کی مذمت کرنا، بازار میں بہت سویرے جانا، فجر کی نماز پڑھ کر بہت جلد مسجد سے نکل کر چلے جانا، دامن اور آنچل سے منہ ہاتھ وغیرہ صاف کرنا، بیت الخلاء میں مسواک کرنا، غیر کی مسواک استعمال کرنا، دو عورتوں کے درمیان چلنا، سڑک کے درمیان چلنا، باپ کے آگے چلنا، قراء و علماء کا جھگڑنا اور ایک دوسرے پر علمی طور پر حملہ آور ہونا، فاسق و فاجر کی نیکی کے متعلق صفائی دینا، نیک لوگوں کا برے لوگوں کی حمایت اور طرف داری کرنا، سیاہ جوتا پہننا، بے معنی کلام کی طرف کان لگانا، ناخنوں کا بڑھانا۔

یاد رہے یہ جملہ امور جہاں نسیان پیدا کرتے ہیں، یوں ہی ان سے فقر و تنگ دستی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔[۸]

ساز و بلند آواز حافظہ کمزور کرتے ہیں

ہر چہار جانب ساز، میوزک، ہارن اور شور کی کثرت بھی زوالِ حافظہ کا ایک اہم سبب ہے، اسی جانب توجہ دلاتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری لکھتے ہیں:

''زوال حافظہ کے اور سبب بھی ہو سکتے ہیں لیکن بیسویں صدی میں اس اچانک زوال میں ساز و آواز کا بڑا ہاتھ ہے، جب ہی تو قرآن کریم نے انسانوں کو ہدایت کی کہ آہستہ بولا کرو، چلا چلا کر نہ بولا کرو۔ یہ بات قرآن نے کہی، جو مذہبی سمجھ کر نظر انداز کر دی گئی، لیکن دور جدید کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کی یہ بات سائنٹیفک بھی ہے، یعنی چلا کر بولنے سے آواز کے تصادمات قوتِ حافظہ اور صحت کو متاثر کرتے ہیں'' -----[۹]

''آوازوں کی دنیا میں نہ کوئی عبقری پروان چڑھا ہے اور نہ کوئی شے کچھ بن کر ابھری ہے۔ ہر عبقری اور ہر شے خاموش فضاؤں کی پروردہ ہے'' -----[۱۰]

حافظہ کی کمزوری کا علاج

حافظہ کی کمزوری کے اسباب جان لینے کے بعد آیئے اس کے علاج کی کچھ فکر کریں۔ ایک علاج تو یہی ہے کہ ان اسباب زوال میں مبتلا ہونے سے پرہیز کریں کیوں کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ دوسرے علاج کی مزید دو قسمیں ہیں:

روحانی علاج   طبی علاج

ان دونوں علاجوں کی تفصیل نمبروار ذیل میں ہم بیان کریں گے:

۱ روحانی علاج

حضرت علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے ''الکشف و البیان'' میں بارہ روحانی علاج بیان کیے ہیں، ان میں سے ایک جو قدرے آسان ہے، مندرجہ ذیل ہے:

ہر نماز کے بعد

رب زدنی علما-----

ہر فرض نماز کے فوراً بعد یہ آیت گیارہ بار، اول و آخر تین بار درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دم کر کے تمام سر پر پھیریں۔[۱۱]

حافظہ کی دوا بزبان وکیع ابن الجراح

علی بن حزم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت وکیع کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی، کیوں کہ ان کا حافظہ اس قدر تھا کہ ان کو کتاب کی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ میں نے آپ سے قوت حافظہ کی دوا دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

ترک المعاصی ما جربت مثلہ للحفظ-----

''میری نظر میں گناہوں کے ترک سے زیادہ اور کوئی دوا نہیں''-----

اسی مفہوم کی امام شافعی سے منسوب رباعی اساتذہ وطلبہ کے ہاں مشہور ہے، جسے صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری نے اپنی کتاب ''چند روز مصر میں تحریر کیا ہے:

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الٰی ترک المعاصی

فان العلم نور من اللّٰہ

و نور اللّٰہ لا یعطی لعاص

''میں نے حضرت وکیع کی خدمت میں حافظہ کمزور ہونے کی شکایت کی تو آپ نے گناہ چھوڑنے کی ہدایت فرمائی، کیوں کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور نور الٰہی گناہ گار کے حصے میں نہیں آتا''-----[۱۲]

۲ طبی علاج

حافظہ مضبوط کرنے کے لیے اطباء نے بہت سے علاج اور احتیاطیں بیان کی ہیں، چند مندرجہ ذیل ہیں:

1 تیل مقویٔ دماغ کی سر پر مالش کرنا-----

2 بابونہ (ایک بوٹی) گرم پانی میں ڈال کر سر پر ڈالنا-----

3 سر کے کناروں کو خوب ملنا-----

4 بکائن کے تیل کی سر پر مالش-----

5 تیل نیلوفر ناک میں کھینچنا-----

6 سر پر حلال جانور کا دودھ دوہے، یعنی دودھ نکال کر فوراً سر پر ڈالنا-----

7 ورزش----- 8 موٹے کپڑے سے سر کو ڈھانپنا-----

9 زیادہ روشنی والے مکان کی رہائش----

10 ہلکے ہلکے جلاب اور معجون وغیرہ کا استعمال-----

11 بوقت ضرورت تازہ پانی سے نہائے، جو نہ گرم ہو نہ سرد-----

12 نشہ آور اور ریح بڑھانے والی اشیاء سے اجتناب-----

13 قوت حافظہ کے لیے بادام بہترین علاج ہے، بادام کا سرخ پردہ گرم پانی سے ہٹا کر روزانہ نہار منہ 19 سے 21 دانے شہد کے ساتھ استعمال کریں-----[۱۳]

مولائے کریم بطفیل نبیٔ عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم راقم الحروف اور سب قارئین کا حافظہ مضبوط فرمائے اور علم حاصل کر کے خوب خوب خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

حوالہ جات

۱......عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ، روحانی حکایات، صفحہ ۶۰، بتصرف ضیاء الدین پبلی کیشنز، کراچی

۲......عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ، اولیائے رجال الحدیث، صفحہ ۸۷، مصلح الدین پبلی کیشنز، کراچی

۳......ایضاً، صفحہ ۸۶، بتصرف ۴......ایضاً، صفحہ ۱۱۸

۵......محمد ظفر الدین بہاری، مولانا، ملک العلماء، حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد ۱، صفحہ ۳۸ ملخصاً، مکتبہ رضویہ، کراچی

۶......محمد صابر القادری، نسیم بستوی، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، صفحہ ۹۰، رضا اکیڈمی، لاہور

۷......محمد عطاء الرحمٰن قادری، (راقم السطور)، سیرت صدر الشریعہ، صفحہ ۳۳، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور

۸......محمد فیض احمد اویسی، علامہ، انسان اور بھول، صفحہ ۱۰، سبزواری پبلشرز، کراچی

۹......محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، موج خیال، صفحہ ۱۱۸، ادارہ مسعودیہ، کراچی

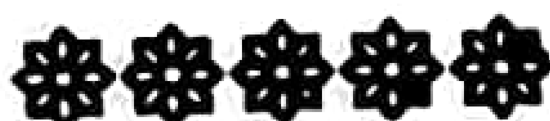
۱۰......ایضاً، صفحہ ۱۲۰

۱۱......محمد فیض احمد اویسی، علامہ، انسان اور بھول، صفحہ ۱۷، سبزواری پبلشرز، کراچی

۱۲......محمد محب اللہ نوری، صاحبزادہ، چند روز مصر میں، صفحہ ۱۴۸، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور

۱۳......محمد فیض احمد اویسی، علامہ، انسان اور بھول، صفحہ ۳۱، سبزواری پبلشرز، کراچی

[بشکریہ کاروانِ قمر، کراچی]



سچی توبہ

ابوز وہیب محمد ظفر علی سیالوی

آج کے اس پرفتن دور میں گناہ کا ارتکاب بہت آسان اور نیکی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔ نفس اور شیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہیں، اس لیے انسان کا گناہوں سے بچنا دشوار ہو گیا ہے، مگر گناہوں کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اس سے پہلے کہ پیغام اجل آ جائے، اس سے پہلے کہ سیدنا ملک الموت کی آمد ہو کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے اور ہم اپنے عزیزوں دوستوں کو روتا چھوڑ کر قبر کی خوف ناک کوٹھی میں چلے جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نے جو اپنی زندگی میں گناہوں کے انبار لگائے ہیں، ان سے بچنے کی کوئی تدبیر سوچیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں، کیوں کہ سچی توبہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے گناہوں کے دفتروں کو پل بھر میں ختم کر دیتی ہے۔ خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۝﴾ ---[پارہ ۲۵، سورہ شوریٰ، آیت ۲۵]

''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے، یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتا ہے

بلکہ توبہ کرنے سے میرا رب گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے"---

جیسا کہ خالق کل نے اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا٥﴾---[پارہ ۱۹، سورہ فرقان، آیت ۷۰]

"مگر جس نے توبہ کر لی، ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے"---

اے میرے عزیز! آ قرآن پڑھ اور میرے رب کی رحمت کا اندازہ کر۔ رب لم یزل نے اپنی بے عیب کتاب میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ٥﴾---[پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۲۲۲]

"بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے"---

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہوتا ہے بلکہ توبہ کرنے والوں کو خالق ارض وسما نے دونوں جہانوں کی کامیابی کی نوید عطا فرمائی ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ٥﴾---[پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۱]

"اور تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پا جاؤ"---

فلاح دونوں جہانوں کی کامیابی کو کہا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ توبہ کرنے والے دونوں جہانوں میں سرفراز ہونے والے ہیں۔ توبہ کی تلاش میں جب ہم مزید کتاب اللہ کو دیکھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ توبہ کرنے والا رحمت رحیم کا مستحق ہوتا ہے۔ قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾---

[پارہ ۴، سورۃ النساء، آیت ۱۷]

"اللہ تعالیٰ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیں، پس اللہ ایسے لوگوں پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا اور اللہ بڑے علم اور بڑی حکمت والا ہے"---

جب بندہ بارگاہ الوہیت میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور اسی محبت کی وجہ سے اس پر اپنی رحمت فرمائے گا اور توبہ کے انعام میں جنت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ خالق کل شیئ نے کتاب مبین میں ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ﴾---

[پارہ ۱۸ سورۃ التحریم آیت ۸]

"اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوع خالص سے توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں رفع فرمائے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

سرکار دوعالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ))---

"گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں"---

[ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، جلد دوم، صفحہ ۵۷۲، فرید بک سٹال لاہور/ الترغیب و الترھیب، کتاب التوبۃ و الزھد، باب الترغیب، صفحہ ۵۱۱، مترجم/ احیاء العلوم، جلد چہارم، صفحہ ۳۴]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر تم اتنے گناہ کرلو کہ آسمان کی بلندیوں کو چھو جائیں، اس کے بعد توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا۔ [ایضاً]

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم کریم ہے اور ایک ہم ہیں کہ گناہ پہ گناہ کیے جارہے ہیں، انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو بے شک میں دن میں (تعلیم امت کی خاطر) سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں"---

[صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعا و الاستغفار، باب التوبۃ، شرح صحیح مسلم، جلد ۷، صفحہ ۴۷۶/ مشکوٰۃ، باب الاستغفار و التوبۃ، فصل اوّل]

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لکھنے والے فرشتے کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور اس طرح اس کے اعضاء کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے زمین پر نشانات مٹا ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن

جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہیں ہوگا۔

[الترغیب و الترھیب، کتاب التوبۃ و الزھد، باب الترغیب، جلد چہارم، صفحہ ۵۱۱، مترجم]

جب انسان صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو رب کائنات اسے شرف قبولیت سے نوازتا ہے، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی کو سنا وہ کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ---

فرمایا، اے اعرابی! سچوں کی توبہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، آپ بیان فرمادیں، جس توبہ میں چھ چیزیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہے:

❶......جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں ان پر ندامت۔

❷......جو فرض ادا نہیں ہوئے ان کی قضا۔

❸......کسی کا حق غصب کیا ہو تو اسے لوٹا دے۔

❹......جس کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہو اس سے معافی مانگ لے۔

❺......پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا۔

❻......جس طرح پہلے گناہوں سے نفس کو پالا پوسا، اسی طرح اطاعت الٰہی سے کمزور کرلے۔

یہ ہے سچوں کی توبہ، یہ ہے کاملین کی توبہ---[ضیاء القرآن، جلد ۵، صفحہ ۳۰۲]

شب اسریٰ کے دولہا، رازدار ربُّ العلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہر شخص خطاکار ہے اور بہتر خطاکار وہ ہے جو توبہ کرتے ہیں"---

[ترمذی شریف، ابواب صفۃ القیامۃ، جلد دوم، صفحہ ۱۶۶، مترجم، فرید بک سٹال لاہور/ دارمی شریف، جلد دوم، باب التوبۃ، صفحہ ۳۱۸، مترجم/ الترغیب و الترھیب، جلد چہارم، کتاب التوبۃ و الزھد، باب الترغیب، صفحہ ۵۰۹، مترجم]

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ رات بھر دامن رحمت پھیلائے رکھتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا (رات کو) توبہ کرلے اور دن بھر دامن رحمت پھیلائے رکھتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن میں) توبہ کرلے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو"---[صحیح مسلم شریف، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب و شرح صحیح مسلم، جلد ۷، صفحہ ۵۲۱، حدیث نمبر ۶۸۶۲]

صحابی رسول حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، عرض کیا، مجھے

پاک کر دیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، استغفار کر، انہوں نے پھر عرض کیا، مصطفیٰ کریم ﷺ نے پھر وہی فرمایا، حتیٰ کہ چوتھی بار پھر حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم کو کس چیز سے پاک کروں، انہوں نے عرض کیا، زنا سے۔ رجم (اسلام میں زنا کی سزا) کا حکم دیا، بعد میں صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو میرے لج پال آقا ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً لَوْ قُسِمَتْ بَیْنَ اُمَّۃٍ لَوَسِعَتْ))---

''ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہوگی''---[صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حدّ الزانی، شرح صحیح مسلم، جلد چہارم، صفحہ ۷۷۱/ مشکوٰۃ، کتاب الحدود، فصل اوّل]

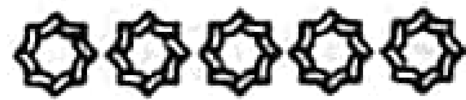
یہ سچی توبہ کی برکت ہے کہ پوری امت کو کافی ہو جاتی۔ مفتی غلام سرور لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جن دنوں ڈاکہ زنی کرتے تھے تو لوٹا ہوا مال الگ رکھ لیتے اور اس پر قافلے والوں کے نام لکھ لیتے، جس وقت توبہ کی، کہیں کسی قافلے والے کے متعلق معلوم ہوتا، اس کے پاس جاتے اور مال واپس کر آتے، اسے راضی کرتے۔ ایک دن ایسے شخص کے پاس گئے جو یہودی تھا اور وہ مال لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ کہنے لگا، میرے مال میں تو اتنا خالص سونا تھا، وہ پہلے لاؤ، پھر میں راضی ہوں گا۔ حضرت خواجہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ اس مال میں سونا نہیں تھا۔ بڑی عاجزی انکساری کی، دوسری طرف یہودی نے کہا، میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ جب تک میرا سونا نہیں دو گے، میں راضی نہیں ہوں گا۔ اس نے کہا، میرے گھر کے اندر چلے جاؤ۔ طاقچہ میں سونے کی بھری ایک تھیلی پڑی ہے، اسے اٹھا لاؤ اور مجھے دے دو تا کہ میری قسم پوری ہو جائے۔ پھر میں تم سے راضی ہوں گا۔ خواجہ اس کے گھر گئے، تھیلی اٹھائی، اسے لا کر دے دی، جب اسے کھولا گیا تو اس میں خالص سونا موجود تھا۔ یہودی حیران ہو گیا اور کہنے لگا، اب مجھے یقین ہو گیا ہے تو نے سچی توبہ کی ہے، اس تھیلی میں میں نے ریت بھر دی تھی۔ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے دین میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جب وہ توبہ کریں گے، اگر وہ مٹی پر بھی ہاتھ رکھ دیں گے تو وہ سونا بن جائے گی۔ آج مٹی تمہاری برکت سے سونا بن گئی ہے، لہٰذا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے سچی توبہ کی ہے۔ یہ کہہ کر یہودی نے بھی کلمہ پڑھ لیا اور اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ بن گیا۔

[خزینۃ الاصفیا، جلد دوم، صفحہ ۲۱، مکتبہ نبویہ، لاہور]

یہ سچی توبہ کی برکت تھی کہ مٹی بھی سونا بن گئی اور یہودی کو کلمہ نصیب ہو گیا۔

گویّے کا سچی توبہ کرنا

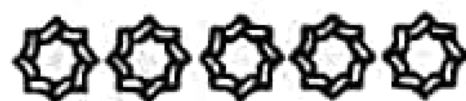
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کوفے کے قریب سے ایک دن گزرا تو فاسقوں کے ایک مجمع کو دیکھا جو شراب نوشی میں مشغول تھا، ان میں زاذان نامی ایک گویا گانے والا گا رہا تھا اور سارنگی بھی بجا رہا تھا۔ یہ آواز میں یکتائے روزگار تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ کس قدر خوش آواز ہے، اگر یہ آواز قرآن خوانی کے لیے ہوتی، اتنا کہہ کر سر پر چادر ڈال کر چل دیے۔ زاذان نے ان کی گفتگو سن کر دریافت کیا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور انہوں نے کہا کہ اس قدر خوش آواز تو قرآن خوانی کے لیے ہونی چاہیے تھی۔ پس جب زاذن نے یہ سنا تو دل میں ہیبت پیدا ہوئی اور سارنگی توڑ کر چل دیا اور خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں چل کھڑا ہوا اور اپنے گلے میں رومال ڈال کر آہ وزاری کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے گلے سے لگایا اور خود اس کے ساتھ آہ وزاری کرنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا، اس شخص سے کس طرح محبت نہ کروں، جس سے خود اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ پس زاذان نے توبہ کی اور اس نے آپ کی خدمت میں رہ کر قرآن پاک کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور قرآن و دیگر علوم میں اتنی دسترس حاصل کی کہ کئی علوم میں امام بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیادہ تر احادیث زاذان سے بیان کردہ ہیں۔ [تنبیہ الغافلین، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵]



اعتذار

جون کے شمارہ میں ڈاکٹر ضیاء المصطفیٰ قصوری، ایف سی کالج لاہور کو پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری ہونے پر مبارک باد پیش کی گئی تھی، کمپوزنگ کی غلطی سے ان کے نام کے ساتھ "صدر شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونی ورسٹی" لکھ دیا گیا تھا، اس کوتاہی پر ہم معذرت خواہ ہیں۔
جی سی یونی ورسٹی لاہور میں صدر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ ہیں، جب کہ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء المصطفیٰ قصوری ایف سی کالج لاہور میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

[ادارہ]



آدابِ مجلس

شہید حکیم محمد سعید

ادب، سلیقہ، شائستگی، پاکیزگی، تمیز و وقار، نظم و ضبط، عالی ظرفی، شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی اور خیر خواہی، حسن ذوق اور حسن انتخاب، ایثار و قربانی، خلوص اور بے لوثی، فرض شناسی، حلم و بردباری، علم و عمل، تواضع و انکسار، شیریں کلامی، خدا ترسی اور پرہیزگاری، اسلامی زندگی کے یہ وہ دل کش خدوخال ہیں کہ جن سے انسان کی حیات سنورتی ہے، انسانیت اوجِ کمال کو پہنچتی ہے اور شرافت اپنی منتہا کو چھوتی ہے۔ اسلام نے ایک ایسے معاشرے کا تصور دیا ہے جس میں انسان ان اوصاف حسنہ سے متصف ہو اور اخلاق عالیہ سے سرشار و سرفراز۔ جس معاشرے میں ایسے انسان موجود ہوں، اس کی معراج مسلّم اور اس کی بلندی شک و شبہہ سے بالاتر۔ یہی معاشرہ اسلامی ہے اور اس معاشرے کا انسان وہی ہے کہ جس کے یہ خدوخال ہوں۔

اللہ کے رسول اور سرورِ کائنات ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے، یعنی:

"اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کی صحبت عطا فرما"---

یہ نیک لوگ وہی ہیں جن کے خدوخال اسلامی ہوں، جو ان تمام صفات سے متصف ہوں،

جن میں تمام خوبیاں ہوں، جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے اور ایسے افراد اس وقت وجود میں آتے ہیں کہ جب وہ کتاب وسنت (قرآن وحدیث) اور اللہ اور اس کے رسول آخر الزماں جناب محمد ﷺ کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو ان ہدایات کے مطابق بناتے ہیں۔ یہی لوگ مسلمان ہیں اور اسلام کے مطابق اپنی حیات بسر کرتے ہیں۔

اسلام نے ہر شعبۂ زندگی کے لیے بڑی واضح ہدایات دی ہیں، انسانی حیات کا کوئی گوشہ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے لیے جامع ہدایات اور بیّن احکامات نہ ہوں۔ اسلام نے ہر شعبۂ حیات کے لیے آداب کا تعین کیا ہے۔ قرآن مجید وفرقان حمید کا ارشاد ہے، یعنی:

"اے مؤمنو! جب تم سے کسی مجلس کے اندر بعد میں آنے والے کے لیے جگہ دینے کا اشارہ کیا جائے تو فوراً اس کے لیے جگہ نکالو اور جب تم سے یہ کہا جائے کہ اب مجلس برخاست ہوتی ہے تو بلاتامل تعمیل کرو۔ دوسروں کی وسعت میں خود تمہارے لیے وسعت ہے اور دوسرے امور میں وسعت ہے مؤمنین اور اہل علم کے لیے بلند درجات ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"---

آداب مجلس، جن کی طرف قرآن وحدیث نے دعوت دی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں، جن کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے:

۱ جب کوئی مجلس میں پہنچے تو پہلے سلام کرے، کیوں کہ سلام سے باہمی تعلق وتعارف اور احترام وخیر خواہی کا اظہار ہوتا ہے۔

۲ مجلس میں جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہیے، مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر جا کر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، جہاں میزبان بٹھانا چاہے، اس کو اپنے لیے پسند کرنا چاہیے۔

۳ مجلس میں خندہ پیشانی، اطمینان ومسرت کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور گفت گو میں توجہ کے ساتھ حصہ لینا چاہیے۔

۴ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کوئی اٹھ کر چلا جائے تو اس کی جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۵ مجلس میں دو آدمیوں کو کانا پھوسی اور سرگوشی نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ حرکت مجلس کے دوسرے شرکاء کے لیے پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔

٦ مجلس میں جو کہنا ہو صدر مجلس کی اجازت سے کہنا چاہیے اور ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ صدر کا مقام مجروح ہو۔

٧ ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔

٨ گفت گو میں آواز کو نیچا رکھنا چاہیے۔

٩ ایک دوسرے کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

١٠ مجلس میں بے حیائی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

١١ لوگوں سے بے رُخی نہیں کرنی چاہیے۔

١٢ حق و باطل (سچ اور جھوٹ) کو گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے۔

١٣ لوگوں کو برے ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے۔

آداب مجلس کے سلسلے میں یہ چند اسلامی نکات ہیں، اگر ہم ان کو اپنا رہ نما بنالیں اور اپنی تمام مجالس و محافل میں ان کا خیال کریں تو یقیناً ہماری مجلسیں و محفلیں زیادہ پُر لطف و موثر ہوں گی اور پُر مقصد۔ اور جب ہم ان بنیادی آداب مجلس کو نظر انداز کریں گے تو ہماری مجلسیں بے لطف، بے اثر اور بے نتیجہ ہو جائیں گی۔

دراصل قوموں کو بنانے، بگاڑنے میں مجلسی زندگی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مجلسیں کسی قوم کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہیں، انھی کے ذریعے وہ اخلاقی اقدار نشو و نما پاتی ہیں جو فرد اور جماعت کا کردار متعین کرتی ہیں۔ مجلسیں زیادہ علم والوں اور کم علموں، زیادہ عمر والوں اور کم عمروں، تجربہ کاروں اور ناتجربہ کاروں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بھی ہوتی ہیں۔ گویا پرانی اور نئی نسل میں یہ مجلسیں کوئی خلا پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ اسی لیے مجلسی زندگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسلام نے مجلسی زندگی کے لیے بھی واضح اشارات و ہدایات دی ہیں۔

ہمارا شمار ان اقوام و ملل میں ہے کہ جو تعمیر کی جدو جہد میں مصروف ہیں، ہم پاکستان کی تعمیر میں شب و روز لگے ہوئے ہیں، اس تعمیر میں اگر ہم نے نظام اسلامی اور اخلاق اسلامی کو نظر انداز کر دیا تو ہم نہ صرف تعمیری جدو جہد میں ناکام ہو جائیں گے بلکہ ہماری مجلسی زندگی درہم برہم ہو جائے گی، جس کے نتیجے میں ہم اپنے تشخص ملی سے بھی محروم ہو جائیں گے۔



دل کی دنیا

سیدی حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

بدن انسانی کے احاطہ میں فضائے سینہ کے اندر چھوٹے کمرہ میں ایک صغیر الحجم، قلیل المقدار خانہ ہے، جس کو دل کہتے ہیں--- اندر سے خالی ہے، گوشت سے بنا ہوا ہے، بڑے بڑے قد آور انسان کے سینہ میں بھی یہ چیز ایک فٹ کا طول و عرض نہیں رکھتی--- باوجود اس کے اس کی وسعت اس عالم سے کہیں زیادہ ہے، جس کو ہم دنیا کہتے ہیں--- احادیث کریمہ میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مومن کی قبر مد البصر یعنی تاحد نظر وسیع ہو جاتی ہے، اس میں ظاہر بینوں کی عقل بہت چکراتی ہے اور خشک دماغ مدعیان فلسفیت متحیر ہو کر انکار کرنے لگتے ہیں--- ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ قبرستان جہاں ہزار ہا قبریں برابر برابر بنی ہوئی ہیں، وہاں یہ توسیع کیوں کر ممکن ہے؟--- اگر دس صالح ایمان داروں کی قبریں متصل ہوں تو کنارے والی دو قبروں کے علاوہ باقی تمام قبریں جو صالحین کی قبروں سے متصل اور گھری ہوئی ہیں، اب ہر ایک کی قبر وسیع ہونا چاہیے تو یہ وسعت کہاں سے ملے؟--- پڑوسی خود وسعت کا حق دار ہے، اگر اس کے برابر والی قبر کی توسیع ہو تو وہ کہاں جائے اور اپنی قبر کی وسعت کس طرح پا سکے؟--- اس کے تخیلات میں بے چارے نئی تاریکی کے گرفتار اور خمار فلسفیت کے مدہوش و سرشار حیران و پریشان ہیں---

قدرت الٰہی کی عجائب کاریاں عالم میں بے حد و پایاں نمودار ہیں مگر گرفتاران اوہام کو فرصت نہیں ملتی کہ اپنے دماغ کو عجائب خانہ قدرت کی سیر کرائیں--- اگر صانع حکیم کی عجائب طرازیوں کی ایک جھلک بھی انہوں نے دیکھی ہوتی تو جو حقائق حدیث و قرآن میں تعلیم فرمائے گئے وہ انہیں حواس باختہ نہ کر دیتے--- یا اگر خود بینی کے پردے نے ان کی بصیرت کو بے کار نہ کر دیا ہوتا اور ایک نادان بچہ کے برابر بھی وہ اعتماد جو اس کو اپنے مربیوں کے ساتھ ہوتا ہے، انہیں حاصل ہوتا تو اس

خلجان اور کش مکش سے امن میں رہتے اور ہادیٔ عارف کے فرمان پر مطمئن ہو جاتے---

یہ جب ہوتا ہے جب کہ اپنے قصور و کوتاہی پر بھی نظر ہوتی اور نفس سرکش اعتراف قصور کا خوگر ہوتا---تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ محسوسات کے دائرہ میں مقید ہو کر رہ گئے ہیں، اس سے باہر نکلنا ان کے لیے نہایت ہی متعذر اور دشوار ہو گیا ہے---شاید آج کی سیر میں کچھ ان کی آنکھیں کھلیں اور جسمانی احاطہ کے اندر مقید رہنے والے دل کی وسعت دیکھ کر انہیں عجائب قدرت کا کچھ پتا چلے اور اپنے قصور علم و ادراک پر ندامت حاصل ہو---

اہل علم و معرفت اور مخصوصین بارگاہ حق کے قلوب کی وسعت کا اندازہ تو سیاحین عالم ملکوت کو بھی دشوار ہو تو تعجب نہیں---عام انسانوں کے قلوب سے بحث کی جائے جن میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، مومن بھی ہیں اور کافر بھی، تو یہ مان لینا پڑے گا کہ ادنیٰ انسان کے دل کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت سے کہیں زیادہ ہے---قرون سابقہ اور ازمنۂ ماضیہ میں جس قدر مخلوق اس زمین پر پیدا ہو کر راہ عدم اختیار کر چکی ہے، اگر فرض کیا جائے کہ آج وہ سب موجود ہو جائے تو اس زمین میں ان کو جگہ دینے کی قابلیت نہ ہوگی اور صحن ارضی اس موجودات کے لیے تنگ نظر آئے گا اور وہ سب کے سب بر و بحر میں نہ سما سکیں گے---سمندر پٹ جائیں گے، پہاڑ ڈھک جائیں گے، انسانوں، جانوروں، درختوں کے پہاڑ لگ جائیں گے، اس پر بھی زمین میں ان سب کی گنجائش نہ ہوگی---اتنی وسعت تو اس عالم دنیا کی ہے، لیکن ایک حریصِ مملکت و سلطنت انسان کو اگر ساری دنیا کے بر و بحر کی حکومت دے دی جائے تو اس کا حریص دل سیر نہیں ہوتا اور مزید ترقیٔ حکومت و سلطنت و توسیعِ مملکت کی حرص و آز کی تشنہ لبی بدستور باقی رہی ہے---اگر وہ تمام مخلوقات جو اس دنیا پر گزرے ہوئے ادوار میں آتی جاتی رہی ہے، سب اس کے زیر حکومت دے دی جائے تو بھی اس کی تشنہ کام ہوس ''ھل من مزید'' ہی کہتی رہے گی---تو اب انسانی دل کے ایک جذبۂ حرص کی وسعت، عالم دنیا سے کہیں زیادہ ہے کہ اگر بالفرض ایسے ایسے بیس جہان بھی اس کے زیر حکومت و اقتدار ہوں تو اس کی خواہش ہوگی کہ اتنا ہی اور مل جاتا---

اس دل کے ایک گوشہ میں خواہش حیات بھی رہتی ہے، وہ اتنی لمبی چوڑی ہے کہ اگر دنیا کی تمام عمر اس کو نذر کر دی جائے تو خاتمۂ عالم کے وقت اس طلب حیات کا جذبہ ویسا ہی زور پر ہوگا جیسا روز اوّل تھا---آسمان و زمین کے تمام املاک اور گردش فلکی کے سارے ادوار اس چھوٹے سے دل کے ایک گوشہ میں سما گئے اور اتنا بھی نہ معلوم ہوا جیسا سمندر میں قطرہ---

یہ تو عوام کے دلوں کی وسعت کا ایک منظر تھا، اسی پر ان کے مختلف ذوق اور قلبیات کے سلسلوں کو قیاس کیجیے تو ایسے ہی وسیع لاکھوں شعبے ملیں گے، اس کے سامنے وسعت دنیا کی کیا حقیقت---

اہل علم ومعرفت کے طبقات کو دیکھیے تو علم ومعارف کے کیسے کیسے جہان ان کے قلب کے ایک زاویہ میں پڑے ہوئے ہیں--- عالم ناسوت سے لے کر لاہوت تک کے بے حد و پایاں انوار اسی دل میں رہتے ہیں---

ان کے علاوہ ایک طبقہ ارباب عشق ومحبت کا ہے، ان کے قلوب کی وسعت کس پیمانہ سے معلوم کی جائے، اندازہ کرنے کے لیے ایک مختصر سی بات یہ بتائی جاسکتی ہے کہ زلف محبوب کی ایک شکن پر وہ دونوں جہاں فدا کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں---غرض کہ ایسے ایسے کتنے جہان انسانی قلب کے گوشوں میں سما جاتے ہیں اور اس کی فضا ان جہانوں کو معشوق کی ایک ادا پر تصدق کرڈالتی ہے---

لاکھوں کتب خانے اس دل میں آجاتے ہیں، لغات اس میں ہیں، علم وحروف اس میں ہیں، علوم ادبیہ اس میں ہیں، فنون عقلیہ اس میں ہیں، نجوم، رمل، جفر، علوم معاش ومعاد کے کتب خانے کے کتب خانے رکھے ہوئے ہیں اور پھر بس نہیں--- کتنے ہی علوم اس دل میں آجائیں مگر کبھی اس پر بار نہیں ہوتا، اس کو تکان نہیں ہوتی، قلت گنجائش کی شکایت نہیں سنی جاتی---کوئی دل کبھی یہ نہیں کہتا کہ اتنے معلومات اس میں آچکے ہیں اور معلومات کی گنجائش نہیں ہے---

صدمات اور رنج وغم، وہ بھی اسی دل میں رہتے ہیں اور بستے ہیں---اگر چہ یہ موجودات قلب کو بہت مبغوض اور ناگوار ہے، مگر اس کا بھی ہجوم ہوتا چلا جاتا ہے اور سب اس میں سما ہی جاتے ہیں---

خوشیاں، امنگیں، تمنائیں، آرزوئیں کتنی بھی اس دل میں آجائیں پھر بھی ان سے زیادہ خوشیوں کی گنجائش اس میں باقی رہتی ہے---

یہ تو دل کے چھوٹے سے صندوقچہ کی اس گنجائش کا بیان ہے جو باہر کے ساز وسامان کے واسطے اس میں ہے، اس کے مقابل خود اس کے اندر جو ساز وسامان ہے اگر اس کو دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ اس صندوقچہ سے نکال کر اگر جہان میں پھیلا دیا جائے تو سارے جہاں میں اس کی گنجائش نہیں ہوگی--- ایک شاعر شعر کہتا ہے، کتنے شعر کہہ سکتا ہے، کب اس کا سرمایۂ شعر ختم ہوگا؟--- کس وقت وہ کہے گا کہ اب میرے قلب میں کوئی مضمون نہیں رہا، میرا خزانہ خالی ہوگیا، اس کے مضامین سے دنیا بھر دیجیے مگر پھر بھی یہی کہنا پڑے گا کہ ابھی خزانۂ قلب میں سے اتنا بھی کم نہیں ہوا جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ---

سلسلۂ ایجادات، موجودات میں نئے نئے تصرف اور نئی نئی ترکیبیں بروئے کار لانے کا سلسلہ ایک دل کبھی ختم کرتا ہے؟---اس کے علاوہ وہمی موجودات، ایک ناحیۂ قلب میں اس قدر بستی ہے جس کی نہایت نہیں--- اور وہ کس کس عظمت وشان کی ہے، افلاک اور ان

افلاک سے بڑے افلاک اور عرش و کرسی سب موجود ہیں--- اور یہ نہیں کہ نہ صرف افلاک ہی پر بس ہو کر دروں افلاک ہوں تو کم ہیں--- ایسے ایسے لاکھوں عالم کارسازیٔ وہم ہے گوشۂ دل میں رہا کرتے ہیں---

کارساز عالم نے دل ایک ایسا وسیع عالم بنایا ہے، جس کے سامنے دنیا کی وسعت کچھ حیثیت نہیں رکھتی--- اسی لیے وارد ہوا:

لا یسعنی سمائی و لا ارضی و لٰکن یسعنی قلب عبدی المؤمن---

حضرت آفریدگار عز و جل کی جلوہ آرائی کے لیے زمین و آسمان میں گنجائش نہیں مگر قلب مومن ان تجلیات کا مورد ہے، اسی لیے ارشاد ہوا:

قلب المؤمن عرش اللّٰہ---

وہ دل جو عرش الٰہی ہو سکتا ہے، محبوب حقیقی کی تجلی گاہ بن سکتا ہے، خلوت خانہ راز ہو سکتا ہے، منزل گہ نیاز و ناز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، جہان ازلی و سرمدی کی نورانیت سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے، حیف ہے اگر اس کو باطل کے گرد و غبار سے اٹایا جائے، ظلم ہے اگر اس کو حرص و شہوت، غضب اور اوہام باطل کی تاریکیوں سے اندھیرا اور بے نور کیا جائے---

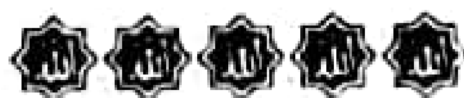
اجتماع ضدین

دل کی وسعت کا ایک کرشمہ تو آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کھلے میدانوں سے، وسیع آبادیوں سے، بحر و بر سے، تمام کرۂ ارض سے، عالم سماوات سے، سب سے زیادہ وسیع ہے لیکن حیرت ہوگی جب آپ کو معلوم ہوگا کہ بایں ہمہ وسعت وہ دیدۂ مور سے زیادہ تنگ بھی ہے--- جب اس پر خود غرضی کا استیلاء ہوتا ہے تو دوسرے کے لیے اس وسیع دل میں نوک سوزن کی برابر گنجائش نہیں ہوتی---

مجنوں کے دل میں لیلیٰ کے جور و جفا سہنے کے لیے فضاء آسمانی سے زیادہ گنجائش ہے، لیکن کوئی دوسرا لیلیٰ کے آنچل کو ایک نظر دیکھ لے، اس کی اصلاً گنجائش نہیں---

ایک بخیل کے دل میں ساری دنیا کے مال و متاع جمع کرنے کی وسعت ہے لیکن ایک شمہ جو، وہ بھی اس قدر کہ ریزۂ دسترخوان، کسی کو دے دیا جائے، اس کی گنجائش نہیں---

ایک باطل پرست کے دل میں کروڑ در کروڑ اباطیل و خرافات کے لیے جگہ ہے لیکن حق و راستی کے لیے نام کو جگہ نہیں--- بدنہاد کفار کے دلوں میں بتوں کی گنجائش ہے، بے شمار باطل عابدانہ عقیدتوں کی وسعت ہے، ظلم و سفاہت، کذب و خیانت، جہل و گمراہی، ناحق کوشی، سب کے لیے جگہ ہے لیکن حق و صداقت کا وہاں ٹھکانہ نہیں ہے---



طالب علم اور شہزادی

مولانا محمد منشا تابش قصوری

آستانہ عالیہ سیال شریف بر اعظم ایشیاء میں روحانیت کے عظیم الشان مرکز کی حیثیت سے معروف ہے اس آستانہ سے ہزاروں علماء کرام و مشائخ عظام کی ارادت و عقیدت مثالی ہے، لاکھوں معتقدین اس سے وابستہ ہیں حضرت شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات نے شریعت و حقیقت اور معرفت کے آسمان پر بے شمار آفتاب و مہتاب روشن کیے، ع

مشتے نمونہ از خروارے

قبلہء عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو دیکھا جا سکتا ہے اس خاندان نشان میں یکے بعد دیگرے ایسی شخصیات نے جنم لیا جن پر اسلام و سنیت کو ناز ہے ایسی عظیم ہستیوں میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین الحاج الحافظ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا برکات بھی ہے جس نے اپنے زمانہ میں ایسے ایسے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے جن پر مسلمانان پاک و ہند بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں، آپ کے دیگر تمام بنیادی کارناموں سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں ! انوار قمریہ ! جو آپ

کے گرانقدر علمی وروحانی ملفوظات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے اس سے ایک نہایت اہم واقعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ممکن ہے خواہشات نفسانیہ کے پجاری، شیطان کے شکاری رہائی کی صورت اختیار کریں، خصوصاً مدارس دینیہ کے طلباء استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے تار وپود کو درست رکھنے کا عزم فرمائیں۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں،

جہانگیر کے زمانہ میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے علمی مدارس کا دور دورہ تھا مولانا کے شاگردوں کی نیک نیتی اور حسن سیرت اعلیٰ پیمانے کی تھی چنانچہ ایک دفعہ شاہی مستورات حضوری باغ میں تفریح کی تاریخ پر آئیں، حضوری باغ شاہی قلعے کے سامنے تھا اور ہر سال ایک تاریخ مقرر پر اس باغ میں رات کے وقت مستورات شاہی محلات سے آتیں اور سیر و تفریح کی صوت میں چند گھنٹوں بعد چلی جاتی تھیں اسی باغ کے اندرونی جانب طلباء کے کمروں کی ایک لائن تھی اس وقت طلباء اور دیگر ہر قسم کے مردوں کو باہر جانے کا حکم ہو گیا اور سب چلے گئے، معمول کے مطابق مستورات اندر آگئیں اور سیر و تفریح کے لئے باغ میں مقررہ وقت گزارا، تو بادشاہ کی لڑکی جو نیک طینت اور صوفیانہ مزاج رکھتی تھی اس نے جب واپسی سے چند منٹ باقی تھے نماز کی نیت باندھ لی تاکہ کچھ نفل یہاں بھی پڑھ لوں،

واپسی کی نوبت (نقارہ) نماز پڑھتے ہوئے بج گئی لیکن اسے معلوم نہ ہوا اور اس کی دو خاص خادمہ بھی یہ سمجھیں کہ شاید چلی گئی ہے اس خیال سے وہ بھی جلدی جلدی دوسری مستورات کے ساتھ نکل گئیں نوبت بجتے ہی تمام طلباء اپنے اپنے کمروں میں آگئے اور گیٹ بند کر دیا گیا کیونکہ رات کو گیٹ بند رہتا تھا۔

لیکن لڑکی نماز سے فارغ ہو کر جب گیٹ پر پہنچی تو اسے بند پایا بہت گھبرائی چونکہ سردی کا موسم تھا اور شاہی مزاج تھا، حیرانگی کے عالم میں ٹھٹھری ہوئی محفوظ جگہ کی تلاش میں پھرنے لگی، گیٹ کے قریب قریب ایک کمرے میں ایک طالب علم مٹی کے دیئے کی لو میں مطالعہ کر رہا تھا طالب علم اسے سردی

سے کانپتا ہوا دیکھ کر سمجھ گیا کہ شاہی محلات کی کوئی حسین و جمیل لڑکی باہر رہ گئی ہے اور اضطراب کے عالم میں ہے۔

(طالبعلم) کتابوں والی پیٹی اور چراغ وغیرہ اٹھا کر باہر برآمدہ میں آگیا اور اشارہ سے لڑکی کو کہا کہ

کمرہ تمہارے لئے خالی ہے اور درویشانہ بستر میں سردی سے امن حاصل کرو۔ لڑکی سردی کی وجہ سے فوراً اندر چلی گئی، طالب علم چراغ پر مطالعہ کر رہا تھا کہ دل میں شیطانی وسوسہ پیدا ہوا کہ ایک حسین و جمیل لڑکی تنہائی میں تیرے پاس موجود ہے کم از کم اس سے کوئی نہ کوئی بات چیت تو کر لے لیکن دوسری طرف خوف خدا کے تحت یہ خیال آیا اگر فعل شنیع کا ارتکاب ہو گیا تو اس کی سزا جہنم ہے اور جہنم کی آگ کون برداشت کرے گا۔

تو پھر دل میں سوچا کہ پہلے انگلی کو دیئے پر رکھ کر اس پر آزمائش کر لی جائے اگر انگلی نے برداشت کر لیا تو پھر مزید کام کرونگا اس خیال سے اپنی انگلی دیئے پر رکھی اور انگلی جلانے لگا، اندر سے لڑکی بھی یہ ماجرا دیکھ رہی تھی جب تمام انگلی جل گئی اور درد برداشت سے باہر ہو گیا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ عذاب برداشت نہیں ہو گا لہٰذا بدکاری سے باز رہنا بہتر ہے کچھ دیر آرام لیا تو پھر وہی وسوسہ دل میں پیدا ہوا پھر اس نے دوسری انگلی دیئے پر جلادی پھر کچھ دیر کے بعد تیسری، چوتھی، پانچویں انگلی بھی جلادی گویا کہ اس نے موقعہ پانے کے باوجود بدکاری سے بچنے کے لئے ایک ایک کر کے اپنی انگلیاں جلانا شروع کر دیں۔

یہ تمام ماجرا لڑکی بھی دیکھتی رہی اتنے میں تلاش کرنے والے آدمی بھی پہنچ گئے اور انہوں نے طالب علم سے شہزادی کے متعلق پوچھا تو اس نے اندر اشارہ کیا انہوں نے لڑکی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر دو طمانچے لگادیئے اور برا بھلا کہتے ہوئے نہایت بے دردی کے ساتھ گھر لے گئے۔

شاہی محلات میں کہرام مچ گیا کہ شہزادی طالبعلم کے کمرے سے نکالی گئی ہے جس کی وجہ سے والدہ نے بھی اسے ماتھے نہ لگایا صبح جب دربار سجایا گیا تو سب سے پہلے یہ ماجرا جہانگیر کے سامنے پیش ہوا۔

جہانگیر نے لڑکی کو حکم دیا کہ تو اپنی سزا خود تجویز کرے لڑکی نے جواب دیا بتاؤ مجھے کس جرم کی سزا دیتے ہو پہلے جرم ثابت کرو پھر جو چاہو سزا دے دینا بادشاہ نے کہا ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تجھے ایسی حالت میں لایا گیا ہے کہ ہر خاص وعام میں تیری بدکرداری کی شہرت ہو چکی ہے۔

شہزادی نے کہا میں اپنی پاکدامنی عفت اور عصمت میں دو ثبوت پیش کر سکتی ہوں۔

اول: میری دونوں خادماؤں سے پوچھئے کیا وہ مجھے نماز کی حالت میں چھوڑ کر گئیں تھیں یا میں خود آنکھ بچا کر کہیں بھاگ گئی تھی اگر انہوں نے مجھے اس حالت میں چھوڑا تو پھر میرا کیا قصور ہے؟

دوم: اس طالب علم کا شیطانی حملہ سے بچنے کے لئے تمام انگلیوں کا جلا دینا میری اور اس کی پاکدامنی کا بین ثبوت ہے لڑکی کے اس ثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلمند لڑکی بھی طالبعلم کے انگلیاں جلانے والے معاملے کو سمجھ گئی تھی کہ وہ نفس پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ کو اس مشقت میں ڈالے ہوئے تھا تاکہ وہ فعل شنیع سے بچ جائے۔

جب طالبعلم کو شاہی دربار میں بلا کر انگلیاں جلانے کا حال پوچھا گیا تو طالبعلم نے تمام واقعات سچ سچ بیان کر دیئے اور شہزادی کی پاکدامنی روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی ان کی ایمانداری پر آفرین کہتے ہوئے بادشاہ نے انہیں معاف کر دیا (سبحان اللہ ایسے طلباء اور نیک طینت لڑکیاں اس وقت بھی موجود تھیں)

(انوار قمریہ، ص ۲٦٦ تا ۲٦٨)

ایک سچا مسلمان بادشاہ

عبداللہ

''مضامین فراق'' میں ناصر نذیر فراق نے سلطان اورنگ زیب عالم گیر کے متعلق دو دل چسپ واقعات تحریر فرمائے ہیں:

1 ......سلطان اورنگ زیب عالم گیر سنبھل، مراد آباد کے ایک گاؤں میں خیمہ زن تھے کہ گاؤں کے قاضی صاحب کا قاصد بادشاہ کے نام سمن لے کر بارگاہ میں آیا--- بادشاہ نے سمن لے کر پڑھا---لکھا تھا کہ ہمارے گاؤں کا چودھری آپ کی جانب اپنا ایک ہزار روپیہ بتاتا ہے، لہٰذا کل دن کے دس بجے عدالت میں حاضر ہو کر جواب دہی کرو---

دوسرے دن وقت مقررہ سے کچھ پہلے بادشاہ گاؤں کی کچہری میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب اپنے کھیتوں میں ہل جوتنے باہر گئے ہیں--- ابھی کچہری کا وقت نہ ہوا تھا، اس لیے بادشاہ انتظار میں بیٹھ گئے---تھوڑی دیر بعد قاضی صاحب ہل اپنے کندھے پر رکھے، بیلوں کو ہنکاتے آ پہنچے--- دیکھا کہ بادشاہ ہاتھ میں تلوار لیے حاضر ہے--- انہیں دیکھتے ہوئے قاضی صاحب اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے اور نہا دھو کر عدالت کا لباس پہن کر شمشیر ہاتھ میں لیے برآمد ہوئے--- بادشاہ کو السلام علیکم کہا اور مسند قضاء پر بیٹھ کر چپڑاسی سے فرمانے لگے:

''اورنگ زیب مدعا علیہ عدالت محمدی میں خلاف ضابطہ تلوار لے کر آیا ہے---تلوار اس کے ہاتھ سے لے لی جائے''---

یہ سنتے ہی اورنگ زیب نے تلوار فوراً زمین پر رکھ دی، جسے چپڑاسی نے اٹھا لیا--- قاضی صاحب اب اورنگ زیب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''مدعی کا دعویٰ ہے کہ بادشاہ سلامت جب شاہ زادے تھے تو شکار کھیلنے اس نواح میں تشریف لائے تھے اور کسی ضرورت سے ہزار روپے اس سے لیے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ دہلی پہنچ کر بھجوا دوں

گا، مگر اب دس برس ہونے کو آئے، وہ روپے اسے واپس نہیں ملے---اب جو حضور ادھر تشریف لائے تو اس نے دادخواہی کی"---

بادشاہ نے جواب دیا:

"مدعی بالکل سچا ہے، میں بھول گیا تھا، معافی چاہتا ہوں، یہ ہزار روپے حاضر ہیں"---

عدالت نے مدعی کو روپے دلوا دیے اور وہ لے کر چلا گیا---عدالت برخاست ہوئی---صرف قاضی صاحب اور بادشاہ رہ گئے---اب اورنگ زیب قاضی صاحب کی جانب متوجہ ہوئے اور پوچھا:

"آپ ہر روز عدالت میں تلوار لے کر آتے ہیں؟"---

قاضی صاحب نے جواب دیا:

"نہیں، بلکہ آج لایا ہوں تاکہ آپ بادشاہت کا گھمنڈ نہ کریں---مگر آپ عدالت میں تلوار لے کر کیوں آئے تھے"---

اورنگ زیب نے فرمایا:

"اس لیے کہ اگر تم میرے ڈر یا لحاظ سے مقدمے کا فیصلہ ٹھیک نہ کرو تو اس تلوار سے تمہاری گردن اڑا دوں"---

2......شہنشاہ جہاں پناہ حضرت محی الدین اورنگ زیب عالم گیر ایک روز صبح کے وقت لال قلعے کے جھروکا درشن میں بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے---برسات کا سماں تھا---دریائے جمنا کا پاٹ بڑی دور تک چلا گیا تھا---پانی زور سے بہہ رہا تھا اور بھنور پڑ رہے تھے---یکایک حضور والا نے ایک گول دریا میں دیکھی جو ڈوبتی پھیلتی پانی میں چلی جارہی تھی---حضور والا نے خادم کی طرف اشارہ کیا کہ یہ گول جو دریا میں بہتی چلی جارہی ہے، اسے دریا سے نکلوا کر حاضر کرو---اسی وقت حکم کی تعمیل ہوئی---دیکھنے سے معلوم ہوا کہ رانجھن گول ہے اور اس کے اوپر کپڑا بندھا ہے---کوتوال نے عرض کیا:

"حضور والا کا اقبال بلند ہو، اس قدر مضبوطی سے منہ بند کیا ہے، غالباً "دال میں کالا ہے، کوتوال کو بلاؤ"---

کوتوال نے ڈھکنا سرکایا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک انسان کی لاش بند ہے---چنانچہ لاش گول سے نکال کر چارپائی پر رکھی گئی---مرحوم پچاس برس کا مرد تھا---منہ پر داڑھی تھی، لبیں کتری ہوئی تھیں اور سر کے بال کندھے تک تھے---گلے میں تانت کا پھندا تھا، جس کے ذریعے اس کی جان لی گئی تھی---حکم ہوا:

"اس لاش کو کوتوالی کے دروازے پر لے جا کر رکھو اور ڈھنڈورا پٹوا دو کہ خاص و عام آکر اسے پہچانیں، اگر کوئی وارث نہ ہو تو تیسرے روز کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر میت کو گورِ غریباں میں

دفن کردو اور قاتل پیدا کرو"---

کوتوال چوتھے روز دربار میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

"حضور والا! میت کل دفن کر دی گئی، اسے کسی نے نہیں پہچانا، مگر غلام نے قاتل گرفتار کر لیا ہے، جس کی روداد یہ ہے کہ فدوی نے کمہاروں کو بلا کر گول دکھائی اور کہا کہ بتاؤ یہ کس نے بنائی ہے؟--- سب نے انکار کیا لیکن ان میں سے ایک نے کہا کہ ایک کاری گر تیلی واڑے کا رہ گیا ہے، ہو نہ ہو یہ گول اس کے ہاتھ کی ہے، اسے بلا کر پوچھیے--- میں نے اس کمہار کو بھی بلایا--- میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے سات گولیں بنائی تھیں اور فلاں فلاں شخص کے ہاتھ بیچیں--- جن لوگوں کے نام بتائے، ان میں ایک باورچی بھی تھا، جس کی دکان چاندنی چوک میں ہے--- چنانچہ فدوی نے پہل اسی سے کی اور کمہار کو ہمراہ لے کر اس باورچی کی دکان پر گیا--- باورچی نے بتایا کہ یہ گول بے شک میں اس کمہار سے لایا ہوں اور لاش بھی میں نے ہی اس میں ڈالی ہے--- فدوی نے باورچی سے کہا کہ تم قاتل ہو، اپنے جرم کا اقبال کرو--- باورچی نے کہا کہ مجھے بادشاہ سلامت کے حضور لے چلو، میں وہاں اپنے جرم کا اقبال کروں گا--- چنانچہ فدوی اسے گرفتار کر کے لے آیا ہے، اجازت ہو تو پیش کیا جائے"---

بادشاہ سلامت نے حکم دیا کہ باروچی کو حاضر کیا جائے--- باورچی حاضر ہو کر آداب بجالایا، بادشاہ نے اشارہ کیا کہ جو کچھ کہنا ہو کہہ ڈالو--- باورچی نے کہا:

"غریب پرور! فدوی چاندنی چوک میں دکان کرتا ہے--- دکان پر بکری بہت ہوتی ہے، کیوں کہ فدوی کھانا ایمان داری سے پکاتا ہے اور وہ مزے دار ہوتا ہے، گاہک پر گاہک ٹوٹتا ہے--- میری دکان کے دو حصے ہیں، ایک میں کھانا پکتا ہے اور دوسرے میں کھلایا جاتا ہے--- دکان کے اوپر بھی کمرہ ہے، نیچے جگہ نہیں رہتی تو کھانے والوں کو اوپر بھیج دیتا ہوں تاکہ آرام سے کھانا کھا سکیں--- آج چوتھا دن ہے کہ یہ مقتول میری دکان پر دن کے دس بجے کے لگ بھگ آیا اور کھانے کے لیے کہا--- چوں کہ بھیڑ کی وجہ سے نیچے جگہ نہ تھی، میں نے اسے اوپر بھیج دیا--- تھوڑی دیر میں میرا لڑکا اسے کھانا دے آیا--- پانچ ہی منٹ گزرے تھے کہ فلاں حلیے کے دو مسافر اور آئے اور آتے ہی مجھ سے پوچھا کہ ہمارا بھائی مسافر اس صورت کا تمہارے ہاں کھانا کھانے تو نہیں آیا؟--- میں نے جواب دیا کہ ہاں آیا ہے اور اوپر کمرے میں کھانا کھا رہا ہے--- کہنے لگے، ٹھیک ہے، یہ لو روپیہ اور ہمارے لیے بھی کھانا اوپر کوٹھے پر بھیج دو--- یہ کہہ کر وہ دونوں مسافر دھم دھم کرتے اوپر کوٹھے پر چڑھ گئے--- میرا لڑکا ان دونوں کو کھانا دے کر چلا آیا--- کچھ دیر بعد جب لڑکا برتن لینے اوپر گیا تو دیکھا کہ پہلے مسافر کے گلے میں تانت کا پھندا

لگا ہوا ہے اور وہ فرش پر مردہ پڑا ہے اور وہ دونوں مسافر غائب ہیں---لڑکے نے یہ صورت حال دیکھی تو مجھے آ کر بتایا---میں اسی وقت کوٹھے پر گیا، مردے کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ کمر میں بندھا ہوا مال کھول کر لے گئے ہیں---میں گھبرا گیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں---بہر حال میں نے کمرے کو قفل لگایا اور سوچتا رہا---آخر یہی مناسب سمجھا کہ لاش کو گول میں اتار دوں اور گول بہا دوں تاکہ اس جرم بے گناہی سے بچ جاؤں---قسمت کی بات کہ گول طغیانی کے باوجود قلعے سے آگے نہ گئی اور اس پر حضور کی نظر پڑی اور وہ پکڑی گئی---سارا واقعہ حضور والا کو صحیح صحیح بتا دیا ہے، اب یہ غلام اور غلام زادہ حاضر ہیں، پھانسی دیجیے، گردن لیجئے''---

بادشاہ سلامت نے باورچی کا یہ جواب سن کر فرمایا:

''اچھا تم دونوں باپ بیٹے بری، تم اب اپنے گھر جا سکتے ہو''---

پھر کوتوال کی طرف مخاطب ہوئے، فرمانے لگے:

''کوتوال صاحب! آپ نے باورچی کا بیان سن لیا، ظاہر ہے کہ وہ بے گناہ ہے، گناہ گار وہ دونوں آدمی ہیں جنہوں نے اس کے ہاں کھانا کھایا، اب آپ کی تفتیش کا امتحان ہے، دیکھیں آپ قاتلوں کو کب اور کیسے پکڑتے ہیں؟''---

کوتوال آداب بجا لایا اور چلا گیا---حضور والا تخلیے میں رونق افروز تھے کہ کوتوال حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا:

''حضور والا کی تمام رعیت اور سارے ملازم حضور کو ولی جانتے ہیں، میں اس مقدمے کی تفتیش میں باہر جانا چاہتا ہوں، حضور اجازت عطا فرمائیں اور روحانی طور پر فدوی کی مدد فرمائیں''---

بادشاہ نے کہا:

''اے عزیز! مددگار حقیقی خدائے پاک کی ذات بابرکات ہے مگر مسلمان پر مسلمان کا حق ہے، اس لیے تمہیں چند نکتے سمجھائے دیتا ہوں، انہیں پلے باندھ لو اور ان پر عمل کرو---قاتلوں کا جو حلیہ باورچی نے بتایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا تعلق فلاں علاقے سے ہے، اس لیے اسی طرف کا رخ کرو اور راستے میں جہاں مناسب ہو، قاتلوں کے متعلق تحقیقات کرتے جاؤ، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو''---

دن کے دس بجے ہوں گے === دلی سے سو، ڈیڑھ سو کوس دور شیر شاہ کی سڑک پر درختوں کے نیچے سات شتر سوار اترے ہوئے ہیں---کنواں پاس ہے---وہ ڈول بھر بھر اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں---یکا یک دو راہ گیر دور سے آتے دکھائی دیے---آہستہ آہستہ وہ دونوں ان کے نزدیک پہنچ گئے اور کنواں دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے === یہ دونوں دراز قد تھے---ان کی داڑھیاں بکرے کی طرح چگی تھیں---گلے میں گزی کے کرتے اور ٹانگوں میں تہ بند تھے---انہوں نے گٹھڑیوں سے لکڑی کے دو

برتن نکالے۔---دو تھیلیوں میں سے ستو اور گڑ نکالا اور شتر سواروں سے کہا:

''آپ بھی مسلمین ہیں، اور ہم بھی مسلمین ہیں، اجازت ہو تو آپ کے ڈول سے پانی نکال کر پی لیں''۔---

شتر سوار کہنے لگے:

''تم ہمارے بھائی ہو، تمہارا ہی ڈول ہے، شوق سے پیو''۔---

دونوں مسافروں نے پانی نکالا اور ستو کھانے میں مصروف ہو گئے۔---شتر سوار آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے---ایک کہنے لگا، حلیہ لباس سب کچھ مل گیا ہے، پکڑ لیجئے---

دوسرا: ''ذرا صبر سے کام لو''---

جب یہ مسافر کلی کرنے لگے تو شتر سواروں کے افسر نے کہا:

''لو بھائی یہ حقہ ہے، پی لو''---

دونوں حقے کی خوش بو پر لوٹ ہو رہے تھے، کہتے ہی شتر سواروں کے حلقے میں آئے اور بیٹھ کر حقہ پینے لگے---

شتر سواروں کا افسر: ''بھائیو! تم نے دلی بھی دیکھی؟''---

مسافر: ''نہیں صاحب ہم نے دلی نہیں دیکھی''---

مگر ساتھ ہی ان کے چہرے فق ہو گئے---

شتر سواروں کے افسر نے کہا:

''تم نے دلی نہیں دیکھی تو ہم تمہیں دکھا دیتے ہیں''---

یہ کہہ کر شتر سواروں کا افسر اور اس کے ساتھی ان دونوں سے لپٹ گئے اور انہیں باندھ کر ڈال دیا---خرجین میں سے ہتھ کڑیاں اور بیڑیاں نکالیں اور انہیں پہنا دیں---پھر سب نے اپنی اپنی وردیاں پہنیں اور دلی کے کوتوال اور کوتوالی کے برق انداز بن گئے---ملزموں کو اونٹ پر بٹھایا---مار مار دلی پہنچے اور شہنشاہ کو آداب بجا لائے---حکم ہوا کل دربار میں مع گواہوں کے پیش کیے جائیں---

اگلے دن دیوان عام سے لے کر لال قلعے کے لاہوری دروازے تک آدمی پٹا پڑا، حضور شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر تخت طاؤس پر جلوہ افروز تھے اور نقیبوں کی آوازوں سے سننے والوں کے دل دہلے جا رہے تھے---کوتوال، دونوں ملزم، باورچی اور اس کا لڑکا سب حاضر تھے---مقدمہ خون کا تھا---اس لیے اعلیٰ حضرت خود سماعت فرما رہے تھے---اعلیٰ حضرت کے اشارے پر باورچی اور اس کے لڑکے نے عرض کی:

''بے شک یہی دونوں شخص ہیں جو مقتول کے پیچھے ہماری دکان پر آئے تھے اور کھانا منگوا کر بے کھائے فرار ہو گئے تھے''---

بادشاہ سلامت نے اب ملزموں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تم دونوں نے گواہوں کا بیان سنا، کیا یہ درست ہے کہ مقتول کو تم دونوں نے مل کر قتل کیا؟''---

ملزم نے کہا:

''بادشاہ سلامت کا اقبال ہمیشہ قائم رہے، واقعی ہم دونوں نے مل کر مقتول کو قتل کیا''---

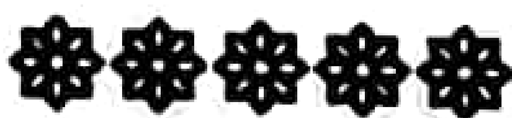
بادشاہ سلامت نے کہا:

''تمہاری مقتول سے کیا دشمنی تھی کہ بات قتل تک پہنچی؟''---

ملزم نے کہا:

''ہماری مقتول سے کوئی دشمنی نہ تھی--- اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ ٹھگ ہیں اور بنگال سے پشاور تک پھیلے ہوئے ہیں--- ہمارا علاقہ سو سو کوس تک بٹا ہوا ہے اور ہر علاقے پر ایک سردار مقرر ہے--- ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم اپنی اسامی کا اپنے ہی علاقے میں کام تمام کر دیں لیکن اگر وہ بچ جاتا ہے تو ہم اُسے دوسرے علاقے والوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں، جیسے اسامی ویسا مول--- بعض اسامی لاکھ روپے تک بھی بک جاتی ہے--- بعض ٹھگ قصبوں اور شہروں کی سراؤں میں جا کر حلوہ فروشی کرتے ہیں، مسافروں کو زہر کا حلوہ کھلاتے ہیں--- ان کا شکار پھنکا نہیں کھاتا اور فوراً مر جاتا ہے، اس کا مال لے کر ہم چمپت (غائب) ہو جاتے ہیں--- بعض مسافروں کو ہم پا چپتی کرتے ہیں، جس سے مسافر سو جاتا ہے اور ہم اس کا مال لے کر غائب ہو جاتے ہیں--- اس طرح کی ہمیں ہزاروں گھاتیں یاد ہیں--- اکثر مسافروں کو تانت کی پھانسی دے کر مار ڈالتے ہیں--- یہ مسافر راج محل سے چلا تھا، راستے میں کئی جگہ بکا لیکن چوں کہ یہ کارواں کے ساتھ تھا، کہیں دھب پر نہ چڑھا--- پھر ہم نے اسے خریدا اور دلی پہنچ کر باورچی کے بالائی کمرے پر ہمارا داؤ لگا، ہم اسے ختم کر کے اور پانچ سو اشرفیاں اس کی کمر سے کھول کر چل دیے، مگر بادشاہ سلامت کا اقبال پکڑ لایا--- چھ اشرفیاں ہم نے خرچ کی ہیں، باقی کوتوال صاحب کے پاس ہیں''---

کوتوال صاحب نے وہ اشرفیاں، تانت کی پھانسیاں، بھنگ، چرس، گانجا اور دھتورے کے بیج جو گھٹڑیوں میں پائے گئے تھے، بادشاہ سلامت کو دکھلائے--- اورنگ زیب کو یہ چیزیں دیکھ کر بے حد افسوس ہوا--- مجرم جرم کا اقبال کر چکے تھے، اس لیے حکم صادر ہوا کہ فوری طور پر ان دونوں کی گردنیں مار دی جائیں اور لاشیں تین دن تک شارع عام پر لٹکی رہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو--- پھر پوری مملکت میں احکام بھیجے کہ جہاں کوئی ٹھگ نظر آئے، اسے پکڑ کر تختہ دار پر چڑھا دیا جائے--- عوام الناس کو بھی ہدایت کی گئی کہ وہ قافلوں کی صورت میں سفر کریں اور اجنبی لوگوں سے محتاط رہیں---



برے خاتمے کے مختلف اسباب

مولانا محمد الیاس عطار قادری

سبعِ سنابل میں ہے، ایک شخص کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں سر پر مجوسیوں (یعنی آتش پرستوں) کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کا سبب پوچھا، اس نے جواب دیا: جب بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کا نامِ مبارک آتا میں درود شریف نہ پڑھتا تھا، اِس گناہ کی نحوست سے مجھ سے معرفت اور ایمان سلب کر لیے گئے۔ [سبعِ سنابل، صفحہ ۳۵، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر]

یہاں یہ ضروری مسئلہ ذہن نشین فرما لیجیے کہ کسی کے بارے میں برا خواب دیکھنا بے شک باعث تشویش ہے تاہم غیر نبی کا خواب شریعت میں حجت یعنی دلیل نہیں اور فقط خواب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ نیز مسلمان میت پر خواب میں کوئی علامت کفر دیکھنے یا خود مرنے والے مسلمان کا خواب میں اپنے ایمان کے سلب (برباد) ہونے کی خبر دینے سے بھی اُس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔

مذکورہ حکایت میں نامِ اقدس پر درود شریف نہ پڑھنے والے شخص کے خاتمے کے متعلق دیکھے جانے والے تشویش ناک خواب کا بیان ہے۔ آج سے پہلے ہو سکتا ہے بارہا ایسا ہوا ہو کہ ہم نے نامِ اَقدس سن کر یا بول کر درود شریف نہ پڑھا ہو۔ چوں کہ یہ رعایت موجود ہے کہ اگر اُس وَقت نہ پڑھے تو بعد میں بھی پڑھ سکتا ہے، لہٰذا اب پڑھ لے اور آئندہ کوشش کر کے اُسی وقت پڑھ لیا کرے، ورنہ بعد میں پڑھ لے۔

بُرے خاتمے کے چار اسباب

شرح الصدور میں ہے، بعض علماءِ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں، برے خاتمے کے چار اسباب ہیں:

❶...... نماز میں سستی، ❷...... شراب نوشی، ❸...... والدین کی نافرمانی، ❹...... مسلمانوں کو تکلیف دینا۔ [شرح الصدور، صفحہ ۲۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت]

اُس نے جواب دیا:

تین عیوب کے سبب سے:

① ......چغلی، کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ اور

② ......حسد کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا

③ ......شراب نوشی، کہ ایک بیماری سے شفا پانے کی غرض سے طبیب کے مشورہ پر ہر سال شراب کا ایک گلاس پیتا تھا۔[منہاج العابدین، صفحہ ۱۶۵، مؤسسۃ السیر وان، بیروت]

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا ہو۔

[بہار شریعت، حصہ ۴، صفحہ ۱۵۸، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی/ در مختار، جلد ۳، صفحہ ۹۶، دار المعرفۃ، بیروت]

افسوس! آج کل چغلی اِس قدر عام ہے کہ اکثر لوگوں کو شاید پتا تک نہیں چلتا کہ میں چغل خوری کر رہا ہوں۔چغل خوری آخرت کے لیے سخت تباہ کن ہے۔چناں چہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

''غیبت، طعنہ زنی، چغل خوری اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں اُٹھائے گا''---

[الترغیب و الترھیب، جلد ۳، صفحہ ۳۲۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت]

ایک حدیث پاک میں ہے:

''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا''---

[صحیح البخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۱۵، حدیث ۶۰۵۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت]

چُغلی کی تعریف:

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے نقل فرمایا:

''کسی کی بات ضرر (یعنی نقصان) پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چغلی ہے''---[عمدۃ القاری تحت الحدیث ۲۱۶، جلد ۲، صفحہ ۵۹۴، دار الفکر بیروت]

افسوس! اکثر لوگوں کی گفتگو میں آج کل غیبت و چغلی کا سلسلہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ دوستوں کی بیٹھک ہو یا مذہبی اجتماع کے بعد جمگھٹ، شادی کی تقریب ہو یا تعزیت کی نشست، کسی سے ملاقات ہو یا فون پر بات، چند منٹ بھی اگر کسی سے گفتگو کی صورت بنے اور دینی معلومات

رکھنے والا کوئی حساس فرد اگر اُس گفتگو کی "تشخیص" کرے تو شاید اکثر مجالس میں دیگر گناہوں بھرے الفاظ کے ساتھ ساتھ وہ درجنوں "چغلیاں" بھی ثابت کر دے۔ہائے!ہائے!ہمارا کیا بنے گا!!!!

ایک بار پھر اِس حدیث پاک پر غور کر لیجیے: "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا"---

کاش!ضرورت کے سوا کوئی لفظ زَبان سے نہ نکلے، زیادہ بولنے والے اور دُنیوی دوستوں کے جھرمٹ میں رہنے والے کا غیبت اور بالخصوص چغلی سے بچنا بے حد دشوار ہے۔آہ!آہ!آہ!

حدیث پاک میں ہے:

"جس شخص کی گفتگو زیادہ ہو اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوں، اُس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اور جس کے گناہ زیادہ ہوں وہ جہنم کے زیادہ لائق ہے"---

[حلیۃ الاولیاء، جلد۳، صفحہ ۸۷-۸۸، رقم ۳۲۷۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت]

نبی اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم ﷺ نے فرمایا:

"اُس شخص کے لیے خوش خبری ہے جو زائد گفتگو کو روک لے اور مال میں سے زائد کو خرچ کرے"---

[المعجم الکبیر للطبرانی، جلد۵، صفحہ ۷۱-۷۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت]

بیان کردہ حکایت میں حسد کی نحوست کا بھی تذکرہ ہے۔افسوس!حسد کا مرض بھی بہت زیادہ پھیل چکا ہے۔حدیثِ پاک میں آتا ہے:

"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"---[سنن ابن ماجہ، جلد۴، صفحہ ۴۷۳، حدیث ۴۲۱۰، دارالمعرفۃ، بیروت]

حَسَد کی تعریف:

حسد کرنے والے کو حاسد اور جس سے حسد کیا جائے اُس کو محسود کہتے ہیں۔لسان العرب، جلد۳، صفحہ ۱۶۶ پر حسد کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

اَلْحَسَدُاَنْ تَتَمَنّٰی زَوَالَ نِعْمَةِ الْمَحْسُوْدِ اِلَیْکَ---

یعنی حسد یہ ہے کہ تو تمنا کرے کہ محسود کی نعمت اُس سے زائل ہو کر تجھے مل جائے۔

بیان کردہ تعریف سے معلوم ہوا کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ کاش!اِس سے یہ نعمت چھن کر مجھے حاصل ہو جائے۔مثلاً کسی کی شہرت یا عزت سے نفرت کا جذبہ رکھتے ہوئے خواہش کرنا کہ یہ کسی طرح ذلیل ہو جائے اور اس کی جگہ مجھے عزت کا مقام حاصل ہو جائے، نیز کسی مال دار سے جل کر یہ تمنا کرنا کہ اِس کا کسی طرح نقصان ہو جائے اور یہ غریب ہو جائے اور میں اس کی جگہ پر

دولت مند بن جاؤں۔ اس طرح کی تمنا کرنا حسد ہے اور معاذ اللہ یہ وَبا کافی پھیل چکی ہے۔

آج کل دوسرے کا کاروبار ٹھپ کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی جاتی ہے، اُس کے مال کی خواہ مخواہ خرابیاں بیان کر کے اُس دکان دار پر طرح طرح کے اِلزامات ڈالے جاتے ہیں اور یوں حسد کے سبب جھوٹ، غیبت، چغلی، آبروریزی اور نہ جانے کیا کیا مزید گناہ کیے جاتے ہیں۔ آہ! اب اکثر مسلمانوں میں بھائی چارہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے کے مسلمان کتنے بھلے انسان ہوتے تھے، اس کو اس حکایت سے سمجھیے:

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، شیخ الفضیلت، سیدنا و مولانا و مرشدنا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی المعروف قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترکوں کے "دورِ خدمت" سے ہی مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں مقیم ہو گئے تھے، تقریباً ستتر برس وہاں قیام رہا اور اب جنت البقیع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ فائض الانوار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کی: یاسیدی! پہلے کے (غالباً ترکوں کے دَور کے) اہل مدینہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا پایا؟ فرمایا: ایک مال دار حاجی صاحب، غرباء میں کپڑا تقسیم کرنے کی غرض سے خریداری کے لیے ایک بزاز (یعنی کپڑا بیچنے والے) کی دُکان پر پہنچے اور مطلوبہ کپڑا کافی مقدار میں طلب کیا۔ دکان دار نے کہا: میں آپ کا آرڈر پورا تو کر سکتا ہوں مگر میری درخواست ہے کہ آپ سامنے والی دُکان سے خرید فرما لیجیے، کیوں کہ الحمد للہ عزوجل آج میری اچھی بکری ہو گئی ہے، اُس بے چارے پڑوسی دُکان دار کا آج دھندا کچھ مندا (یعنی کم ہوا) ہے۔ حضرتِ سیدی قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے کے اہل مدینہ ایسے تھے۔ اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

دل سے دنیا کی اُلفت نکالو! اس تباہی سے مولیٰ بچالو
مجھ کو دیوانہ اپنا بنا لو ، یا نبی تاجدارِ مدینہ

حکایت:

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن احمد موذن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں طوافِ کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص پر نظر پڑی جو غلافِ کعبہ سے لپٹ کر ایک ہی دُعا کی تکرار کر رہا تھا:

"یا اللہ عزوجل مجھے دنیا سے مسلمان ہی رخصت کرنا"۔۔۔

میں نے اُس سے پوچھا، اِس کے علاوہ کوئی اور دُعا کیوں نہیں مانگتے؟ اُس نے کہا، میرے دو بھائی تھے، بڑا بھائی چالیس سال تک مسجد میں بلا معاوضہ اذان دیتا رہا۔ جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اُس نے قرانِ پاک مانگا، ہم نے اُسے دیا تا کہ اس سے برکتیں حاصل کرے، مگر قرانِ شریف ہاتھ میں لے کر وہ کہنے لگا:

''تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں قرآن کے تمام اِعتقادات وأحکامات سے بیزاری ظاہر کرتا اور نصرانی (عیسائی) مذہب اختیار کرتا ہوں''---

پھر وہ مر گیا۔اس کے بعد دوسرے بھائی نے تیس برس تک مسجد میں فی سبیل اللہ اذان دی۔ مگر اُس نے بھی آخری وَقت نصرانی ہونے کا اعتراف کیا اور مر گیا۔لہٰذا میں اپنے خاتمہ کے بارے میں بے حد فکر مند ہوں اور ہر وقت خاتمہ بالخیر کی دعا مانگتا رہتا ہوں۔حضرت سیدنا عبداللہ بن احمد موذن رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے اِستفسار فرمایا کہ تمہارے دونوں بھائی آخر ایسا کون سا گناہ کرتے تھے؟ اُس نے بتایا:

''وہ غیر عورَتوں میں دلچسپی لیتے تھے اور اَمردوں (یعنی بے ریش لڑکوں) کو (شہوت سے) دیکھتے تھے''---[الروض الفائق، صفحہ ۱۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غضب ہو گیا! کیا اب بھی غیر عورَتوں سے بے پردگی اور بے تکلفی سے باز نہیں آئیں گے؟ کیا اب بھی غیر عورَتوں نیز اپنی بھابھی، چچی، تائی، ممانی (کہ یہ بھی شرعاً سب غیر عورَتیں ہی ہیں ان) سے اپنی نگاہوں کو نہیں بچائیں گے؟ اِسی طرح چچازاد، تایازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد کا نیز بیوی کی بہن اور بہنوئی کا آپس میں پردہ ہے۔نامحرم پیر اور مریدنی کا بھی پردہ ہے۔مریدنی اپنے نامحرم پیر کا ہاتھ نہیں چوم سکتی۔خبردار! امرد تو آگ ہے آگ! امرد کا قرب، اُس کی دوستی، اُس کے ساتھ مذاق مسخری، آپس میں کُشتی، کھینچا تانی اور لپٹا لپٹی، جہنم میں جھونک سکتی ہے۔امرد سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے، اگرچہ اُس بے چارے کا کوئی قصور نہیں، اَمرد ہونے کے سبب اُس کی دل آزاری بھی مت کیجیے، مگر اُس سے اپنے آپ کو بچانا بے حد ضروری ہے۔ ہرگز اَمرد کو اسکوٹر پر اپنے پیچھے مت بٹھایئے، خود بھی اُس کے پیچھے مت بیٹھیے کہ آگ آگے ہو یا پیچھے، اُس کی تپش ہر صورت میں پہنچے گی۔شہوت نہ ہو جب بھی اَمرد سے گلے ملنا محل فتنہ (یعنی فتنے کی جگہ) ہے اور شہوت ہونے کی صورت میں گلے ملنا بلکہ ہاتھ ملانا بلکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

اَمرد کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنا بھی حرام ہے۔[تفسیراتِ احمدیہ، صفحہ ۵۵۹، پشاور]

اُس کے بدن کے ہر حصے حتی کہ لباس سے بھی نگاہوں کو بچایئے۔اِس کے تصور سے اگر شہوت آتی ہو تو اس سے بھی بچیے، اُس کی تحریر یا کسی چیز سے شہوت بھڑکتی ہو تو اُس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے نظر کی حفاظت کیجیے، حتی کہ اُس کے مکان کو بھی مت دیکھیے۔اگر اس کے والد یا بڑے بھائی وغیرہ کو دیکھنے سے اس کا تصور قائم ہوتا ہے اور شہوت چڑھتی ہے تو ان کو بھی مت دیکھیے۔ اَمرد کے ذَریعے کیے جانے والے شیطانِ عیار و مکار کے تباہ کار وار سے خبردار کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"منقول ہے، عورت کے ساتھ دو (۲) شیطان ہوتے ہیں اور اَمرد کے ساتھ ستر"---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، صفحہ ۷۲۱]

بہر حال اَجنَبِیَّہ عورت (یعنی جس سے شادی جائز ہو) اُس سے اور اَمرد سے اپنی آنکھوں اور اپنے وجود کو دور رکھنا سخت ضروری ہے، ورنہ ابھی آپ نے اُن دو بھائیوں کی اَموات کے تشویش ناک معاملات پڑھے، جو بظاہر نیک تھے۔

حج ادا نہ کرنا بُرے خاتمے کا سبب ہے

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جسے حج کرنے سے نہ ظاہری حاجت مانع ہوئی، نہ بادشاہِ ظالم، نہ کوئی ایسا مرض جو روک دے، پھر بغیر حج کے مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر"---[سنن الدارمی، جلد ۲، صفحہ ۴۵، حدیث ۱۷۸۵، باب المدینہ کراچی]

معلوم ہوا کہ حج فرض ہونے کے باوجود جس نے کوتاہی کی اور بغیر حج ادا کیے مر گیا تو اس کا برا خاتمہ ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

آگ لپکتی ہے

حضرتِ سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک بیمار کے سرہانے تشریف لائے، جو قریب الموت تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار اسے کلمہ شریف تلقین فرمایا لیکن وہ "دس گیارہ، دس گیارہ" کی آوازیں لگاتا رہا، جب اُس سے اِس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا:

"میرے سامنے آگ کا پہاڑ ہے، جب میں کلمہ شریف پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ آگ مجھے جلانے کے لیے لپکتی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا: دنیا میں یہ کیا کام کرتا تھا؟ بتایا گیا کہ یہ سود خور تھا اور کم تولا کرتا تھا"---

[تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۵۲-۵۳، انتشارات گنجینہ تہران]

ناپ تول میں کمی کا عذاب:

آہ! سود خوروں اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی بربادی! چند سکوں کی خاطر اپنے آپ کو جہنم کے شعلوں کی نذر کرنے کی جسارت کرنے والو! سنو! سنو! روح البیان میں نقل کیا گیا ہے:

"جو شخص ناپ تول میں خیانت کرتا ہے، قیامت کے روز اسے جہنم کی گہرائیوں میں ڈالا جائے گا اور دو پہاڑوں کے درمیان بٹھا کر حکم دیا جائے گا، "ان پہاڑوں کو ناپو اور تولو" جب تولنے لگے گا تو آگ اس کو جلا دے گی"---[روح البیان، جلد ۱۰، صفحہ ۳۶۴، کوئٹہ]

بوقت نزع شیطان کا حربہ:

منقول ہے، جب انسان نزع کے عالم میں ہوتا ہے، دو شیطان اُس کے دائیں بائیں آ کر

بیٹھ جاتے ہیں، دائیں طرف والا شیطان اُس کے والد کا رُوپ دھار کر کہتا ہے، بیٹا! دیکھ میں تیرا مہربان وشفیق باپ ہوں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو نصاریٰ کا مذہب اِختیار کر کے مرنا، کیوں کہ وہی سب سے بہترین مذہب ہے۔ بائیں جانب والا شیطان مرنے والے کی ماں کی صورت میں آتا ہے اور کہتا ہے، میرے لال! میں نے تجھے اپنے پیٹ میں رکھا، اپنا دودھ پلایا اور اپنی گود میں پالا ہے، پیارے بیٹے! میں نصیحت کرتی ہوں، یہودی مذہب اِختیار کر کے مرنا کہ یہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ [التذکرۃ للقرطبی، صفحہ ۳۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت]

واقعی بے حد تشویش ناک معاملہ ہے۔ بندہ جب بخار یا دردِ سر وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس سے کسی بات میں فیصلہ کرنا دُشوار ہو جاتا ہے، پھر نزع کی تکالیف تو بہت ہی زِیادہ ہوتی ہیں۔

''شرح الصدور'' میں ہے، اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ تمام آسمان وزمین میں رہنے والوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب مر جائیں۔ [شرح الصدور، صفحہ ۳۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت]

اب ایسی نازک حالت میں جب ماں باپ کے رُوپ میں شیاطین بہکاتے ہوں گے، اس وَقت انسان کو اسلام پر ثابت قدم رہنا کس قدر دشوار ہو جاتا ہوگا۔

اللہ عزوجل ہمارے حالِ زار پر کرم فرمائے، نزع کے وقت نہ جانے ہمارا کیا بنے گا، آہ! ہم نے بہت گناہ کر رکھے ہیں، نیکیاں نام کو نہیں ہیں، ہم دعا کرتے ہیں، اے اللہ! نزع کے وقت ہمارے پاس شیاطین نہ آئیں بلکہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں۔

اچھے خاتمے کے لیے تیاری:

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ عالی ہے:

برے خاتمے سے امن چاہتے ہو تو اپنی ساری زندگی اللہ ربُّ العزت عزوجل کی اطاعت میں بسر کرو اور ہر گناہ سے بچو، ضروری ہے کہ تم پر عارفین جیسا خوف غالب رہے، حتی کہ اس کے سبب تمہارا رونا دھونا طویل ہو جائے اور تم ہمیشہ غم گین رہو۔ آگے چل کر مزید فرماتے ہیں، تمہیں اچھے خاتمے کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ ہمیشہ ذکر اللہ میں لگے رہو، دل سے دنیا کی محبت نکال دو، گناہوں سے اپنے اعضاء بلکہ دل کی بھی حفاظت کرو، جس قدر ممکن ہو برے لوگوں کو دیکھنے سے بھی بچو کہ اِس سے بھی دل پر اثر پڑتا ہے اور تمہارا ذِہن اُس طرف مائل ہو سکتا ہے۔

[احیاء العلوم، جلد ۴، صفحہ ۲۱۹-۲۲۱، ملخصا، دار صادر بیروت]

ایک شخص بارگاہِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر ایمان پر خاتمہ بالخیر کے لیے دعا کا طالب ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے لیے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا:

❶ ......(روزانہ) ۴۱ بار صبح کو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اوّل وآخر درود شریف، نیز

❷......سوتے وقت اپنے سب اَوراد کے بعد سورۂ کافرون روزانہ پڑھ لیا کیجیے، اس کے بعد کلام وغیرہ نہ کیجیے، ہاں اگر ضرورت ہو تو کلام کرنے کے بعد پھر سورۂ کافرون تلاوت کر لیں کہ خاتمہ اسی پر ہو، اِن شاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اور

❸......تین بار صبح اور تین بار شام اس دُعاء کا وِرد رکھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نُّشْرِکَ بِکَ شَیْئًا نَّعلَمُہٗ وَ نَستَغْفِرُکَ لِمَا لَا نَعلَمُہٗ---[الملفوظ، حصہ ۲، صفحہ ۲۳۴، حامد اینڈ کمپنی مرکز الاولیاء لاہور]

❹......بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی دِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ وُلْدِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ---

صبح و شام تین تین بار پڑھیے، دین، ایمان، جان، مال، بچے سب محفوظ رہیں۔

[شجرہ قادریہ رضویہ، صفحہ ۱۲، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی]

(غروب آفتاب سے صبحِ صادِق تک رات اور آدھی رات ڈھلے سے سورج کی پہلی کرن چمکنے تک صبح ہے)

جس کسی بدنصیب کا کفر پر خاتمہ ہوگا، اس کو قبر اِس زور سے دبائے گی کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جائیں گی۔ کافر کے لیے اِسی طرح اور بھی دردناک عذاب ہوں گے۔ قیامت کا پچاس ہزار سالہ دن سخت ترین ہولناکیوں میں بسر ہوگا، پھر اسے اَوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جو گنہگار مسلمان داخلِ جہنم ہوئے ہوں گے، جب ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جن کا کفر پر خاتمہ ہوا تھا، پھر آخر میں کفار کے لیے یہ ہوگا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اُسے بند کریں گے، پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل (تالا) لگایا جائے گا، پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں بھی آگ کا قفل لگایا جائے گا، پھر اِسی طرح اُس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر اور آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا اور موت کو ایک مینڈھے کی طرح جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر دیا جائے گا، اب کسی کو موت نہیں آئے گی۔ ہر جنتی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں اور ہر دوزخی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ہی رہے گا۔ جنتیوں کے لیے مسرت بالائے مسرت ہوگی اور دوزخیوں کے لیے حسرت بالائے حسرت۔

[بہارِ شریعت، حصہ اوّل، صفحہ ۷۷، ۹۱، ۹۲، ملخصاً، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی]

یاربِّ مصطفیٰ (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تجھ سے ایمان و عافیت کے ساتھ مدینے میں شہادت، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کا سوال کرتے ہیں۔



چہرہ

واصف علی واصف

جس طرح آسمان کی بسیط وسعتوں اور عمیق پہنائیوں میں کروڑوں ستارے اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں، جمیل و جسیم ستارے اور سیارے حسن کائنات کے انوکھے پُر تاثیر مظاہر ہیں، اسی طرح حیات ارضی میں کروڑوں چہرے اپنے اپنے خیال اور اپنی اپنی ضرورت کے مدار میں سرگرم عمل ہیں، مصروف عمل ہیں، مصروف سفر ہیں۔ پُر تاثیر موثر چہرے، حسن زندگی کی تفسیر مقدس کے مظاہر ہیں۔

چہرہ اور پھر انسان کا چہرہ، اللہ اللہ! ایک عجیب داستان ہے۔ ایک پُر کیف مشاہدہ ہے، ایک موثر حقیقت ہے، ایک عظیم شاہ کار ہے، احسنِ تقویم کی شرحِ دل پذیر ہے، احسن الخالقین کا حسن تخلیق انسانی چہرے سے عیاں ہے۔

چہروں کا مشاہدہ، ان کا مطالعہ، کتابوں کے مطالعہ سے کہیں زیادہ دانائی اور حکمت عطا کرتا ہے۔ زندگی کی کھلی کتاب میں ہر چہرہ ایک الگ باب ہے، ایک الگ انداز، ایک الگ تاثیر، ایک الگ مدار، ایک الگ عنوان ہے۔ خیر و شر کی تقسیم چہروں کے دم سے ہے۔ حکم ہے باری تعالیٰ کا کہ مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے اور پیشانیوں پر داغ سجود، منور کرے گا چہروں کو۔

جب ہم چہروں کی تلاوت و تسبیح شروع کرتے ہیں تو ہمیں عجیب و غریب مکاشفات حاصل ہوتے ہیں، چہرہ گویائی نہ بھی رکھتا ہو، تب بھی پُر کشش اور پُر تاثیر ہے۔

انسان کو اگر دنیا میں کسی شے سے محبت ہوتی ہے تو وہ انسانی چہرہ ہی ہے۔ بچہ ایام طفلی ہی میں ماں کے چہرے کو مظہر ربوبیت اور مظہر محبت سمجھتا ہے۔ ماں کا چہرہ، ماں کی نگاہیں، ماں کی مسکراہٹیں بچے کے لیے اس اجنبی دیس میں انسیت، مانوسیت اور اپنائیت کا واحد ذریعہ ہے۔ ماں

نہ ہوتو بچہ ہجوم میں بھی تنہائی محسوس کرتا ہے، ماں کا مقدس چہرہ بچے کے لیے کل کائنات ہے۔ محبت کی عظیم داستانیں چہروں کی تاثیر کی داستانیں ہیں۔ چہرہ ہی جنت نگاہ ہے، انسان کی آنکھ جس منظر پر کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے، وہ چہرہ ہی ہے صرف چہرہ، عقائد ونظریات سے بے نیاز۔

ایک پُر ہجوم سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر چہروں کا مشاہدہ کریں تو چہروں کا ایک کہکشاں ہے کہ جھلمل جھلمل کرتا ہے۔ تیزی سے رواں دواں چہرے ایک عجیب کہانی ہیں، ایسے لگتا ہے جیسے ایک طاقت ور مقناطیس لوہے کے ذروں کو کھینچے چلا جارہا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت۔ آگے آگے لوبھ لالچ ہے، جسے مقصد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیچھے پیچھے چہرے متحرک ہیں۔

کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خوف کا کالا ناگ اُن کے پیچھے بھاگ رہا ہے، غریب ہونے کا خوف۔ اور پیسہ کمانے کے لیے گھر سے چہرے نکل آتے ہیں، ان سہمے ہوئے لالچ زدہ چہروں میں ایسے چہرے بھی ملیں گے جو شانت ہیں، مطمئن ہیں، اُن کا منظرا لگ ہے، وہ ہجوم کے چہروں اور چہروں کے ہجوم سے الگ چہرے ہوتے ہیں، وہ بھی رواں دواں ہیں لیکن اپنی رفتار کے ساتھ، ان کو لوبھ اور خوف سے نجات مل چکی ہوتی ہے۔

اسی ہجوم میں ایسے چہرے بھی مل سکتے ہیں جو اپنے ناظرین کرام کی رفتار سفر بدل دیتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی مقصد سفر بھی بدل جاتا ہے۔ بجھے ہوئے افسردہ چہروں میں ایسے چہرے جگمگاتے ہیں، یہ منور چہرے رنگ ونور کے مظاہر ہیں۔ فطرت کے کام ہیں، کسی کو کیا بنادیا، کسی کو کیا۔ یہاں امیری اور غریبی کی بات نہیں ہورہی، حسن تخلیق کا ذکر ہورہا ہے۔ چہرہ عُقدہ کشا بھی ہے، یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ طالب علم کو بھولا ہوا سبق استاد کا چہرہ دیکھتے ہی یاد آجاتا ہے، مریدوں کو پیر کا چہرہ بلکہ تصورِ چہرہ دشت وجبل میں رہنما نظر آتا ہے، گناہوں کی وادیوں میں سے گزرنے والے انسان کو ماں باپ کے چہرے محفوظ کرتے ہیں۔ باپ کا چہرہ، استاد کا چہرہ، پیر کا چہرہ، ضمیر کی آواز ہے، انہی پاکیزہ چہروں کی یاد سے ضمیر زندہ ہوتا ہے۔ رات کے تاریک سناٹوں میں چہروں کی یاد نغمات کا کام دیتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص زندگی کی نامناسب مصروفیتوں سے یک لخت تائب ہوگیا، اس کے دوستوں نے پوچھا "بھائی! تم کل رنگیلے تھے، آج کیا ہوگیا" اس نے کہا "میں عجیب حال میں پہنچ گیا ہوں، ہر وقت میری آنکھوں میں میری بیٹی کا چہرہ رہتا ہے، میری ناپاک نگاہوں کو میری بیٹی نے پاکیزہ کردیا ہے"۔

انسان کے کردار کا اس کے گرد جمع ہونے والے چہروں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چہرہ ہی کردار، مرتبہ، تشخص کی اصل "وردی" ہے، چہرے پر سب کچھ لکھا ہوتا ہے۔ مسافر کے سفر کی صعوبتیں اس کے چہرے پر بہت کچھ لکھ جاتی ہیں، گزرا ہوا زمانہ چہرے پر جھریوں کی شکل میں

موجود رہتا ہے اور آنکھوں سے بہنے والے آنسو رخساروں پر بہت کچھ مرتسم کر جاتے ہیں۔

چہرہ آئینہ ہے انسان کے باطن کا۔ دل کی بات، دل کا حال، چہرے پر ضرور نمایاں ہوتا ہے، محتاج کا چہرہ اور ہے اور سخی کا اور۔

بعض اوقات چہرہ انسان کی اصلیت کو چھپانا چاہتا ہے لیکن دیکھنے والی آنکھ چاہیے، پہچان رکھنے والے کے سامنے سب عیاں ہے اور اگر پہچان نہ ہو تو چہرے کی تاثیر بے معنی ہے۔

کچھ لوگوں کو صرف ایک ہی چہرہ پسند ہوتا ہے، وہ اپنا چہرہ ہے، وہ اپنے چہرے کی سرخی پر مست ہو کر اپنا خون سفید کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو کائنات میں اور کوئی چہرہ نظر نہیں آتا۔

چہرے الرجی بھی پیدا کرتے ہیں، ایسا ہوتا آیا ہے کہ کسی کا چہرہ دیکھتے ہی کسی کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، یہ محاورہ نہیں حقیقت ہے۔ کوئی چہرہ انسان کے لیے اعصاب شکن ہوتا ہے، ناپسندیدہ چہروں میں زندگی گزارنے والے کا اکثر ہارٹ فیل ہو جایا کرتا ہے۔ چہروں کو خالق کی نسبت سے ہی دیکھنا عافیت ہے۔

چہرہ ثواب بھی ہے اور عذاب بھی۔ وصال کے انتظار میں جدائیاں کٹ جاتی ہیں، محبوب کا چہرہ مصحف ہے اور نامحبوب کا چہرہ استغفر اللہ عذاب ہے۔ مظلوم کے لیے ظالم کا چہرہ قہر خداوندی سے کم نہیں۔ عجیب بات ہے کوئی چہرہ بیماری دے جاتا ہے اور کوئی چہرہ شفاء عطا فرما جاتا ہے۔

وحدت الوجود پر بہت کچھ کہا گیا ہے، اس کے حق میں بھی اور اس کی مخالفت میں بھی۔ چہروں کے علم میں وحدت الوجود مشاہدے کا ایک ایسا مقام ہے جہاں ہر چہرہ ایک ہی چہرہ نظر آنے لگتا ہے، احباب و اغیار کے چہرے سب ہی چہرہ ہیں۔ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت، سب ایک ہی چہرے کی آنکھ مچولیاں ہیں، ایک ہی جلوہ ہے بلکہ جلوہ ہی جلوہ ہے۔ اگر ایسا مشاہدہ نہ ہو تو ہمہ اوست خطرے سے خالی نہیں۔

چہرہ، تقویت ایمان کا باعث بھی ہے اور ایمان شکن بھی ہے۔ محبوب چہرہ، دار سے پکارے تو سر کٹوانا مشکل نہیں، کافر چہرہ نگاہ میں آ جائے تو انسان کو کعبے کا راستہ بھول جائے۔ چہروں کا طلسم زمان اور مکاں کے سب طلسمات سے زیادہ قوی ہے۔ چہرہ خواب کی تعبیر ہے، زندگی کے بہتے ہوئے دریا میں انسانی چہرے حباب کی صورت ابھرتے اور ڈوبتے رہتے ہیں۔

چہروں کی کائنات میں ہر چہرہ ایک الگ کائنات ہے، ہر چہرہ الگ مضمون ہے، الگ صفت ہے۔ چہرہ مظہر انوار بھی ہے، حدتِ نار بھی، چہرہ فرشتہ صفت بھی ہے، شیطان صورت بھی، چہرہ رحمانی بھی، حیوانی بھی، شیر کی طرح دلیر چہرہ، سہما ہوا بزدل چہرہ، آئینہ رو چہرہ، بے کیف پتھر چہرہ،

خوش خبر چہرہ، بدشگون چہرہ، محتاج چہرہ، غنی چہرہ، خوش حال چہرہ، پائمال چہرہ، آسودہ چہرہ، آزردہ چہرہ، دل میں بسنے والا گلاب چہرہ، آنکھوں میں کھٹکنے والا خار چہرہ، مشتاق چہرہ، بےزار چہرہ، اپنا چہرہ، بیگانہ چہرہ، کافر چہرہ، مومن چہرہ، کرگس چہرہ، شہباز چہرہ، گل نار چہرہ، بیمار چہرہ، خوابیدہ چہرہ، شب بیدار چہرہ، فانی چہرہ، باقی چہرہ، غرضے کہ ہر چہرے کی ایک صفت ہے اور صفت کا چہرہ ہے۔

چہرہ دل میں اترتا ہے، چہرہ تخیل کو پرواز دیتا ہے، چہرہ رعنائی خیال پیدا کرتا ہے، چہرہ ہی آشوب تیرگی سے بچاتا ہے۔ اگر کوئی چہرہ نظر میں آئے تو سب سے پہلے اپنی بینائی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ محبوب چہروں کو قدر شناس نگاہوں کا شکر ادا کرنا چاہیے، اگر بینائی ختم ہو جائے تو چہروں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔

کائنات کا حسین ترین چہرہ

چہروں کی کائنات میں سب سے زیادہ حسین چہرہ اس مقدس ہستی کا ہے جس پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صورت حق کا آئینہ ہے، آپ ﷺ کا روئے انور اتنی حقیقت ہے کہ خواب میں بھی نظر آئے تو عین حقیقت ہے۔ جس نے آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھا اس نے چہرۂ حق دیکھا، آپ ﷺ کے چہرے کے لیے پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

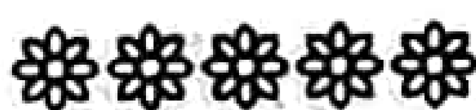
آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے کے لیے اگر اللہ آنکھ عطا فرمائے تو بات ہے، ورنہ ہر آنکھ کی رسائی آپ کے چہرے کی رعنائی تک کہاں؟

ہر مسلمان کی مرتے وقت آخری خواہش یہی ہوتی ہے کہ "میرے مولا! مجھے آپ ﷺ کا چہرہ دکھا، رحمت، شفقت، انوار سے بھرا ہوا چہرہ، جو موت کی کرب ناکیوں سے محفوظ فرمائے"۔

نہ آپ کے چہرے سے بہتر کوئی چہرہ ہے، نہ آپ کی آنکھ سے بہتر کوئی آنکھ ہو سکتی ہے۔ آپ نے چہرۂ حق دیکھا اور چشم حق میں آپ ہی محبوب ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ:

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ
مصطفیٰ ﷺ آنکھ ہو، خدا صورت ہو خدا آنکھ، مصطفیٰ ﷺ چہرہ

سلام و درود ہو والضحیٰ کے چہرے کے لیے اور تعظیم اور سجدہ آپ کے بنانے اور چاہنے والے احسن الخالقین کے لیے۔



چہرہ

واصف علی واصف

جس طرح آسمان کی بسیط وسعتوں اور عمیق پہنائیوں میں کروڑوں ستارے اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں، جمیل و جسیم ستارے اور سیارے حسن کائنات کے انوکھے پُر تاثیر مظاہر ہیں، اسی طرح حیات ارضی میں کروڑوں چہرے اپنے اپنے خیال اور اپنی اپنی ضرورت کے مدار میں سرگرم عمل ہیں، مصروف عمل ہیں، مصروف سفر ہیں۔ پُر تاثیر مؤثر چہرے، حسن زندگی کی تفسیر مقدس کے مظاہر ہیں۔

چہرہ اور پھر انسان کا چہرہ، اللہ اللہ! ایک عجیب داستان ہے۔ ایک پُر کیف مشاہدہ ہے، ایک مؤثر حقیقت ہے، ایک عظیم شاہ کار ہے، احسنِ تقویم کی شرح دل پذیر ہے، احسن الخالقین کا حسن تخلیق انسانی چہرے سے عیاں ہے۔

چہروں کا مشاہدہ، ان کا مطالعہ، کتابوں کے مطالعہ سے کہیں زیادہ دانائی اور حکمت عطا کرتا ہے۔ زندگی کی کھلی کتاب میں ہر چہرہ ایک الگ باب ہے، ایک الگ انداز، ایک الگ تاثیر، ایک الگ مدار، ایک الگ عنوان ہے۔ خیر و شر کی تقسیم چہروں کے دم سے ہے۔ حکم ہے باری تعالیٰ کا کہ مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے اور پیشانیوں پر داغ سجود، منور کرے گا چہروں کو۔

جب ہم چہروں کی تلاوت و تسبیح شروع کرتے ہیں تو ہمیں عجیب و غریب مکاشفات حاصل ہوتے ہیں، چہرہ گویائی نہ بھی رکھتا ہو، تب بھی پُر کشش اور پُر تاثیر ہے۔

انسان کو اگر دنیا میں کسی شے سے محبت ہوتی ہے تو وہ انسانی چہرہ ہی ہے۔ بچہ ایام طفلی ہی میں ماں کے چہرے کو مظہر ربوبیت اور مظہر محبت سمجھتا ہے۔ ماں کا چہرہ، ماں کی نگاہیں، ماں کی مسکراہٹیں بچے کے لیے اس اجنبی دیس میں انسیت، مانوسیت اور اپنائیت کا واحد ذریعہ ہے۔ ماں

نہ ہو تو بچہ ہجوم میں بھی تنہائی محسوس کرتا ہے، ماں کا مقدس چہرہ بچے کے لیے کل کائنات ہے۔ محبت کی عظیم داستانیں چہروں کی تاثیر کی داستانیں ہیں۔ چہرہ ہی جنت نگاہ ہے، انسان کی آنکھ جس منظر پر کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے، وہ چہرہ ہی ہے صرف چہرہ، عقائد و نظریات سے بے نیاز۔

ایک پُر ہجوم سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر چہروں کا مشاہدہ کریں تو چہروں کا ایک کہکشاں ہے کہ جھلمل جھلمل کرتا ہے۔ تیزی سے رواں دواں چہرے ایک عجیب کہانی ہیں، ایسے لگتا ہے جیسے ایک طاقت ور مقناطیس لوہے کے ذروں کو کھینچے چلا جا رہا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت۔ آگے آگے لوبھ لالچ ہے، جسے مقصد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیچھے پیچھے چہرے متحرک ہیں۔

کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خوف کا کالا ناگ اُن کے پیچھے بھاگ رہا ہے، غریب ہونے کا خوف۔ اور پیسہ کمانے کے لیے گھر سے چہرے نکل آتے ہیں، ان سہمے ہوئے لالچ زدہ چہروں میں ایسے چہرے بھی ملیں گے جو شانت ہیں، مطمئن ہیں، اُن کا منظر الگ ہے، وہ ہجوم کے چہروں اور چہروں کے ہجوم سے الگ چہرے ہوتے ہیں، وہ بھی رواں دواں ہیں لیکن اپنی رفتار کے ساتھ، ان کو لوبھ اور خوف سے نجات مل چکی ہوتی ہے۔

اسی ہجوم میں ایسے چہرے بھی مل سکتے ہیں جو اپنے ناظرین کرام کی رفتار سفر بدل دیتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی مقصد سفر بھی بدل جاتا ہے۔ بجھے ہوئے افسردہ چہروں میں ایسے چہرے جگمگاتے ہیں، یہ منور چہرے رنگ و نور کے مظاہر ہیں۔ فطرت کے کام ہیں، کسی کو کیا بنا دیا، کسی کو کیا۔ یہاں امیری اور غریبی کی بات نہیں ہو رہی، حسن تخلیق کا ذکر ہو رہا ہے۔ چہرہ عُقدہ کشا بھی ہے، یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ طالب علم کو بھولا ہوا سبق استاد کا چہرہ دیکھتے ہی یاد آ جاتا ہے، مریدوں کو پیر کا چہرہ بلکہ تصورِ چہرہ دشت و جبل میں رہنما نظر آتا ہے، گناہوں کی وادیوں میں سے گزرنے والے انسان کو ماں باپ کے چہرے محفوظ کرتے ہیں۔ باپ کا چہرہ، استاد کا چہرہ، پیر کا چہرہ، ضمیر کی آواز ہے، انہی پاکیزہ چہروں کی یاد سے ضمیر زندہ ہوتا ہے۔ رات کے تاریک سناٹوں میں چہروں کی یاد نغمات کا کام دیتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص زندگی کی نامناسب مصروفیتوں سے یک لخت تائب ہو گیا، اس کے دوستوں نے پوچھا "بھائی! تم کل رنگیلے تھے، آج کیا ہو گیا" اس نے کہا "میں عجیب حال میں پہنچ گیا ہوں، ہر وقت میری آنکھوں میں میری بیٹی کا چہرہ رہتا ہے، میری ناپاک نگاہوں کو میری بیٹی نے پاکیزہ کر دیا ہے"۔

انسان کے کردار کا اس کے گرد جمع ہونے والے چہروں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چہرہ ہی کردار، مرتبہ، تشخص کی اصل "وردی" ہے، چہرے پر سب کچھ لکھا ہوتا ہے۔ مسافر کے سفر کی صعوبتیں اس کے چہرے پر بہت کچھ لکھ جاتی ہیں، گزرا ہوا زمانہ چہرے پر جھریوں کی شکل میں

موجود رہتا ہے اور آنکھوں سے بہنے والے آنسو رخساروں پر بہت کچھ مرتسم کر جاتے ہیں۔

چہرہ آئینہ ہے انسان کے باطن کا۔ دل کی بات، دل کا حال، چہرے پر ضرور نمایاں ہوتا ہے، محتاج کا چہرہ اور ہے اور سخی کا اور۔

بعض اوقات چہرہ انسان کی اصلیت کو چھپانا چاہتا ہے لیکن دیکھنے والی آنکھ چاہیے، پہچان رکھنے والے کے سامنے سب عیاں ہے اور اگر پہچان نہ ہو تو چہرے کی تاثیر بے معنی ہے۔

کچھ لوگوں کو صرف ایک ہی چہرہ پسند ہوتا ہے، وہ اپنا چہرہ ہے، وہ اپنے چہرے کی سرخی پر مست ہو کر اپنا خون سفید کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو کائنات میں اور کوئی چہرہ نظر نہیں آتا۔

چہرے الرجی بھی پیدا کرتے ہیں، ایسا ہوتا آیا ہے کہ کسی کا چہرہ دیکھتے ہی کسی کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، یہ محاورہ نہیں حقیقت ہے۔ کوئی چہرہ انسان کے لیے اعصاب شکن ہوتا ہے، ناپسندیدہ چہروں میں زندگی گزارنے والے کا اکثر ہارٹ فیل ہو جایا کرتا ہے۔ چہروں کو خالق کی نسبت سے ہی دیکھنا عافیت ہے۔

چہرہ ثواب بھی ہے اور عذاب بھی۔ وصال کے انتظار میں جدائیاں کٹ جاتی ہیں، محبوب کا چہرہ مصحف ہے اور نا محبوب کا چہرہ استغفر اللہ عذاب ہے۔ مظلوم کے لیے ظالم کا چہرہ قہر خداوندی سے کم نہیں۔ عجیب بات ہے کوئی چہرہ بیماری دے جاتا ہے اور کوئی چہرہ شفاء عطا فرما جاتا ہے۔

وحدت الوجود پر بہت کچھ کہا گیا ہے، اس کے حق میں بھی اور اس کی مخالفت میں بھی۔ چہروں کے علم میں وحدت الوجود مشاہدے کا ایک ایسا مقام ہے جہاں ہر چہرہ ایک ہی چہرہ نظر آنے لگتا ہے، احباب واغیار کے چہرے سب ہی چہرہ ہیں۔ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت، سب ایک ہی چہرے کی آنکھ مچولیاں ہیں، ایک ہی جلوہ ہے بلکہ جلوہ ہی جلوہ ہے۔ اگر ایسا مشاہدہ نہ ہو تو ہمہ اوست خطرے سے خالی نہیں۔

چہرہ، تقویت ایمان کا باعث بھی ہے اور ایمان شکن بھی ہے۔ محبوب چہرہ، دار سے پکارے تو سر کٹوانا مشکل نہیں، کافر چہرہ نگاہ میں آ جائے تو انسان کو کعبے کا راستہ بھول جائے۔ چہروں کا طلسم زمان اور مکاں کے سب طلسمات سے زیادہ قوی ہے۔ چہرہ خواب کی تعبیر ہے، زندگی کے بہتے ہوئے دریا میں انسانی چہرے حباب کی صورت ابھرتے اور ڈوبتے رہتے ہیں۔

چہروں کی کائنات میں ہر چہرہ ایک الگ کائنات ہے، ہر چہرہ الگ مضمون ہے، الگ صفت ہے۔ چہرہ مظہر انوار بھی ہے، حدتِ نار بھی، چہرہ فرشتہ صفت بھی ہے، شیطان صورت بھی، چہرہ رحمانی بھی، حیوانی بھی، شیر کی طرح دلیر چہرہ، سہما ہوا بزدل چہرہ، آئینہ رو چہرہ، بے کیف پتھر چہرہ،

خوش خبر چہرہ، بدشگون چہرہ محتاج چہرہ، غنی چہرہ، خوش حال چہرہ، پائمال چہرہ، آسودہ چہرہ، آزردہ چہرہ، دل میں بسنے والا گلاب چہرہ، آنکھوں میں کھٹکنے والا خار چہرہ، مشتاق چہرہ، بے زار چہرہ، اپنا چہرہ، بیگانہ چہرہ، کافر چہرہ، مومن چہرہ، کرگس چہرہ، شہباز چہرہ، گل نار چہرہ، بیمار چہرہ، خوابیدہ چہرہ، شب بیدار چہرہ، فانی چہرہ، باقی چہرہ، غرضے کہ ہر چہرے کی ایک صفت ہے اور صفت کا چہرہ ہے۔

چہرہ دل میں اترتا ہے، چہرہ تخیل کو پرواز دیتا ہے، چہرہ رعنائی خیال پیدا کرتا ہے، چہرہ ہی آشوب تیرگی سے بچاتا ہے۔ اگر کوئی چہرہ نظر میں آئے تو سب سے پہلے اپنی بینائی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ محبوب چہروں کو قدر شناس نگاہوں کا شکر ادا کرنا چاہیے، اگر بینائی ختم ہو جائے تو چہروں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔

کائنات کا حسین ترین چہرہ

چہروں کی کائنات میں سب سے زیادہ حسین چہرہ اس مقدس ہستی کا ہے جس پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صورت حق کا آئینہ ہے، آپ ﷺ کا روئے انور اتنی حقیقت ہے کہ خواب میں بھی نظر آئے تو عین حقیقت ہے۔ جس نے آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھا اس نے چہرۂ حق دیکھا، آپ ﷺ کے چہرے کے لیے پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے کے لیے اگر اللہ آنکھ عطا فرمائے تو بات ہے، ورنہ ہر آنکھ کی رسائی آپ کے چہرے کی رعنائی تک کہاں؟

ہر مسلمان کی مرتے وقت آخری خواہش یہی ہوتی ہے کہ "میرے مولا! مجھے آپ ﷺ کا چہرہ دکھا، رحمت، شفقت، انوار سے بھرا ہوا چہرہ، جو موت کی کرب ناکیوں سے محفوظ فرمائے"۔

نہ آپ کے چہرے سے بہتر کوئی چہرہ ہے، نہ آپ کی آنکھ سے بہتر کوئی آنکھ ہو سکتی ہے۔ آپ نے چہرۂ حق دیکھا اور چشم حق میں آپ ہی محبوب ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ:

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ   ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ
مصطفیٰ ﷺ آنکھ ہو، خدا صورت   ہو خدا آنکھ، مصطفیٰ ﷺ چہرہ

سلام و درود ہو والضحیٰ کے چہرے کے لیے اور تعظیم اور سجدہ آپ کے بنانے اور چاہنے والے احسن الخالقین کے لیے۔



سلام ذریعہ محبت

ابو زوہیب محمد ظفر علی سیالوی

اسلام ایک مکمل جامع دین ہے، مکمل دستور زندگی اور ضابطہ حیات ہے، جو اپنے ماننے والوں کو پیار، محبت، الفت اور اخوت کا درس دیتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ آپس میں محبت رکھو مگر خدا کے لیے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے، حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷛ بیان فرماتے ہیں، جانِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ﷻ قیامت کے دن اعلان فرمائے گا:

این المتحابون بجلالی..........---

''میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ میں انھیں اپنے سایہ رحمت میں جگہ دوں، کیوں کہ آج میرے سایہ رحمت کے علاوہ کوئی سایہ نہیں''---[صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب الفضل الحب فی اللّٰہ]

حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷛ روایت فرماتے ہیں، رحمت ہر عالم ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص اپنے بھائی کو ملنے کے لیے ایک دوسری بستی میں جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا، کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا، اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے، اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتے نے پوچھا، کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے، جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا، اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ مجھے صرف

اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت ہے، تب اس فرشتے نے کہا، میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کہ جس طرح اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہو، اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے''---[ایضاً]

مندرجہ بالا دو احادیث نبویہ سے معلوم ہوا جو آدمی محض رضائے خدا کے لیے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے مگر آج کے اس ماڈرن دور میں نفسی نفسی کا عالم ہے۔ ہر آدمی دوسرے کے لیے بغض، کینہ، حسد لیے پھرتا ہے، ہر آدمی دوسرے کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ ایسے حالات میں کوئی ایک دوسرے سے محبت کرے کیسے، جب تک اندر کا چور نہ نکلے، تو مسلمان بھائیو! اس کا بھی ایک نسخہ سارے عالم کے طبیب اعظم، اللہ کے حبیب اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کے استعمال سے دل سے نفرت اور عداوت نکل جاتی ہے اور دل میں محبتِ مسلم کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا:

''تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو (وہ عمل یہ ہے) افشوا السّلام بینکم ''اپنے درمیان سلام پھیلایا کرو''---[مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۰۲/ ترمذی، کتاب الاستیذان، جلد دوم، باب ۲۳۶، حدیث نمبر ۵۸۶/ ابن ماجہ، کتاب الآداب، جلد۲، باب نمبر ۶۳۱، حدیث نمبر ۱۴۸۶/ ابوداؤد، کتاب الادب، جلد سوم، باب ۵۵۹، حدیث نمبر ۱۷۵۲/ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث ۴۴۲۴، ادب ۱۰۰۹]

مندرجہ بالا حدیث کریمہ سے معلوم ہوا، کہ ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے، دو شخصوں کے درمیان جب کوئی کینہ، بغض اور عداوت پیدا ہو جاتی تو ان کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کر ڈالو، تو پھر بھی انکا باہمی رنج و غم دور نہیں ہوگا اور دلوں میں جذبۂ محبت پیدا نہ ہوگا مگر (صدق دل سے) سلام کہنے سے سیکڑوں رنجشیں یک دم ختم ہو جاتی ہیں اور روٹھے ہوئے دوست ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہ ہے رحمتِ عالم ﷺ کا نسخہ:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

سلام دینے میں بڑی فضیلت ہے اور یہ مفت کی کمائی ہے، چناں چہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے ''السلام علیکم'' کہا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا، وہ آدمی بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''دس''۔ پھر دوسرا شخص آیا، اس نے ان الفاظ سے سلام عرض کیا، ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آپ نے اس کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بیس''۔ پھر تیسرا شخص آیا، اس نے یوں سلام عرض کیا، ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ ﷺ نے جواب عنایت فرمایا، وہ بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ''تیس'' ---[ترمذی، جلد دوم، کتاب الاستیذان، حدیث نمبر ۵۸۷/ ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الادب، حدیث نمبر ۱۷۵۴/ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۴۳۷]

یعنی فقط السلام علیکم کہنے پر دس نیکیاں ملیں گی اور اگر ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کریں گے تو بیس نیکیاں ملیں گی، پھر اگر مزید اضافہ ''وبرکاتہ'' کا ہوگا تو تیس نیکیاں ملیں گی۔

حکایت

تاج دارِ عدالت محدث خیر الامم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''میں تاجدارِ صداقت حضرت سیدنا صدیق اکبر کے پیچھے سواری پر سوار تھا، آپ جہاں سے بھی گزرتے، لوگوں کو سلام کہتے اور لوگ آپ کو کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اگر آپ ان الفاظ سے سلام کہتے تو لوگ کہتے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آج لوگ نیکیاں لینے میں ہم سے آگے بڑھ رہے ہیں'' ---[الادب المفرد، حدیث نمبر ۱۰۱۶، مترجم]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

''کون سا اسلام بہتر ہے؟'' ---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کھانا کھلاؤ اور سلام دو، جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے'' ---

[بخاری، کتاب الایمان/ ابوداؤد، کتاب الادب، جلد سوم، ۱۷۵۳/ ابن ماجہ، جلد دوم، کتاب الاطعمۃ، حدیث نمبر ۱۰۴۱/ نسائی، کتاب الایمان، جلد سوم، حدیث نمبر ۵۰۰۵/ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۴۲۲]

علامہ عبدالحکیم شاہ جہان پوری لکھتے ہیں:

کھانا کھلانے سے مراد غریبوں محتاجوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ مہمان نوازی کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ غرباء پروری پر اسلام میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے مِنْ حَیْثُ الْقَوْم زندہ رہنے پر بہت زور دیا ہے، تاکہ مسلمانوں کے امیر غریبوں کو برضا و رغبت سنبھالتے رہیں اور مسلمان غریب ہو کر بھی اتنے غیرت مندر ہیں کہ انھیں دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے اور غیروں کے کسی مرحلے پر بھی دست کش نہ ہوں۔ آج جب کہ ہم نے قومی سطح پر سوچنا بند کر دیا اور خود غرض ہو کر قارون بننے کی فکر میں سرگرداں رہنے لگے تو ساری قوم میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ امیر غریبوں کے سرپرست نہ رہے تو غریبوں نے امیروں کی خیر خواہی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ افراتفری مچی ہوئی ہے، کوئی کسی کا پرسان حال نہیں، زبان میں مٹھاس ہے تو دل میں چور، زبان پر تسبیح اور دل میں کھوٹ۔ نام کے ساتھ حافظ حاجی اور حضرت وغیرہ کے القاب ہیں، لیکن دل میں فراڈ۔ کھلانے سے باغی اور کھانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ دینے سے نفرت، لینے سے پیار۔ خیر خواہی سے نفرت اور بد خواہی کا روبار۔ خیرات سے دوری اور رشوت سے سروکار۔ چاہیے تو یہ تھا کہ دوسروں کو اپنے پاس سے کھلاتے رہتے اور ہر مسلمان بھائی کے خیر خواہ بن کر سلامتی چاہتے اور اسے سلام کرتے، خواہ جان پہچان ہوتی یا نہ ہوتی، لیکن اب خیر کو دور سے سلام کیا جاتا ہے اور بد خواہی کے ذریعے جیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل دے کہ چند روزہ زندگی کے راحت و آرام کی خاطر اپنی ابدی زندگی کو برباد نہ کریں، اپنی عاقبت کو سنواریں اور دوسروں کو بھی آرام سے جینے دیں۔

جس کو غم جہاں میں بھی یاد رہے غمِ بے کساں
میری طرف سے ہم نشیں جا کے اسے سلام دے [حاشیہ ابوداؤد]

اسلام نے سلام کو اتنی اہمیت دی ہے کہ سلام کرنے سے آدمی کو قربِ خدا حاصل ہو جاتا ہے اور جب بندہ قربِ خدا حاصل کر لے تو پھر اسے مقامِ ولایت مل جاتا ہے۔ پڑھیے! حدیث مبارکہ،

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب شخص وہ ہے، جو انھیں سلام کرنے میں پہل کرے''---[ابوداؤد، کتاب الادب، حدیث نمبر ۵۱۷۶/ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۴۳۹]

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''یہ فضیلت اس وقت ہے، جب راستے میں ملاقات ہو، کیوں کہ ایسے موقع پر

سلام کرنا دونوں کا حق ہے، ان میں جو سبقت لے جائے گا، اسے یہ فضیلت حاصل ہوگی، لیکن اگر ایک آدمی بیٹھا تھا، دوسرا اس کے پاس آتا ہے تو اب سلام کہنا اس آنے والے کا حق ہے، اب اگر اپنے حق کو ادا کرنے میں پہل کرے گا تو فضیلت اسے حاصل ہوگی، اگر بیٹھنے والے نے ابتدا کر دی تو فضیلت اس کے لیے ہوگی"---

حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تین چیزیں آپس میں پیار کرنے کا ذریعہ ہیں، ایک یہ کہ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرنا، دوسرا یہ کہ اس نام سے بلانا جسے دوسرا پسند کرتا ہو اور تیسرا مجلس میں آنے پر جگہ دینا"---[اشعۃ اللمعات، جلد ۵، صفحہ ۸۴۷، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور]

گھر والوں کو سلام کرنا

خالقِ کائنات نے قرآن مجید فرقانِ حمید برہانِ رشید میں ارشاد فرمایا:

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً﴾---[النور:٦١]

"پھر جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ تعالیٰ کے پاس سے مبارک پاکیزہ"---

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کہو، یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لیے برکت ہوگا"---[ترمذی، کتاب الاستیذان، جلد دوم، حدیث نمبر ۵۹۶، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور/ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۴۴۵]

شیخ محقق فرماتے ہیں:

"جب گھر میں آؤ تو اہلِ خانہ کو سلام کرو اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو پھر یوں کہنا چاہیے، "السلام علیٰ عباد اللہ الصالحین" تا کہ وہاں پر موجود فرشتوں کو سلام ہو جائے"---[اشعۃ اللمعات، جلد ۵، صفحہ ۸۵۰ مترجم، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور]

سلام کرنے کا حق دار کون؟

دو حدیثوں کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

جانِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

''سواری کرنے والا چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور کم تعداد والا زیادہ تعداد والوں کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے''---

[مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر ۴۴۲۶،۴۴۲۵]

ایک دفعہ ہم اپنے محلے کی مسجد میں بیٹھے تھے، ہمارے ایک دوست تھے، جو کہ آج کل لاہور میں مقیم ہیں، انھوں نے ایک واقعہ سنایا، کہ گاؤں، جس کا نام مجھے اب یاد نہیں کی مسجد میں جو بھی امام آتا، چند دنوں بعد وہ مسجد چھوڑ کر چلا جاتا۔ کئی امام آئے، کئی گئے اور شکایت سب کی ایک تھی کہ یہاں لوگ بڑے بدتمیز قسم کے ہیں۔ امام مسجد کی عزت نہیں کرتے، ایک مولانا صاحب نے سوچا کم سے کم میں بھی جا کر دیکھوں تو سہی، ان میں نقص کیا ہے؟ جب وہ مسجد میں گئے تو دیکھا، حال وہی جو سنا تھا۔ انھوں نے ایسا کیا کہ جو بھی آدمی ملتا، چاہے جیسا بھی ہوتا، فوراً اسے سلام کہتے، وقت گزرتا گیا، ایک وقت وہ بھی آ گیا کہ جب امام صاحب گلی یا بازار میں جاتے تو لوگ کھڑے ہو جاتے کہ یار امام صاحب نے ہمیں آ کے سلام کہنا ہے، اس سے قبل ہم انھیں سلام کریں گے۔ امام صاحب نے سابقہ ائمہ مسجد کو یہ منظر دکھایا، وہ بھی حیران کہ یہ بادلوں میں چاند کیسے نکل آیا، یہ کیا ہوا؟ امام صاحب نے کہا کہ یہ ساری برکتیں اور رحمتیں سلام کی ہیں۔ خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا۝﴾---[النساء:۸۶]

''اور جب تمھیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب دو یا وہی کہہ دو، بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے''---

سلام کے مسائل

سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے، اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ حمام میں سلام کرنا مکروہ، کھانا کھانے والے شخص کو بھی سلام کرنا مکروہ۔ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے، اللہ کا ذکر کرنے والے، تلبیہ پڑھنے والے، حدیث پڑھنے والے، خطبہ دینے والے، وعظ کرنے والے، خطبہ کا مذاکرہ کرنے والے، علم دین پڑھنے یا پڑھانے والے، اذان دینے والے یا اقامت کہنے والے، قضائے حاجت میں مشغول یا مقدمات کا فیصلہ کرنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۵۲۴]

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: لوگ مسجد میں آتے ہیں تو سلام کرتے ہیں، مسجد میں پہلے سے موجود لوگ نماز، تلاوت یا ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں، کیا ان سب پر سلام کا جواب دینا ضروری ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے، تلاوت کر رہا ہے، ذکر، تسبیح یا درود پڑھنے میں مشغول ہے۔ دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہے، خطبہ دے رہا ہے، وعظ و تقریر میں مشغول ہے، کھانا کھا رہا ہے تو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی نے سلام کیا تو ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص غسل خانے میں ہے تو اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔ جو لوگ خلاف شرع لہو و لعب، گانے بجانے، کبوتر اُڑانے یا کسی علانیہ فسق میں مشغول ہوں تو انھیں بھی سلام نہ کیا جائے، کیوں کہ سلام تکریم کی علامت ہے اور یہ لوگ شرعاً تکریم و احترام کے مستحق نہیں ہیں۔ [تفہیم المسائل، جلد اوّل، صفحہ ۱۷۳]

مصافحہ کا بیان

حضرت قتادہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت انس ﷛ سے عرض کیا:

"کیا حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ ﷡ میں مصافحہ مروّج تھا؟"---

قال نعم--- "فرمایا، ہاں"---[بخاری، کتاب الاستیذان/ ابن ماجہ، کتاب الادب، باب المصافحۃ، حدیث نمبر ۱۴۹۶]

حضرت براء بن عازب ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں، تو علیحدہ ہونے سے پہلے ہی ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں"---

[ابوداؤد، کتاب الادب، باب المصافحۃ، رقم الحدیث ۴۴۷۲]

حکایت

حضرت طفیل بن ابی کعب ﷛ سے روایت ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آتے اور صبح کے وقت ابن عمر کے ساتھ بازار جاتے۔ جب بازار میں پہنچتے تو ابن عمر ہر ایک کو سلام کہتے، خواہ وہ معمولی دکان دار ہو یا بڑا تاجر یا مسکین۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمر کے پاس گیا، تو انھوں نے مجھے بازار جانے کے لیے کہا، میں نے کہا آپ بازار جا کر کیا کرتے ہیں؟ نہ خرید و

فروخت کرتے ہیں، نہ سامان کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، نہ ہی اس کا بھاؤ پوچھتے ہیں اور نہ ہی بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں، اس لیے آپ یہاں بیٹھ کر ہمارے ساتھ باتیں کریں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے، ہم بازار اس لیے جاتے ہیں کہ جو بھی ملے ہم اسے سلام کہیں۔ [مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث ۴۹۵۷]

سبحان اللہ! کیا تجارت اور خریداری ہے، لوگ بازار سے ساز و سامان خریدتے ہیں، بازار سے سامان لا کر اپنا مکان سجاتے ہیں، مگر ابن عمر بازار جا کر اپنا آئندہ جہان سجاتے ہیں۔

سب سے بڑا بخیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"فلاں شخص کی کھجور کے درخت کی شاخ میرے باغ میں لٹکی ہوئی ہے اور اس نے بہت دکھ دیا"---

جانِ دو عالم ﷺ نے اس شخص کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے درخت فروخت کر دے۔ اس نے انکار کر دیا تو فرمایا، مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے تجھ سے بڑھ کر کسی شخص کو بخیل نہیں دیکھا، سوائے اس شخص کے جو سلام میں بخل کرے"---[مشکوٰۃ، کتاب الادب]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ آپ ﷺ کی طرف سے سفارش تھی، حکم نہیں تھا۔ ورنہ وہ حکم کی خلاف ورزی کس طرح کر سکتا تھا، کیوں کہ آپ نے ثوابِ آخرت کے حوالے سے بھی ترغیب دی۔ اگر وہ کافر ہوتا، تو ایسا ممکن تھا، ہاں اس شخص کا دل سختی سے خالی نہ تھا"---

[اشعۃ اللمعات، جلد ۵]

معلوم ہوا سلام نہ کہنا یا سلام کا جواب نہ دینا بہت بڑی بخیلی (کنجوسی) ہے۔



تقلید

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

اللہ کریم جل شانہٗ نے دین اسلام کو ہمارے لیے پسند کیا اور رسول کریم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا فرمایا۔ یہ دین ہمیشہ کے لیے ہے اور تمام ادیان پر یہ غالب ہوگا۔ اس کامل و اکمل دین کا ہم تک پہنچنا جن رجال و احوال سے وابستہ ہے، ہم ان پر اعتماد کرتے ہیں، دین اور دین والوں میں ان کا اعتبار ہے اور وہ ہستیاں آج بھی اہلِ ایمان میں باعث افتخار ہیں۔ ان محسن ہستیوں پر اعتبار و اعتماد نہ کیا جائے تو ہم اپنی شناخت اور تشخص بھی معتبر نہیں کر سکتے۔ جانے وہ کون ہیں، جو ان ہستیوں پر اعتراض کر کے اپنی ہی بنیادیں ہلا رہے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ ان کی بے سر و پا واہی تباہی سے خود ان کی تضحیک اور دین کی توہین و تحقیر کا ''غیروں'' کو موقع مل رہا ہے اور اہلِ ایمان کی اجتماعیت متاثر ہو رہی ہے۔

''تقلید'' کوئی ایسا فعل نہیں جو دین سے الگ کوئی راستہ بتاتا یا دین سے دور کرتا ہو، بلکہ یہ فعل تو عام شخص کے لیے دین پر عمل کو ممکن اور آسان بناتا ہے۔ دین کی بقا، دین کے علم سے بتانے والے ہی اگر علمائے حق اور ائمہ دین پر زبانِ اعتراض دراز کریں تو یہ سنگین ظلم ہی شمار ہوگا۔ دین کے محافظ و پاس بان اہلِ علم ہیں، انہوں نے دنیا میں بسنے والے لوگوں کی آسانی کے لیے ایسے مستقل طریقے اور علوم و فنون واضح کیے ہیں جن کے ذریعے فتنوں کا مقابلہ اور دین کے خلاف سازشوں کا سدّ باب ہو سکے۔ سبھی مانتے ہیں کہ دین اسلام رہتی دنیا تک کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے اور

دین سے وابستہ ہر شخص (یعنی عامی) دین سے بہ تمام وکمال واقف نہیں، نہ ہی ہر شخص کا دین سے پوری طرح واقف ہونا ممکن ہے۔اسی لیے قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے:

﴿فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾---

"اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو"---

یعنی اپنے وہ مسائل جن کا حل تم نہیں جانتے، وہ حل ان سے پوچھو جو لوگ جانتے ہیں۔

ایک معین آدمی، جو ماہر استاد، کتاب وسُنّت کا واقف، قابل اعتماد، قوتِ اجتہادیہ میں جسے کمال حاصل ہو، اس میں شرائط اجتہاد پوری طرح پائی جائیں، اس کے قول کو ماننا اور بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید مطلق کہلاتا ہے۔ایک شخص کو دین کا سچا اور صحیح عالم وعامل مانا تو یہ یقین کیا کہ وہ شخص خوفِ خدا رکھنے والا اور قابلِ اعتماد ہے، وہ جو بتائے گا دین کے مطابق وموافق بالکل صحیح بتائے گا۔اس لیے اس سے دلیل مانگے بغیر اس کی بات کو ماننا تقلید کہلاتا ہے۔واضح رہے کہ ہم فروعی مسائل میں تقلید کرتے ہیں اور اُصولی مسائل میں اتباع کرتے ہیں اور واجب الاتباع کی اتباع کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿واتبع سبیل من اناب الیّ﴾---

قرآن کریم ہی میں ہے:

﴿اطیعو الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم﴾---

﴿لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾---

﴿و یتبع غیر سبیل المومنین.......... الخ﴾---

﴿لیتفقهوا فی الدین﴾---

﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾---

قرآن ہی نے اہلِ علم کی شان ومرتبت واضح فرمائی:

﴿و الذین اوتوا العلم درجت﴾---

﴿انما یخشی الله من عباده العلمٰٓوء﴾---

﴿قل هل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون﴾---

اہلِ ایمان بخوبی جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو دین ہی کی تعلیم مقصد تھا۔انھیں بھیجتے ہوئے طریقہ تعلیم بھی واضح فرمایا اور اہلِ یمن کو ہر مسئلہ میں

اُن سے رجوع کی اجازت دی، یہی تقلید شخصی ہے۔ ترکِ تقلید تو نفس پرستی سے عبارت ہے۔ عوام میں تدین کہاں؟ ان کی سلامتی اتباع ہی میں ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ عام نفوس کا طبعی میلان مفاسد کی طرف ہوجاتا ہے، انھیں احکامات و تعلیمات کا پابند بنایا جانا اور اصلاحِ نفس ضروری ہے، یوں تقلید شخصی نہ صرف علاج ہے بلکہ ضروری ہے۔ جب اتباع ہوئی زیادہ ہو اور شریعت کو اپنی طبیعت کے موافق بنانے کی روش اپنائی جارہی ہو تو ترتیب و تنظیم کیسے ہوگی؟ تقلید کے موضوع پر علمائے حق اہل سنت اور علمائے دیوبند کی طرف سے اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ کوئی گوشہ شاید ہی تشنہ رہا ہو۔

تقلید کی تعریف کے لیے ہم اگر کتابیں دیکھیں تو جھلک ملاحظہ ہو:

کتاب التعریفات، کشاف اصطلاحات الفنون میں یہ تعریف درج ہے:

- عبارة عن قبول قول الغير بلا حجة و لا دليل---
- عبارة عن اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقيقة فيه من غير نظر و تامل في الدليل كان هذا المتبع جعل قول الغير او فعله، قلادة في عنقه---
- اخذ القول من غير معرفة دليله---

اردو فرہنگ دائرہ معارف اسلامی میں یہ تعریف درج ہے:

"تقلید یہ ہے کہ انسان کسی غیر (حجت) کے قول یا فعل کو صحیح مان کر اس کی دلیل پر غور و تامل کیے بغیر اس کا اتباع کرے، اس معنی میں تقلید، اجتہاد کی ضد ہے"---

جناب اشرفعلی تھانوی یہ تعریف لکھتے ہیں:

"تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا"---[تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۴۰۹]

غیر مقلدین بخاری و مسلم کے قائل ہیں، دلیل کے طور پر اسے پیش کرتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ امام مسلم خود بخاری سے روایت کیوں نہیں کرتے؟ جب کہ امام بخاری ان کے استاذ ہیں۔ اصولِ حدیث، صحیح، حسن، ضعیف (لعینہ، لغیرہ) اقسام، (غریب، صرف ترمذی میں ہے، تفرد راوی کی وجہ سے غریب ہے۔ غرابت، صحت کے منافی نہیں)، اصولِ حدیث کی یہ شرائط کہاں سے لی ہیں؟ ان پر آیت قرآنی پیش کریں؟ لعینہ

اسماء رجال پر بحث کرتے ہیں۔ ثقہ، صدوق، قابلِ احتجاج۔ وہ بتائیں کہ اصولِ حدیث کو

مانتے ہیں تو اصولِ فقہ کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ اگر اصولِ حدیث کو جائز سمجھتے ہیں تو ہم پر اصولِ فقہ ماننے کی وجہ سے اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

اسماء رجال پر جو کتب ہیں علامہ، ذہبی کو "امام" سمجھا جاتا ہے۔ الکمال پہلی کتاب ہے اسماء رجال پر، اس کی تلخیص تہذیب الکمال ہے۔ علامہ مزی علامہ ذہبی کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ تہذیب الکمال کی مزید تلخیص وخلاصہ تہذیب التہذیب علامہ ابن حجر عسقلانی۔ اس تہذیب التہذیب میں جتنے راوی ہیں، ان کے مختصر حالات اس کتاب میں جسے تقریب التہذیب کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال میں جن راویوں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ان کے لیے ابن حجر نے لسان المیز ان مرتب کی۔ غیر مقلدین بتائیں کہ ابن حجر اور ذہبی جو کچھ راویوں کے بارے میں کہتے ہیں اسے مانتے ہو یا نہیں؟ کیا یہ تقلید شخصی نہیں؟ ان سے سوال ہے کہ بخاری و ذہبی کے لیے اتباع کی کیا دلیل ہے تمہارے پاس؟ تم صحاح کو مانتے ہو، ہم اہل سنت و جماعت، بخاری سے امام اعظم کو بہت اونچا سمجھتے ہیں۔

واضح رہے کہ بغیر شرائط کے ہم نہیں مانتے۔ ہمارا موقف یہی ہے کہ عامی کے لیے تقلید واجب ہے۔ جو شخص قابل ہو اور صحیح فہم رکھتا ہو اور مسئلہ نکال سکتا ہو اس کے لیے نہیں۔

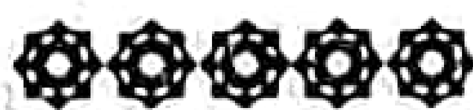
میرا ایک اہم سوال ہے غیر مقلدین سے، وہ بتائیں کہ نبی کریم ﷺ سے اب تک کتاب وسنت کا پورا پورا پابند کوئی شخص ہوا ہے یا نہیں؟

جواب اگر نفی میں ہو تو غیر مسلم ضرور معترض ہوں گے کہ اسلام کیسا دین ہے جس کا پورا پابند کوئی نہیں ہوا۔ ان سے عرض کروں کہ اگر مانو کہ ایسے شخص ہوئے ہیں اور اُن کے افعال واقوال باسند محفوظ ہوں تو ایسے متبع قرآن وسنت کی پابندی و پیروی، تقلید واتباع میں کیا خرابی ہے؟ بلاشبہ ان لوگوں کی پیروی قرآن وسنت ہی کی پیروی ہے۔

اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ ہر حدیث واجب العمل نہیں، ہر سنت واجب العمل ہے۔ ہر سنت، حدیث ہے۔ کیا ہر حدیث، سنت ہے؟

ابن حزم جیسے شخص نے بھی اعتراف کیا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے تھے۔

گزشتہ طویل مدت نے ہر طرح واضح کیا ہے کہ تقلید بلاشبہ رحمت اور اتحادِ اُمت اور جمعیت ملت کی ضامن ہے۔



زبان کی حفاظت

مولانا عبدالماجد دریابادی

ہر روز، صبح سے لے کر رات تک، آپ کی زبان پر جو کچھ آتا رہتا ہے، کبھی آپ نے تنہائی میں اس پر بھی غور فرمایا ہے؟ ہر روز جتنی باتیں آپ کی زبان پر آتی ہیں، کبھی آپ نے انھیں قلم بند کر کے یہ سوچا ہے کہ کتنی باتیں ان میں جا تھیں اور کتنی بے جا؟ کتنے لفظ زبان پر لانے والے تھے، کتنے نہ تھے؟ کبھی آپ نے اس کا حساب لگایا ہے کہ ہر روز بلا ناغہ جتنی گفتگو آپ فرماتے رہتے ہیں، اس کا کتنا حصہ محض عبث، فضول اور غیر ضروری ہوتا ہے، کتنا حصہ ایسا ہوتا ہے جس سے دوسروں کی دل شکنی اور دل آزاری ہوتی ہے، کتنا حصہ جھوٹ، مبالغہ اور ناراستی پر شامل ہوتا ہے، کتنے حصے سے دوسروں کی غیبت ہوتی ہے، کتنے سے اپنی بڑائی اور خود بینی نکلتی ہے، کتنے سے اللہ کے ساتھ بے تعلقی، بدگمانی اور بے اعتباری ثابت ہوتی ہے، کتنا دوسروں کی خوشامد اور جھوٹی تعریف کے لیے وقف ہوتا ہے اور کتنے حصے میں محض اپنی بات کی پچ کرنے، نبھانے یا سننے والے کو خوش کرنے کے لیے آپ کو اپنی دیانت و خودداری کا خون کرتے رہنا پڑتا ہے؟ ساری عمر کا اندازہ نہ کیجیے، ایک سال، ایک مہینا، ایک ہفتہ کا بھی حساب جانے دیجیے، صرف ایک شبانہ روز ہی کا حساب کر کے اسے جانچ لیجیے۔

روس کے ایک حساب دان نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ ہم دن میں اگر دس گھنٹے جاگتے ہیں تو وقت کے تین گھنٹے بیس منٹ بولنے میں صرف کرتے ہیں۔ زبان سے ایک منٹ میں پچاس الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اس طرح ہر گھنٹے میں نو ہزار لفظ ہماری زبان استعمال کرتی ہے اور اس بولنے والی معیاد (تین گھنٹے بیس منٹ) میں ہم ۲۷ سے ۳۰ ہزار تک الفاظ بول جاتے ہیں۔ اب سال بھر کی بولی کی میزان

اگر آپ چاہتے ہیں تو اس کی روزانہ کی تعداد کو ۳۶۵ سے ضرب دیجیے: ۳۰۰۰۰×۳۶۵=۱۰۹۵۰۰۰۰ ار یعنی ایک کروڑ نو لاکھ پچاس ہزار الفاظ ایک سال کے بنے۔ اگر عمر شریف ساٹھ سال تک پہنچ چکی ہے تو اس کے حاصل ضرب کو ساٹھ سے ضرب دیجیے، تاکہ میزان کل ساٹھ سال کی عمر کی بولی ہوئی حاصل ہو جائے اور اگر کوئی صاحب زیادہ باتونی یا بکی قسم کے واقع ہوئے ہیں یا ان کا پیشہ ہی تقریر و خطابت ہے، تب تو کئی لاکھ کے اعداد آسانی سے کروڑوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

آپ دوسروں کو بے احتیاط، بدزبان، دروغ گو، مفتری، عیب چیں، فتنہ پرداز، سخن چیں قرار دینے میں اکثر جلدی فرمادیا کرتے ہیں، لیکن خود اپنی روزانہ گفتگوؤں کو کبھی آپ نے اس پیمانہ سے ناپا ہے، جو آپ دوسروں کے لیے ہر وقت ہاتھ میں لیے رہتے ہیں؟ کیا آپ کے خیال میں آپ کی گفتگو سے متعلق آپ پر کوئی باز پرس نہ ہوگی؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا جارہا ہے، یہ کہیں اور حرفاً حرفاً قلم بند نہیں ہوتا جارہا؟ کیا آپ کے نزدیک آپ کی زبان ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور مستثنیٰ ہے؟ کیا آپ کے عقیدہ میں صدقِ مطلق کا یہ وعدہ:

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ○﴾---[قٓ،۵۰:۱۸]

"انسان کوئی بات نہیں بولتا، مگر یہ کہ اس کے لیے ایک نگہبان تیار رہتا ہے"---

نعوذ باللہ جھوٹ ہے؟ یا آپ کو یہ اطمینان ہے کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے، کم از کم اس پر کسی کو گرفت نہیں ہو سکتی؟ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اپنی گفتگوؤں کی طرف سے اس قدر مطمئن، بے پروا اور بے خوف کیوں ہیں؟ کیا قبل اس کے کہ دوسرے کے سامنے حساب دینا پڑے، خود ہی اپنے سے حساب لینا بہتر نہ ہوگا؟ قرآن مجید کے اس فرمان کو یاد کر لیجیے کہ "ادھر بندہ کی زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا کہ ادھر پہرہ دار یا نگہبان نے اسے لکھ لیا" اور سوچیے کہ جواب عمر بھر میں ادا کیے ہوئے ان کروڑوں لفظوں میں سے ایک ایک کا دینا ہوگا۔ آپ اس کے دسویں، بیسویں، سویں، ہزارویں اور لاکھویں حصے کے لیے بھی تیار ہیں؟ جواب کا مطالبہ ٹل نہ سکے گا، نہ اس کے لیے کوئی مہلت ملے گی اور نہ جواب میں حیلہ سازی یا سخن سازی کی گنجائش کسی حد تک بھی نکل سکے گی یا قبل اس کے کہ وہ دن آئے، خود ہی اپنے دل میں حساب لگا کر دیکھ لیجیے کہ کتنے لفظ شر اور بدی کی طرف لے جانے والے زبان سے نکلے؟ الفاظ کو سوچ کر اور تول کر زبان پر لانے کی عادت اگر پڑ جائے تو پھر سمجھ لیجیے کہ بیٹھے بیٹھے جنت بھی حاصل ہو گئی۔

تاریخ اور تذکروں میں آپ پیغمبروں، بزرگوں اور اخلاق و روحانیت کے بڑے بڑے مقدس و برگزیدہ رہبروں کے حالات پڑھ چکے ہیں، کیا (نعوذ باللہ) ان میں سے کوئی بھی "یاوہ گو"

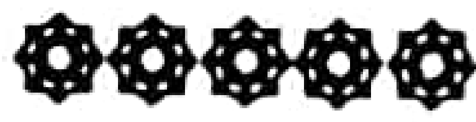
گزر رہا ہے؟ خود اپنا تجربہ و مشاہدہ آپ کو کیا بتاتا ہے؟ زیادہ گوئی سے جھگڑے اور فساد بڑھتے ہیں، لوگوں کو ملال وعناد پیدا ہوتا ہے، اپنے قلب پر غفلتوں کا پردہ اور گہرا ہوتا جاتا ہے، آپس کی رنجشیں اور بدگمانیاں بڑھتی ہیں، اپنے نامۂ اعمال میں جھوٹ، مبالغہ، طنز، غیبت، خود بینی، غصہ، سخت کلامی وغیرہ کے عنوانات میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے یا اس کے برعکس سکونِ خاطر و اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے، روح کو تسلی و تسکین نصیب ہوتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہوتا معلوم ہوتا ہے؟ اگر آج ہم میں سے ہر شخص محض اتنا عزم کر لے کہ آئندہ سے اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا، تو ذاتی اور خاندانی، شخصی وقومی، کتنی خرابیوں، کتنی رنجشوں، کتنے فتنوں کا اسی لمحہ اور اسی آن خاتمہ ہوسکتا ہے۔

﴿قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْدًا٥﴾--- ''بات کہو، تو پکی اور مضبوط''---

کا فرمان جہاں وارد ہوا ہے، وہیں معاً بشارت بھی دے دی گئی ہے:

﴿یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ﴾--- ''تمہارے عملوں کی اصلاح ہو جائے گی''---

تمھارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے، کاش! ایک مرتبہ بھی ہمیں اس خدائی نسخہ پر عمل کی توفیق ہو جائے۔



وفیات

گزشتہ دنوں:

مولانا حافظ محمد رفیق نوری، پاک پتن شریف---

حضرت مولانا محمد زبیر نوری، ساہیوال کی اہلیہ اور مفتی عبدالرسول منصور (برطانیہ) کی والدہ محترمہ---

مولانا ماسٹر محمد رفیق نوری، چک W.B/34 وہاڑی کی ہمشیر صاحبہ---

حاجی میاں بشارت علی چھچھر، میاں شجاعت علی، بصیر پور کے والد محترم حاجی میاں نیامت علی چھچھر---

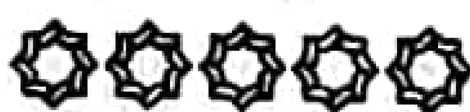
مولانا حافظ معاذ احمد، عارف والا کی نانی صاحبہ---اور

حافظ منظور احمد نوری، راجووال کی بھتیجی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



اسلامی تعمیر میں جدید جیومیٹری؟

بی بی سی لندن کی رپورٹ

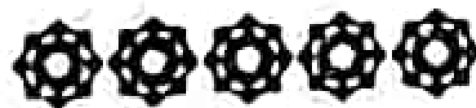
قرون وسطیٰ کے اسلامی فن تعمیر کی تحقیق سے پتا چلا ہے کہ اس وقت کی عمارتوں میں نقش نگاری کے دوران جیومیٹری کے ایسے اصولوں کا استعمال کیا گیا تھا، جو مغربی ریاضی دانوں نے بظاہر کئی صدیوں کے بعد دریافت کیے۔ اس تحقیق کو ''سائنس'' نامی جریدے میں شائع کیا گیا ہے۔

محققین کو پندرہویں صدی کی اسلامی تعمیرات میں ایسے شواہد ملے ہیں، جن میں جیومیٹری کی جدید شاخ ''کواسی کرسٹلائن جیومیٹری'' (Quasi Crystalline Geometry) کا استعمال کیا گیا ہے۔

کواسی کرسٹل ایسی شکلوں کو کہا جاتا ہے جو بظاہر تو جانی مانی شکلوں کی طرح نظر آتی ہیں، لیکن ریاضی کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان شکلوں کی منطقی ترکیب کو ثابت کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ تک اسلامی ریاضی اور فن تعمیر میں اہم تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ امریکا کی ہارورڈ یونی ورسٹی کے محقق ''پیٹرلو'' کی اسلامی آرٹ میں دلچسپی اس وقت پیدا ہوئی جب ازبکستان کے دورے پر انھوں نے ایک سولھویں صدی کی اسلامی عمارت میں دس ضلعی ڈیزائن کی ٹائلیں لگی ہوئی دیکھیں۔ پیٹرلو نے اسلامی فن تعمیر پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''وہ لوگ اس زمانے میں ریاضی کے ان اصولوں پر اتنی عمدہ ٹائلیں بناتے تھے، جن اصولوں سے ہم بیس یا بائیس سال پہلے تک بالکل ناواقف تھے'' اسلامی ڈیزائن میں ''کواسی کرسٹلائن جیومیٹری'' کے تحت کثیر الاضلاعی شکلوں کا استعمال اس انداز میں کیا گیا ہے کہ ڈیزائن کو لامحدود حد تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ فن تعمیر میں اس عمل کو ''گرہ'' کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے۔ اب تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ اسلامی ڈیزائن میں ستارے اور کثیر الاضلاعی شکلیں، سیدھے پیمانوں اور قطب نماؤں کے ذریعے آڑھی ترچھی لکیروں کے کھینچنے کے بعد وجود میں آئیں۔

[www.bbcurdu.com, 23 February. 2007]



اخلاق و کردار

پانچویں و آخری قسط

گناہوں کا بیان

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی

گناہ کی دو قسمیں ہیں:

● ......گناہِ صغیرہ (چھوٹے چھوٹے گناہ) ● ......گناہِ کبیرہ (بڑے بڑے گناہ)

گناہِ صغیرہ نیکیوں اور عبادتوں کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، لیکن گناہِ کبیرہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ آدمی سچی توبہ کر کے اہلِ حقوق سے اُن کے حقوق کو معاف نہ کرا لے۔

گناہِ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟

گناہِ کبیرہ ہر اس گناہ کو کہتے ہیں، جس سے بچنے پر خداوند قدوس نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔[حاشیہ بخاری، صفحہ ۳۶]

اور بعض علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ ہر وہ گناہ، جس کے کرنے والے پر اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعید فرمائی یا لعنت فرمائی یا عذاب و غضب کا ذکر فرمایا، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

[فیوض الباری، جلد ا، صفحہ ۴۰۵]

گناہِ کبیرہ کون کون سے ہیں؟

گناہِ کبیرہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگران میں سے چند مشہور کبیرہ گناہوں کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں، جو یہ ہیں:

۱......شرک کرنا
۲......جادو کرنا
۳......خونِ ناحق کرنا
۴......سود کھانا
۵......یتیم کا مال کھانا
۶......جہادِ کفار سے بھاگ جانا
۷......پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا
۸......زنا کرنا
۹......اغلام بازی کرنا
۱۰......چوری کرنا
۱۱......شراب پینا
۱۲......جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا
۱۳......ظلم کرنا
۱۴......ڈاکہ ڈالنا
۱۵......ماں باپ کو تکلیف دینا
۱۶......حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا
۱۷......جوا کھیلنا
۱۸......صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا
۱۹......اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجانا
۲۰......اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوجانا
۲۱......ناچ دیکھنا
۲۲......عورتوں کا بے پردہ ہو کر پھرنا
۲۳......ناپ تول میں کمی کرنا
۲۴......چغلی کھانا
۲۵......غیبت کرنا
۲۶......دو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینا
۲۷......امانت میں خیانت کرنا
۲۸......کسی کا مال یا زمین وسامان وغیرہ غصب کر لینا
۲۹......نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ فرائض کو چھوڑ دینا
۳۰......مسلمانوں کو گالی دینا اور ان سے ناحق طور پر مار پیٹ کرنا وغیرہ وغیرہ

سیکڑوں گناہِ کبیرہ ہیں، جن سے بچنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان گناہوں سے روکنا لازم اور ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

''اگر کسی مسلمان کو کوئی گناہ کرتے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو گناہ کرنے سے روک دے اور اگر ہاتھ سے اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا

تو زبان سے منع کردے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اپنے دل سے اس گناہ کو برا سمجھ کر اس سے بیزاری ظاہر کردے اور یہ ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے"---[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ ۴۳۶، مجتبائی]

ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

"کوئی آدمی کسی قوم میں رہ کر گناہ کا کام کرے اور وہ قوم قدرت رکھتے ہوئے بھی اس آدمی کو گناہ کرنے سے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ اس ایک آدمی کے گناہ کے سبب سے پوری قوم کو ان کے مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا فرمائے گا"---

[مشکوٰۃ، جلد۲، صفحہ ۴۳۷]

گناہوں کے دنیاوی نقصان

گناہوں سے آخرت کا نقصان اور عذابِ جہنم کی سزاؤں اور قبر میں قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا ہونا، اس کو تو ہر شخص جانتا ہے مگر یاد رکھو کہ گناہوں کی نحوست سے آدمی کو دنیا میں بھی طرح طرح کے نقصان پہنچتے رہتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱......روزی کم ہو جانا ۲......بلاؤں کا ہجوم
۳......عمر گھٹ جانا ۴......عقل میں فتور پیدا ہو جانا
۴......دل میں اور بعض مرتبہ تمام بدن میں اچانک کمزوری پیدا ہو کر صحت خراب ہو جانا
۵......عبادتوں سے محروم ہو جانا ۶......لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جانا
۷......کھیتوں اور باغوں کی پیداوار میں کمی ہو جانا ۸......نعمتوں کا چھن جانا
۹......ہر وقت دل کا پریشان رہنا ۱۰......اچانک لاعلاج بیماریوں میں مبتلا ہو جانا
۱۱......اللہ تعالیٰ، فرشتوں، انبیاء اور صالحین کی لعنتوں میں گرفتار ہونا
۱۲......چہرے سے ایمان کا نور نکل جانے سے چہرے کا بے رونق ہونا
۱۳......شرم و غیرت کا جاتے رہنا ۱۴......مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا وغیرہ
۱۵......ہر طرف سے ذلتوں، رسوائیوں اور ناکامیوں کا ہجوم ہو جانا

گناہوں کی نحوست سے بڑے بڑے دنیاوی نقصان ہوا کرتے ہیں۔

عبادتوں کے دنیاوی فوائد

عبادتوں سے آخرت کے فوائد تو ہر شخص کو معلوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار بندوں کو

آخرت میں جنت کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا، لیکن اس سے غافل نہ رہو کہ عبادت سے آخرت کے فائدوں کے علاوہ عبادت کی برکت سے بہت سے دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً:

۱......روزی بڑھنا

۲......مال، سامان، اولاد ہر چیز میں برکت ہونا

۳......بہت سی دنیاوی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دفع ہو جانا

۴......بہت سی بلاؤں کا ٹل جانا

۵......سب کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا

۶......نورِ ایمان کی وجہ سے چہرے کا بارونق ہو جانا

۷......عمر کا بڑھ جانا

۸......پیداوار میں خیر و برکت ہو جانا

۹......بارش ہونا

۱۰......ہر جگہ عزت و آبرو ملنا

۱۱......فاقہ سے بچا رہنا

۱۲......دن بدن نعمتوں میں ترقی ہونا

۱۳......بہت سی بیماریوں سے شفا پا جانا

۱۴......آئندہ آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچنا

۱۵......شادمانی و مسرت اور اطمینانِ قلب کی زندگی نصیب ہونا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دنیاوی فائدے ہیں، جو عبادت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

رحمتِ کبریا عبادت ہے — راحتِ مصطفیٰ ﷺ عبادت ہے
حسنِ نور خدا عبادت ہے — طلعتِ جاں فزا عبادت ہے
حاصلِ زیست، معرفت حق کی — خلق کا مدعا عبادت ہے
دونوں عالم کا ہے بھلا اس میں — دولتِ بے بہا عبادت ہے
یہ خدا سے تجھے ملائے گی — قبلۂ حق نما عبادت ہے
روشنی معرفت کی گر چاہو — چشمِ دل کی ضیاء عبادت ہے
روح کو ملتی ہے توانائی — ہر مرض کی دوا عبادت ہے
اعظمی کر علاج عصیاں کا — معصیت کی شفا عبادت ہے

